



01

شادِ قلندر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ يُؤْتَی مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ^۱
 ”یا ای شاہِ قلندر ہے جسے چاہے دے، اور ایسا بڑے فضل والا ہے۔“
 (سورۃ الحجۃ، آیت ۲۲)

طالبِ حق کے لئے مرشدِ کتاب

مہر منور شاہ قلندر

پیرستوار قلندر سید محمود حسن شاہ خاکی

”مالاتِ زندگی اور تعلیمات“

امتیاز جاوید خاکوی

ھو



ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ يُؤْتَی مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
 یا ای شاہِ قلندر ہے جسے چاہے دے، اور ایسا بڑے فضل والا ہے۔

مہر منور شاہ قلندر

حالاتِ زندگی اور تعلیمات

پیرستوار قلندر

امتیاز جاوید خاکوی

محبتِ مشن پبلیکیشنز



انتساب

محبوب معبود ما، حرف آغازِ وجود ما، نور الہدیٰ، ستارِ خطاء، شمشکل
 کشاء، رسول اللہ ﷺ کے نام جنہوں نے ہمیشہ سے ہر پاک، ہر
 طلب پر اس سے برواعطا کیا، بڑھ کر عطا کیا، ہر بار دیا، بے حد و
 حاب دیا، ظرف سے بڑھ کر دیا۔ نعمتِ مرشد پاک ہے یا وجود و
 بقاء ہے، تحریر و تقریر ہے یا کچھ فہم و ادراک ہے، ہر سانس، ہر
 دھڑکن، ہر مادی نعمت، ہر روحانی رحمت کے بیاطن، وہی ذاتی
 بابرکات ہے۔ جو کچھ ہے ان کی عطا سے ہے، ان کی نظرِ کرم سے
 ہے، ان کے بیمار سے ہے، ان کی تعلیمین پاک سر پر رکھ لون تو
 تاجور بن جاؤں۔ ان کے درِ اقدس کی خاک بن جاؤں تو کل
 جہاں میں خوش بخت ہو جاؤں۔ دین بھی وہی، ایمان بھی وہی،
 قرآن بھی وہی، جان بھی وہی۔ ان کے نام پر تن من وطن قربان۔

امتیازِ جاوید غاکوی

جملہ حقوقِ حق ناشرِ محفوظ ہیں

نامِ کتاب	: صبر صبور شادقلندر
موضوع	: پیرستوار قلندر سید محمود احمد شاہ غانی
مسنف	: "عالاست زندگی اور تعییمات"
تحقیق و تدوین	: امتیازِ جاوید غاکوی، سعیر احمد وی
کپوزنگ/ڈیزائینگ	: محمد عسلی کامدار
پروف ریٹنگ	: محمد جاوید اقبال
نشریاتی	: حافظ محمد نوریہ
ناشر	: مجتب محسن سبلیکیشور
پاراشاعت	: دو том (قریبی 2018ء)
تعداد	: 1000
قیمت	: 800 روپے

ترجمہ قرآن: بحراں الایمان۔ انگریزی مضمون کا ترجمہ: شہزاد برکت محمود وی، مسعودیہ میں کامدار

برائتیہ محبتِ محسن انترنسیشنل

مخدوم پور شریف (مرید) چکوال
 0543-594333

www.mastwaar.com

Muhabbat Mission Publications 0333-5906401



05

شادقلندر

فہرست	
مخفی نمبر	نمبر شمار
274	۱۱۔ باب ششم محاسن اخلاق
407	۱۲۔ باب هفتم نظام خلافت و تربیت و انتظامی امور
472	۱۳۔ باب هشتم خواتین اور محبت مشن
498	۱۴۔ باب نهم سرخ رنگ
565	۱۵۔ پیغامات قلندر
569	۱۶۔ محبت مشن
572	۱۷۔ امت مسلمہ کے نام پیغام
575	۱۸۔ محفل میلاد انبیاء
581	۱۹۔ دعائیں
589	۲۰۔ شجرہ شریف
590	۲۱۔ ترانہ



صبر مسیح

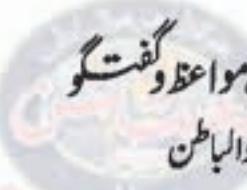
04

فہرست	
مخفی نمبر	نمبر شمار
22	۱۔ حمد
23	۲۔ نعمت
24	۳۔ منقبت
28	۴۔ حرف عکس دل
35	۵۔ پیش لفظ
41	۶۔ باب اول حالات زندگی
82	۷۔ باب دوم مواعظ و گفتگو
157	۸۔ باب سوم أسرار
195	۹۔ باب چہارم القاء قلندر
247	۱۰۔ باب پنجم آتوال قلندر



فہرست مضمایں

عنوان	عنوان	عنوان
سخنچر	سخنچر	سخنچر
70	72	77
بیداری مسٹر شاہ ہمدانی	رشد و ہدایت کی مند مبارک پر	آپ کاروائی افروز ہوتا
●	●	●
82	84	87
باب دوم	شاہ قلندر کے مواعظ و گفتگو	حوالا طاہر حوالا باطن
●	●	●
91	93	97
تصوف	محبت مشن	مرشد کامل کی ضرورت
●	●	●
100	102	104
صحبت شیخ کے نتائج	فقراء کی پیچان	مطابقت شیخ
●	●	●
106	110	117
مریدین کے لئے رہنمای اصول	دیگر فقراء کی رائے میں آداب شیخ	روحانی رکاوٹیں
●	●	●



فہرست مضمایں

عنوان	عنوان	عنوان
سخنچر	سخنچر	سخنچر
22	23	24
۱۔ حمد	۲۔ نعمت	۳۔ منقبت
28	35	38
۴۔ حرف عکس دل	۵۔ پیش لفظ	۶۔ باب اول
41	42	حالات زندگی
42	42	خاندانی پس منظر
45	45	والدین طیبین شاہ قلندر
45	47	سید رسول شاہ خاکی
49	49	امی حضور
53	58	شاہ قلندر کی جلوہ افروزی
58	67	کم سنی میں شاہانہ انداز
67	67	تعلیم و تربیت
		شاہ قلندر اور اہل خانہ





09

شادقلندر

فهرست مضماین

عنوان	عنوان
	۸- باب سوم
اسرار	
الله بحاجة وتعالی *	۱۶۱
عشق مصطفی علیہ السلام *	۱۶۲
ولیاء اللہ *	۱۶۴
انسان *	۱۶۵
تیقین *	۱۶۷
مجاہدہ *	۱۶۸
مشاهدہ *	۱۶۹
ورع *	۱۷۰
ائیار *	۱۷۱
کیسوئی *	۱۷۲
طریقت *	۱۷۳
معرفت *	۱۷۴
فتاویٰ	۱۷۵
مقامِ رضا *	۱۷۶



صبر منور

08

فهرست مضماین

عنوان	عنوان
*	۱۲۰
حقیقی دل *	۱۲۳
لامات *	۱۲۵
مادی مسائل *	۱۲۷
علم، محبت، عمل *	۱۳۰
جادو-کالا عمل *	۱۳۴
عالیین *	۱۳۶
رات کا درد *	۱۳۹
ولیاء کرام کی اقسام *	۱۴۲
فقر و غنا *	۱۴۸
توسل، استغاثہ *	۱۵۰
نکر، خیال *	۱۵۳
سکون *	۱۵۴
ارادہ *	۱۵۵
کیسوئی *	۱۵۵
عقل-بندگی *	۱۵۶



فہرست مضامین

عنوان	عنوان
195	۹۔ باب چہارم
197	القاء قلندر
201	فقیر کا کردار *
202	تغیر *
206	نفس *
207	بیعت کی حقیقت *
210	دل زندہ کی شاخت *
212	چار راز *
213	عشق میں امتحان *
215	علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین *
217	فوق البشر *
220	بندگی کی حقیقت *
226	حقیقی حب *
(طلب، حاصل، محبت، عشق، حق، بقا، انا، محبوب)	
229	دل *

فہرست مضامین

عنوان	عنوان
177	توکل *
178	رسوائی *
179	متائم حیرت *
180	خود شناسی *
181	صبر *
182	وفا *
183	تقوی *
184	ترکیہ نفس - تصفیہ قلب *
186	اخلاص *
187	عشق *
189	خلوت نشینی *
190	دیدار یار *
191	استغراق *
192	نظر *
193	بے نیازی *
194	تکبر *



فہرست مضمایں

عنوان	عنوان	عنوان
عنوان	عنوان	عنوان
اگریزی اور جدید تعلیم کی حوصلہ افزائی کرنے والے	سخاوت و فیاضی	سفرِ محبت
297	299	303
افراد کی ذہنی سطح کے مطابق تنگوں فہم و فراست	329	331
خلق خدا سے محبت	334	336
کشف	339	339
دعا کی برکات	345	345
مہمان نوازی	347	بیاریوں سے شفا
تصور شیخ کی برکات	349	351
شادِ قلندر کے تصرفات	355	رجال الغیب کا مطبع ہوتا
آئے والے وقت کی پہلے خبروںے دینا	358	روحانی قوت و کمال
359		

فہرست مضمایں

عنوان	عنوان	عنوان
عنوان	عنوان	عنوان
درویش اور فقیر	کتابِ دل	ایک چاند
231	233	234
بھول	236	239
ہجر نور	241	244
مفرِ حقیقت	247	247
فیض	248	274
۱۰۔ باب پنجم	اقوالِ قلندر	۱۱۔ باب ششم
مجاں اخلاق	چے عاشتی رسول پاک ﷺ	معرفت و حقیقت
تفویٰ و طہارت	۲۸۱	۲۸۵
افراد کی اصلاح و تربیت	۲۸۹	۲۸۹
رعب و جلال اور بیمار و محبت	291	294



فہرست مضمایں

صفحہ نمبر	عنوان
398	بیعت کے اثرات
400	خودشاہی *
401	رغبت دین *
402	شخصیت میں تبدیلی *
404	مضبوط قوت ارادی *
405	کاموں میں بہتری *
406	خشوع و خضوع *
406	مراقب *
407	۱۲۔ باب ہفتہ
409	نقایم خلافت و تربیت و انتقامی امور مرشد پاک کا مریدین و دو ابتدائی کے لئے نظام تعلیم و تربیت
413	روزانہ کے معمولات *
413	دربار عالیہ میں ملاقات *
414	بیعت کے ذریعے *
416	روزانہ کے پڑھنے کے لئے ذکر
418	رات کی مخصوص نشت *

فہرست مضمایں

صفحہ نمبر	عنوان
361	دلوں پر حکرائی *
362	نظروں کے سامنے سے غائب ہوجانا *
363	خوشبو کا آنا *
364	حالات کا پلٹ جانا *
366	دل کی پکار کا سن لیتا *
370	باطنی دنیا کے خاص رنگ *
372	مستعمل اٹپی کی برکات *
376	دستِ شفقت کا فیض *
378	نور و روشنی *
380	بیعت ہونے کے اسباب
381	تلائی حقیقت *
382	خواب کے ذریعے رہنمائی *
386	فیضان نظر *
389	مسائل و پریشانیاں *
391	اسیران محبت کے اثرات *
393	فیضان غوث الاعظم *
395	تصور کا وارد ہونا *
396	چذب و مسقی *



فہرست مضمایں

صفحہ نمبر	عنوان
452	خواب *
454	اشارات *
456	مراقبہ *
458	تادیجی کارروائی *
460	خلافاء و ناظمین کی ذمہ داریاں *
462	خلافاء و ناظمین کی چند اہم ذمہ داریاں *
462	رابطہ شیخ *
462	مریدین سے رابطہ *
463	دم-دعا۔ تعلیمات کے ذریعے خدمتِ خلق *
464	محفل ذکر و نعمت - درسِ محبت *
464	سالانہ پروگراموں میں مرکز پہنچنا *
465	خواتین کے لئے خصوصی پروگراموں کا انعقاد *
465	مشن کے لئے افراد کی واپسی و تیاری *
466	مشائی کردار *

فہرست مضمایں

صفحہ نمبر	عنوان
421	ہفتہوار مجموعات *
421	تماز جمعہ *
422	محفل ذکر *
423	محاقلی نعمت *
424	شب برآت کا خصوصی پروگرام *
426	سرد زہ روحانی ریاضت *
431	عرس حضرت امام حسین علیہ السلام *
435	میلاد انبیاء علیہم السلام *
437	عرس حضرت سید رسول شاہ خاکی علیہ السلام *
441	ملک بھرا اور بیرونِ ممالک کے دورہ جات *
443	خلفاء کے لئے نظام تربیت و ہدایات *
444	خصوصی اوراد و وظائف *
446	مجاہدے۔ ریاضتیں *
449	انفرادی ہدایات *
451	چلہ کش *



فہرست مضمایں

صفحہ نمبر	عنوان
491	﴿مشن سے وابستہ خواتین کی ذمہ داریاں﴾
491	ایمان کی حفاظت ۱
493	ب اعمال صالحہ
494	ج ذاتی فرائض کی ادائیگی
496	د خدمت دین کا کام
497	﴿خواتین کے لیے خصوصی ہدایات﴾
498	۱۲۔ باب نهم
499	سرخ رنگ
507	احادیث مبارکہ سے سرخ رنگ کا ثبوت *
529	تابوتِ سکینہ *
537	سرخ رنگ اولیاء اللہ کی نظر میں *
556	سرخ رنگ کا دلچسپ واقعہ *
560	حضرت سید رسول شاہ خا کی گسلی *
563	سرخ دسترخوان *



فہرست مضمایں

صفحہ نمبر	عنوان
467	علاقائی پروگراموں کا انعقاد *
468	استقبالیہ ریلی *
469	سماجی فلاح و بہبود کے کام *
470	سیاسی و سماجی مؤثر رابطے *
470	پرامن معاشرے کا قیام *
471	شاہقلندری کی مصروفیات سے آگاہی *
472	۱۳۔ باب هشتم
472	خواتین اور محبت مشن
473	اسلام اور خواتین *
479	تاریخ اسلام اور عظیم خواتین *
484	پاکستانی معاشرہ اور عورت کا مقام *
487	بیرون مرشد اور خواتین کی تعلیم و تربیت *
489	خواتین کی تربیت کا خصوصی اہتمام *
490	خواتین اور ادبی ذوق *



هُوَ



فہرست مضمایں

صفحہ نمبر

عنوان

565

۱۵۔ پیغامات قلندر

569

۱۶۔ محبت مشن

572

۱۷۔ امت مسلمہ کے نام پیغام

575

۱۸۔ مکمل میلاد انبیاء

581

۱۹۔ دعا بیکس

589

۲۰۔ شجرہ شریف

590

۲۱۔ ترانہ





نعت

میں قصرِ مصطفیٰ ہوں مجھے کوئی غم نہیں
اک بار ان کا دیکھنا رحمت سے کم نہیں

 ان کو دیئے خدا نے دتے بڑے بڑے
لمحے ٹھام تو کوئی ایسا قلم نہیں

 ابدال ہو قلب ہو یا کوئی غوث ہو
ایسا مجھے بتا دو جس پر کرم نہیں

 جس دل میں چھائی ہو ہر سمت ہی خواں
سمجھو کہ اس دل پر ان کا قدم نہیں

 سب سے حسین دیکھا ہے محمود نے انہیں
ان بیسا تو جہاں میں کوئی من نہیں

حمل

یارب تو اپنی ذات کا جلوہ دکھا مجھے
قابل نہیں ہوں میں اگر قابل بنا مجھے

 میری سمجھ سے دور میں تیری یہ قدرتیں
بس تو کرم سے یارب ان کو سکھا مجھے

 ہر وقت میں رہوں تیرے عشق میں فنا
اب تو محبتیں وہی کر دے عطا مجھے

 کھل جائے دل کی نظر، ہو لطف دید کا
کوئی ایسی ڈھن عشق کی بھی سنا مجھے

 ستنا مجاہا ہوں میں بکھر محمود بھر میں
اب آ نظر کے سامنے اپنا بنا مجھے



س

سائے میں ان کے رہتے ہیں بے خوف و خطر
مشکل ہو اس کا یہاں سے نہیں گزر
حای ہے جو ہمارا بڑا غنیمار ہے
وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !



ت

تقدیر اپنی ان کے کرم سے سنبھل گئی
تقدیر سکیا اپنی تو دنیا بدلت گئی
جو کچھ بھی ہے ہمارا، وہ جس پر ثثار ہے
وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !

ملقبت

لفظ مستوار کے چھ حروف ہیں۔ اس ملقبت کے ہر شعر کا پہلا مصرع بالترتیب شاد
قلندر کے اس نام (مستوار) کے حروف سے شروع ہوتا ہے۔

مستوار

م س ت و ا ر



م

مرشد جو ہے میرا میرے دل کا قرار ہے
چاہت سے جس کی میرے چین میں بہار ہے
ہر اک پر جس کے جام کا پیغم خمار ہے
وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !



د

رہتی تھی آرزو یہی کوڑے کی ، کچھ کھوں
 اک ایسی منقبت کہ جو بے مثل ہو گھوں
 جس کی یہ منقبت ہے لکھی ، شاہ کار ہے
 وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !

شاعر: کوڑے برٹلوی

و

واللہ ! ان کی شان ، یہ شوکت تو دیکھئے
 محبوب ربُّ کی ان پر عنایت تو دیکھئے
 عرفانیت کی دنیا میں جو تاجدار ہے
 وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !

۱

ان کا یہ فیض دیکھئے ، یہ فیض عام ہے
 بھرنا ہر ایک درونِ دل ان کا کام ہے
 جس سے بہت ہی آلِ محمد ﷺ کو پیار ہے
 وہ مستوار ! مستوار ! مستوار ہے !



اپنے محبوب ﷺ کے جلووں میں حجود رکرداں ہے۔ وہ اپنے محبوب کی زبان سے ہر وقت بیان ہے اور محبوب ﷺ کی جو جان ہے اس کے جلووں کا جہاں ہے۔ محبوب ﷺ کی نظر جس جس مشتاقِ اللہ پر پڑی ہے اس نظرِ رحمت میں پیکر رحمت بن کر بلا شک و شبہ و خود ذات کا فرمائے۔

اور میرے اک اک سانس میں جس کی فنا مہک رہی ہے اور جو میری روح کی میرے دل کی محبوتوں سے واقف کہ کس طرح مستوار کا دل اور روح اس کی محبت میں دیوانہ وار مست و بے خود ہو کر اس کے حرمیم ناز میں رقص کرتے ہیں۔

اور وہ محبوب ﷺ جس کا عکس ناجائز کے دل میں دلدار بن گیا ہے اور روح جس کی ذرا سی جدائی سے ترپتی ہی نہیں بلکہ دیکھنے والے کو ترپادتی ہے۔ بے حد، لاتعداد، وہم و گمان سے باہر، عقل کے جہاں سے باہر، باطن و عیال سے باہر، پوشیدہ و افشا سے باہر، اور ہر عقلی انسان سے باہر اس کی ذات ہے۔ پیش کر اس کے محبوب کا سینہ پر از صفات ہے۔

اور میری ہر سانس میں اربوں کھربوں درود و سلام ہوں محبوب اقدس ﷺ کی ذات پر۔ آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے اصحاب پر۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ اکیلا تھا اس نے اپنا نظارہ کرنا چاہا تو اپنے ہی نور

حرف عکسِ دل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيبِهِ فُحَشِّدَا وَآلِهِ وَسَلَّمَ

میرے علم سے بڑھ کے، میرے احساسات سے بڑھ کے، میرے جذبات سے بڑھ کے، میرے ذہن کی رفتار سے بڑھ کے اور آج تک میرے بولے ہوئے الفاظ سے بڑھ کے میری ہر سانس میں اربوں کھربوں کی مقدار سے بڑھ کے اور میرے پہ کی گئی ان رحمتوں، برکتوں کے شمار سے بڑھ کے تعریف اور شکر ہے اس سب سے اعلیٰ، سب سے حسیں، سب سے قریب، سب سے حبیب اور میرے نصیب کا جو اس وقت موجود تھا جب کوئی نہ تھا۔ اس وقت تک ہے کہ جس وقت وہ اور اس کا محبوب ﷺ ایک دوسرے کے حسن میں خوراکیں گے۔

اس وحدہ لاشریک محبوب حقیقی، معبوٰ حقیقی اور سب سے بڑھ کر پیار کرنے والے کے لئے سب سے بڑھ کے حمد و شکر اور وہ جو سب سے حسیں اور ہر حسین کے قرین اور ہر حسن میں انشاء اور محبت کا جہاں ہے۔ وہ حقیقت میں



جائے۔ وہ ایسا در ہے جس کی گدائی کو دنیا کا اعلیٰ ترین انسان بھی ترتستا ہے اور اس در کے فقیر پر ملائکہ بھی رچک کرتے ہیں۔ جس کو اس در سے عشق ہوا اور پھر جو فنا فی الرسول ﷺ ہوا وہ مظہر خدا بن گیا۔ اس کو فنا بھیت رسول نے ایک ایسا گوہر نایاب بنایا جس کی ایک چک سے لاکھوں دل متور ہوتے گے۔

اس در کی محبت سے مردہ دلوں کو حیات دوام ملتی ہے، زندگی کے رہنماء اصول ملتے ہیں، بے جان کو جان ملتی ہے، روح کو تکمیل ملتی ہے، جگر کو چین ملتا ہے، بدن کو آرام ملتا ہے، دماغ کو طہانیت نصیب ہوتی ہے، انسان کو انسان ملتا ہے، اور مسلمان کو ایمان ملتا ہے۔

یاران طریقت!

یہ جو کتاب آپ کے سامنے ہے یہ پڑا از اسرار و رموزِ باطنیہ ہے۔ اس کو جس نے غور سے پڑھا اس کو معرفت کی مٹھاں ضرور نصیب ہوگی اور اگر طالب صادق نے پڑھا تو مرہبہ کامل کا کام دے گی۔ اگر عارف نے پڑھا تو اس کو خودی کے مقام سے آگاہ کر دے گی۔ یہ شریعت، طریقت اور حقیقت کا مجموعہ ہے اور میرے باطن کے نغمات کا گلدستہ ہے۔ اگر کوئی اہل محبت اس کو محبت سے مسلسل مطالعے میں رکھے گا اور اس کو اپنا ورد بنالے گا۔ تو اس اہل محبت کو انشاء اللہ ضرور بالضرور محبت کی معراج نصیب ہوگی اور وہ وادی عشق کا مسافر ہو

سے ایک نور پیدا کیا اور اس کو سامنے رکھ لیا۔ اس پر مشتاق ہوا تھا اور وہ نور اس پر مشتاق ہوا۔ ایک نور إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ كَبِيرٌ اُولَئِكَ الْمُحْمَدُونَ الرَّسُولُ اللَّهُ كَبِيرٌ اُولَئِكَ الْمُحْمَدُونَ کہتا اور دونوں ایک دوسرے کے گرد گھومتے تھے۔ تو اتنی عظیمِ حق پر کیوں نہ درود وسلام کی بارشیں ہوں کہ خود اللہ پاک بھی ہر وقت درود وسلام پڑھ رہا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ جب اللہ پاک درود وسلام پڑھتا ہے تو گویا وہ متوجہ ہے اپنے محبوب ﷺ کے چہرے کی طرف اس چہرے کی عظمت و رفتہ کیا ہوگی کہ جس چہرے کی طرف چہرہ ربِ ذوالجلال متوجہ ہے دمکی دلوں کو چین بخشنے والے اور باطن سے دور آنکھوں کو وحدت کی روشنی سے جگانے والے زنگ آلو دلوں کو اللہ کی یاد میں مست کرنے والے وہ اللہ کے نور کا مظہر، وہ اگر نظرِ رحمت سے دیکھیں تو اللہ کی جل جلالہ میں آجائے۔ وہ اگر نوازنے پر آئیں تو (اللہ کے سب خزانوں کے قاسم) اس قدر نواز نے کہ ملکا شاہان وقت کو حیران کیجئے لگ پڑے۔ وہ علم کا شہر اگر کسی تشكیل علم کو اپنے رموز کی ایک کرن عطا کر دیں تو وہ اہل علم میں مہتاب بن کر چمک اٹھے اور اگر اس در پر ان پڑھ جائے تو اس کے گھر آکے اسرار و رموزِ باطنیہ بیان کرنے لگے۔ وہاں اگر مجلس جائے تو اس کا گھر خیرات کرنے والوں میں سب سے آگے ہو۔ وہاں اگر علم والا جائے تو حقیقتِ علم سے شاسائی پائے۔ وہاں اگر عارف جائے تو بحرِ معرفت کا غواص بن کر حقیقت کا سمندر بن



اور محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے کرم سے محبت اللہ پاک حاصل کرنا ہے۔
یارانِ محبت!

حقیقتِ زندگی فقراء کے علاوہ کسی کو میرفیں۔ اس بھیڈ کو پانے کے لئے
محبت فقیر ضروری ہے۔ کیونکہ فقیر کو پالینے کے بعد فقیر کی بحاجت آتی ہے جبکہ ہر کام کو
پانے کے لئے پہلے اس کو بحاجت ضروری ہوتا ہے۔ اس کے برعکس فقیر کو پہلے
حاصل کرنا ہو گا پھر فقیر بحاجت میں آئے گا۔ لیکن دور افتادہ بستیوں اور گاؤں کے لوگ
محبت سے محروم رہتے ہیں۔ ایسی جگہوں پر نہنے والے طالبانِ حق کے لئے یہ
کتاب انشاء اللہ رہنمای ثابت ہو گی اور ان کو محبت کے تمام مزدوں اور نشوون سے
لف اندوز کرے گی۔ باقی فقیر کے پاس جو دل لے کے آتا ہے وہ فقیر کا دل
لے کر جاتا ہے۔ جو صاف نیت لے کر آئے گا وہ فقیر کی انجمن میں کیف، مستقی
سرور، انعامات اور کرامات کی دنیا پائے گا اور جس کی نیت میں خرابی ہو گی وہ ہزار
سال بھی فقیر کے پاس رہ کر بیگانہ تی رہتا ہے۔ اس لئے طالبانِ حق کو چاہئے کہ
ہم وقت اپنی نیت پر وحیان رکھیں اور اسے صاف رکھیں کہ یہ ایسا برتن ہے کہ
اگر گندگی سے صاف ہو گا تو اس برتن میں ضرور خیراتِ دل قلندر ملے گی۔

بمحض امید و ا Quartz ہے کل جہاںوں کے پالنے والے سے کہ جو اس کتاب کو
خلوصی نیت سے پڑھے گا، پیارے پڑھے گا، اس کی نیت بھی ہمیشہ کے لئے

جائے گا۔ وہ عشق کے بھر بیکار میں غوطہ زن ہو کر اپنے مقصد کے سب سے قیمتی
ہمیرے کو پالے گا۔

دعا ہے کہ پیار اللہ ہم سب کو اپنی محبت کی شناسائی عطا کرے۔ آمين۔
یارانِ محبت!

قلندر نے جب سلسلے کا منصب سنبھالا تو اس وقت دو اہم کام ہمارے
سامنے تھے۔ ایک یہ کہ والد بزرگوار سید رسول شاہ خاکی ﷺ کے سلسلے کو سنبھالنا
اور دوسرا اپنے سلسلے کا آغاز کرنا جو کہ سیدی غوث پاک ﷺ کی جانب سے سونپا
گیا تھا۔ اللہ اور رسول پاک ﷺ کی مدد سے اور سیدی غوث پاک ﷺ کی نظر
سے اور اپنے آباء اجداد کی دعا سے اس ناجائز نے سابقہ سلسلے کو سنبھالا اور اپنے
سلسلے کا آغاز کیا اور با قاعدة ”محبتِ مشن“ کا قیام کیا جو کہ چند سالوں میں پھیل کر
بین الاقوامی سطح پر اب کام کر رہا ہے۔

یارانِ محبت!

ہمارے محبتِ مشن کا مقصد تمام بني نوع انسان میں آپس کی محبت پیدا
کرنا اور مزید برآں تمام مسلمانوں میں آپس کی محبت پیدا کرنا اور یہ کہ تمام وہ
لوگ جو اس سلسلہ اور محبتِ مشن سے فسلک ہیں، ساتھ ہم شاہیں ہیں، ان میں آپس
کی محبت پیدا کرنا اور پھر رہنمای کی محبت میں چل کر، محبتِ مصطفیٰ ﷺ حاصل کرنا



پیش لفظ

اللہ کے پیارے، محبوب، مقرب بندوں کا ذکر اسی اللہم زل کی سنت ہے۔ قرآن مجید جہاں ایک مکمل ضابطہ حیات اور نظام زندگی ہے (عبادت، معاملات، اوامر و نواہی، زندگی کے معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی غرض یہ کہ ہر شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں رشد و ہدایت کا منبع ہے) وہاں وہی کلام انہی اپنے بارے میں یہ اعلان بھی کر رہا ہے کہ:

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخِذْنَاهُ إِلَيْ رَبِّهِ سَبِيلًا۔ (۱)
”بیکھ یہ صحیح ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔“

یہ کسی کا ایسا تذکرہ ہے جو بندے کو رب سے ملا دیتا ہے۔ اسکی کون ہیستی ہے؟ فرمایا اپنے محبوب سے:

وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ۔ (۲)
”اور بیکھ دہ شرف ہے تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے۔“

(مفہوم: بے شک اے محبوب ملکِ اللہیم یہ تیرا ذکر ہے اور تیرے غلاموں، تیرے

(۱) سورۃ المزمل، ۲، آیت ۱۹

(۲) سورۃ الزخرف، ۳۳، آیت ۲۲

درست ہو جائے گی، اسے پیار بھی ہمیشہ ملتا رہے گا اور اس کی مرشد کی طرح رہنمائی بھی ہوتی رہے گی۔

اللہ ہمارے دلوں پر نظر رحمت کرے اور اپنے محبوب ملکِ اللہیم کا صدقہ ہمارے دلوں کو لذتِ عشق چکھا کر اپنی مستی میں مستوار بنادے۔ آمین۔

پیرستوار قلندر سید محمود الحسن شاہ فاقی





مولانا روئی گھٹلے فرماتے ہیں:

چوں شوی دور از حضور اولیاء
در حقیقت گشته دور از خدا
عام من خواهند هر دم نام پاک
ایں اثر نکند چوں نبود عشق پاک
مهر پاک درمیان جان نشان
دل مده الابمیر دل خوشان
(اے انسان اگر تو اللہ کے ان دوستوں کی محبت اور رفاقت سے دور ہو گیا تو
درحقیقت تو اللہ پاک سے دور ہو گیا کہ عام لوگوں میں اور ان اللہ والوں میں بہت
فرق ہے۔ عام لوگ بھی اللہ کا نام لیتے ہیں مگر تائید و برکت وہ قورآن اللہ والوں کے
پاس اسلئے ہوتا ہے کہ ان کا دل عشق الہی کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے۔ اس لئے
ان لوگوں کی محبت اپنے دل و جان میں راخ کروان پا نہ ان لوگوں کے حوالے کر دو
جن کے دل محبوب حقیقی سے پیار کی وجہ سے خوبصورت اور پیارے ہیں۔)

الذریعۃ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبْلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ۔ (۱)

”اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں
گے اور پیکھ اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔“

(۱) سورۃ العنكبوت، ۲۹، آیت ۶۹

پیاروں، تیرے نام لیواوں، تیری قوم کا ذکر ہے)۔
گویا محبوب خدا، سید المرسلین، راحت العاصمین ﷺ کا ذکر پاک
ایسا ہے جو کرتے کرتے انسان رب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

امام الانبیاء احمد مجتبی، رسول خدا ﷺ کے سر پر ختم نبوت کا تاج جما
ہے۔ انقطاع نبوت کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کے نائب وہ صوفیاء، فقراء، فندر
ہیں جو امت مسلمہ کا رشتہ اللہ اور اس کے پیارے نور علی نور رحمت عالم ﷺ
سے جوڑ رہے ہیں۔ جو دنیا کی محبت سے رشتہ توڑ کر فقط اللہ میل کی یاد میں
مست است ہیں۔ یہ نقوص قدیمه جو سراپا اتباع رسول ﷺ، پیغمبر اطاعت و بنندگی
ہوتے ہیں اور ہمیشہ اثابت و اجابت کی را ہوں پر گامز نہ رہتے ہیں۔ مردہ دلوں،
پیار روحوں کو حیات بخشنے والے، اپنے قیضان نظر سے حال دل بدل دینے والے
لوگ ہمیشہ سے قابل ذکر رہے ہیں۔ ان کے اخلاق و کردار، اقوال و خطبات،
کیفیات و مشاہدات، مجاہدے اور ریاضتیں، ان کی خلوتیں اور جلوتیں، ان کے
حالات و واقعات اہل ایمان کے لئے ہمیشہ مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔ اہل
محبت ان اولیاء کرام، فقراء اور عارفین کے تذکرے ہر دور ہر زمانے میں کرتے
رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ راونت کے مسافروں کے لئے یہ تذکرے راحت
جان بھی ہوتے ہیں اور زادِ سفر بھی بنتے ہیں۔



گویا رب کی معیت، رب کی رفاقت اور دوستی کے حقدار بھی محبوب
ہندے ہیں جو صادق و قلص، عامة الناس کے لئے رشد و ہدایت کا پکر ہیں۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اپنی کتاب ”ترکیہ و احسان“ میں فرماتے ہیں:
”تاریخ اسلام میں سے ان صادقین و مخلصین کو جن میں ایک ایک آدمی
اپنے عہد کا گل سر بز، منارہ نور اور نوع انسانی کے لئے مشرف و عزت کا باعث
ہے نکال کر دیکھیں کہ ان کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔ اور اگر ان پر اعتناء نہیں کیا جا
سکتا تو پھر کون ہی جماعت لاکن اعتماد اور سرمایہ افخار ہوگی؟“

بقول امام احمد رضا خان بریلوی

آج لے ان کی پسناہ آج مدد مانگ ان سے
کل دہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

شیعیان، شیعیان، آج مدد مانگ ان سے
مخدود الحسن شاہ خا کی صوفیائے وقت میں ایک روشن و تابندہ ماہتاب ہیں آپ ایسے
مرشدِ کامل ہیں کہ آپ کے نیفانِ نظر سے طالب صادق نورِ معرفت سے قلب کو
منور پاتا ہے۔ وارثتگی اور محبتِ حقیقی کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ آپ کی توجہ
مرید صادق کو وجود ان ورع فان بخشتی ہے۔ آپ مشکل سے مشکل بات کو اتنا

آسان اور عام فہم کر دیتے ہیں کہ دل جھوم جاتا ہے۔ آپ کا پیار ذکر و فکر کی
عادت ڈالتا ہے جلوتوں اور خلوتوں میں حق تعالیٰ کی یاد اور سچا پیار یوں عطا فرماتے
ہیں کہ جھوٹوں میں برسوں کا سفر طے ہو جاتا ہے۔

عبادت و خیست کے رنگ، پیار اور محبت کے انوار، ذکر و فکر کی تجلیات،
حقیقت و معرفت کے اسرار و رموز، وہ کون کون سے عقدے ہیں جو محبت مرشد
میں کھلنے نہ ہوں۔ مجھے چیزے ناکارہ اور قلیل و قال کے فالغوں میں الجھے رہنے والوں
کو طریقت و معرفت کے انوار سے آشنا کر دینا میرے پیر و مرشد شاہ قلندر ہی کا
طرہ امتیاز ہے۔

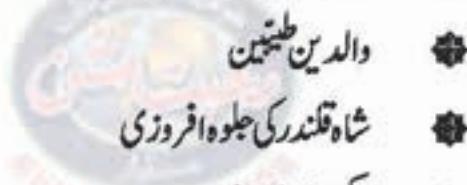
طف میں تجوہ سے کیا کھوں زاہ
ہائے بکجھت، تو نے پی ہی نہیں

شاہ قلندر بیہر مسٹوار کی ذات اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو الفاظ و
بیان میں ڈھالنا، آپ کی گنتگو کو حاطہ تحریر میں لانا، ایک طالب صادق کے لیے
ان چیزوں کو منظم و مدقان کرنا آسان بات نہ تھی۔ میری جان قربان ہوا پہنچے مرشد
پاک پر اس کتاب میں اگر کچھ صحیح ملتا ہے تو یہ فقط انہی کافیفان نظر ہے، کوتا ہیاں
اور خامیاں ہیں تو اس لئے کہ مجھے چیزے ناکارہ ہندے نے اپنے تیس ایک کوشش کی
ہے۔



باب اول

حالاتِ زندگی



- خاندانی پس مظہر۔ شجرہ نسب
- والدین طبیعت
- شادقلندر کی جلوہ افروزی
- کم سنتی میں شاہنشاہ انداز
- تعلیم و تربیت
- شادقلندر اور اہل خانہ
- رشد و ہدایت کی مندمبارک پر آپ کارونق افروز ہونا
- شہر دلبر۔ مخدوم پور شریف

اللہ رب العالمین پیر و مرشد کو عمر خضر عطا فرمائے اور اس میخانے سے طالبان حق کو ہمیشہ پیار و محبت، حقیقت و معرفت کی میئے ملتی رہے۔ آپ کے فیضات و برکات سے عالمین فیضیاب ہوں۔ (آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ)۔

خاک پائے قلندر

امتیاز جاوید غاکوی





حالاتِ زندگی

پیغمبر تواریقاندز

خاندانی پس منظر

ایں خانہ ہمہ آفتاں است، بے شک
حقیقت چوشمس، نصف روز روشن

سید محمود حسن شاہ خاکی سندھیں شاہ قلندر، پیر مستوار کے خوبصورت
القاب سے پکارا جاتا ہے۔ آپ ایک معروف ولیٰ کامل، معاشرے کے روحاںی
مصلح اور طبیب، ساقیٰ کوثر کے عشق کی میئے پلانے والے، اسلام کے ایک ایسے
دائی ہیں جو پاکستان کے پیشتر علاقوں کے عوام و خاص میں بہت محبوب و مقبول
ہیں۔ آپ کا خاندان ہمیشہ سے دینداری، تقویٰ اور پرہیزگاری میں ایک عالم
کے لئے مشعل راہ ہے۔

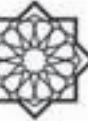
شاہ قلندر پیر مستوار اعلیٰ نسب، حنفی سید ہیں۔ پیر ان پیر دیگر حضور غوث
الاعظم شیخ عبدالقدار جیلانی ہمیشہ کے صاحبزادے سید عبدالعزیز زادق ہمیشہ کی نسل

پاک سے ہیں۔

مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی رحمہ اللہ علیہ اور حسنیں کریمین ہمیشہ کے
اسماے مبارکہ آجائیں تو ٹوٹا ہیں اس نسبت کی حیاء میں ادب سے اس خانوادے
کے لئے جگ جاتی ہیں، کران سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ نسب کیا ہو گا۔

شاہ قلندر کے آباء اجداؤ مقبوضہ کشمیر (سری گلگ) میں مقیم ہوئے۔

شروع سے ہی آپ جناب کے خاندان کا ماحول مافق القطرت رہا۔ آپ کے
خاندان کو کشمیر میں ”سُخُو“ خاندان کہتے ہیں۔ ”سُخُو“ کشمیری زبان کا لفظ ہے جس
کا مطلب مجدد، مست ہے یعنی آپ کا خاندان مجددوں کے خاندان کے طور
پر مشہور ہے۔ حضرت داؤ دشادخا کی ہمیشہ آپ کے خاندان کی بارہوں پشت
میں اپنے وقت کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ یا اپنے زمانے میں قاضی القضاۃ
تھے اس لئے رہنا سہتا، چال ڈھال، نہایت شاندار تھی، آپ اپنے بلند مرتبے اور
فقہی مہارت کی بنابر ”ابو حنفیہ بن حنفی“ کے نام سے مشہور تھے۔ سلطان العارفین
ہفتم حضرت مخدوم حمزہ ہمیشہ کی نظرِ خاص سے حضرت داؤ دشادخا کی ہمیشہ منصبی
جاہ و جلال سے روحانیت اور تصوف کی طرف آئے، اپنے آپ کو ختم کیا اور بالکل
منی کے ساتھ مٹی ہو گئے۔ حضرت مخدوم حمزہ ہمیشہ نے انہیں چلہ بتایا جس پر وہ
ساری ہی چار سال زمین کے اندر خدق کھود کر رہے اور اس کے بعد جب انہوں



والدین طبیین

حضرت سید رسول شاہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد احسن شاہ خاکی پیر مستوار قلندر مرشد مجدد بان و سالکان، سلطان الاولیاء، امیر شریعت، فقیر لاثانی، اعجاز ہادی حضرت سید رسول شاہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خوش نصیب بڑے صاحبزادے ہیں۔ حضرت سید رسول شاہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ شادقلندر کے والد محترم ہی نہیں بلکہ آپ کے مرشد و مربی بھی ہیں۔

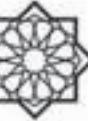
سید رسول شاہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ فطرت مجدد بود تھے۔ ان پر جذب اور ریف و مستقی کا غلبہ ہمہ وقت رہتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کم گوئی اور خلوت نہیں کو ہمیشہ پسند فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جذر امجد حضور سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر خصوصی نگاہ کرم رہی خواہ وہ بیعت کا معاملہ ہو یا روحانی منازل طے کرانے کا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس علاقے میں جاتے اس وقت کے اہل نظر اولیاء کرام کی توجہ کا مرکز رہتے۔ موہرہ شریف کے غوث زماں حضور بابا جی قاسم رحمۃ اللہ علیہ (جو خدا یک کامل رہنمائتھے) نے آپ کو تمام روحانی منازل طے کروائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فگر فگر، بستی بستی، اللہ کی چاہت میں مستغرق، اس کے پیار کی چاشنی لوگوں میں

نے حضرت داؤد شاہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دی تو مٹی مل رہی تھی اور وہ اللہ اللہ کر رہے تھے۔ اس دن سے سب انہیں ”خاکی“ کے نام سے پہچانے لگے۔ اس وقت سے ”خاکی“ کا لقب اب تک اس خاندان کے لئے مخصوص ہے۔

شاہقلندر کے والد محترم پیر مجدد بان و سالکان و قلندران حضرت سید رسول شاہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ مُحَكْمُ الْحِلْمٍ مُحَمْدٌ بُور شریف تشریف لائے اور اس بیان، غیر معروف جگہ کو مرکز انوار و تجلیات بنادیا۔

شاہقلندر نسب و کسب میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ آپ کے شجرہ نسب پر نظرڈالیں تو اسلاف میں ابو ذکر یا سید شیخ سیف الدین سعیٰ رحمۃ اللہ علیہ، سید شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، سید محمد داؤد شاہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ، سید موسیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر اولیاء کے نام ملتے ہیں اور آپ کے والد محترم اعجاز ہادی، پیر مجدد بان و سالکان حضرت سید رسول شاہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عالم فیضیاب ہوا۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو' ہے عسین نور تیراس بحد ران نور کا



امی حضور ﷺ

قابل صد احترام جنابہ "امی حضور" کوشادقلندر بیرون مسٹوار کی والدہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ ﷺ کی پاکیزگی، نیکی اور تقویٰ کی اس سے بڑی علامت اور کیا ہو گی کہ آپ ﷺ کو ایک ولی کامل کی زوج اور شادقلندر بیرون مسٹوار کی والدہ ہونے کا اعزاز و اکرام ملا ہے۔ دونوں سے اتنی خاص قریبی نسبت جہاں آپ ﷺ خلوتوں کی امین رہیں وہاں آپ ﷺ انور حقیقت کے رنگ میں بھی رہ گئیں۔ آپ ﷺ ایک متحرک عبادت گزار صالح خاتون تھیں۔ عبادت الہی، خیثت الہی، اور عشقِ الہی کے انوار و تجلیات میں ڈولی رہنے والی "امی حضور"۔ مکسر المراج، سادگی اور استغفار کا پیکر، آنے والی مہماں خواتین کو دن رات خوش آمدید کہتا، اور ان سے مثالی حسن سلوک آپ ﷺ ہی کا خاصہ تھا۔ انتہائی شفیق و مہربان اور مہماں نواز تھیں۔

باتوں میں ایک خلوص، لبھے میں اک ممحاس
ہم کو لبھا گیا آپ کا انداز لفتگو

برسون آپ ﷺ کا معمول رہا کہ صبحِ شنبیک (۳) تین بجے بستر چھوڑ دینا اور یادِ الہی میں گم ہو جانا، کبھی سجدہ ریزیاں، کبھی ذکر اذکار اور کبھی دعاوں اور

بانٹتے رہے۔ جہاں آپ ﷺ نے روحانی فیوضاتِ مختل کئے وہاں اہلِ محبت نے قدم قدم پر اس رب کی آپ ﷺ سے محبت کی علاقوں میں آپ ﷺ کے جسم کا پر نور ہوتا، آپ ﷺ کے اعضاء کا جسم سے الگ ہوتا، ذکر کے انوار اور اسکی کمی کرامات کا قدم قدم پر ظہور دیکھا۔ جس کی تفصیل کسی حد تک کتاب "تذکرہ غائب" میں ملتی ہے کہ:

باقر ہے اللہ کا، بمندہ مومن کا باق
غالب دار آفریں کارکشا و کارساز

جذب و مسی میں پیشتر اوقات رہنے کے باوجود آپ ﷺ پاہندہ شریعت، علمی و ادبی ذوق رکھنے والے اعلیٰ پائے کی شخصیت تھے۔ آپ ﷺ تحریکِ منہاجِ القرآن اور پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علمی فکری دینی کاموں کو تحسین کی لگاہ سے دیکھتے تھے۔ "شیخ الاسلام" کا لقب بھی آپ ہی نے پہلی مرتبہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو دیا۔ تحریکِ منہاجِ القرآن کے واہستان کو بہت خوشدنی سے آپ ﷺ نے ہمیشہ مخدوم پور شریف میں خوش آمدید کیا۔ ان کی روحانی و باطنی اصلاح فرمائی۔ آپ ﷺ فنا میں اللہ تھے۔ آپ ﷺ کی تربیت کے انداز اور رنگ شادقلندر میں جملکتے ہیں۔ آپ کے فیوضات و برکات کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ آپ ﷺ کا مزار پر نورِ صبح خاص و عام ہے۔



شادِ قلندر کی جلوہ افروزی

اس عالم ناسوت میں اللہ کے محبوب و مقرب بندوں کی آمد کا اعلان پہلے سے کیا جانا سنت الہیہ ہے۔ کچھ لوگ اپنی شکیوں اپنے اعمال کے سبب اعلیٰ مقامات پاتے ہیں۔ اور دنیا کے لئے مشعل راہ بھی بنتے ہیں۔ کچھ چنیدہ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں بھیجا ہی اسلئے جا رہا ہوتا ہے کہ عالم ان سے فیضیاب ہو۔ یہ لوگ رحمتِ الہیہ کی ہی ایک صورت ہوتے ہیں۔

سید الکوئین، شمسِ الحجی، بدرا الدینی سرور دو عالم حضور ﷺ کی آمد کی اطلاع تمام انبیاء کرام ﷺ دیتے چلے آئے۔ سب کو مبشر اور آپ ﷺ کو مصدق بننا کر بھیجا گیا۔ جیرانی پیر دشکیر حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی آمد کا چرچا بھی کئی سو سال رہا۔

بعینہ شادِ قلندر سید محمود الحسن شاہ مدنگل کی آمد کی اطلاع بھی پا کیزہ ہستیوں کے ذریعے پہلے سے دی گئی۔ آپ قدوۃ الاولیاء حضرت داؤد شاہ خا کی رضی اللہ عنہ اس خوشخبری کے مصدق ہیں کہ ہماری ہر نسل میں ایک بچہ مادرزاد فقیر پیدا ہو گا اور اپنے آباؤ اجداد کی وراثت کا امین ہو گا۔ سینہ پر سینہ، نسل در نسل جہاں یہ خوشخبری منتقل ہوتی آرہی ہے وہاں اس بچے کی بھی نشاندہی دیگر واقعات و

الجاؤں کے رنگ لئے ان لمحوں میں جب ماہہ پرستی میں ڈوبی خواتین گہری نیند کے مزے لیتی ہیں۔ اسی حضور ﷺ ان لمحوں میں اپنے رب کو منانے میں مصروف ہوتیں، اور کیوں نہ ہوں۔

ایک جہاں جس گھرانے سے رہنمائی لیتا ہے۔ جن کا ہر عمل، ہر کام قابل تقلید سمجھا اور جانا جائے ان سب کو ایسا ہی مثالی ہونا چاہیے۔ اہل حملہ کے دکھ درد میں شریک رہتا۔ خواتین کے مسائل کو دن بھر حل کرنے میں لگے رہنا، ساتھ میں مہماںوں کے لئے کھانے، چائے کا بھی وصیان رکھنا آپ ﷺ کے پر خلوص جذبوں کا اظہار ہے۔ کہ:

جو اصلی گرفت ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراغی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیاد
بیرون مرشد شادِ قلندر جب کبھی ملک بھر کے دورہ جات اور مخالف کے سلطے میں دیگر شہروں میں تشریف لے جاتے تو بعد میں پریشان حال خواتین کی رہنمائی اور تحویلات کا کام بھی اسی حضور خود سرانجام دیتی تھیں۔ اللہ پاک ہم خواتین کو بھی ان کے جیسا ذوق عبادت عطا فرمائے۔ (آمین، بجاہ سید ارسلین)

اللہ کی اطاعت، اپنے محبوب رسول ﷺ کی محبت سے سرشار اسی حضور، 27 مارچ 2013ء بروز بده، ۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ کو اپنے خالق حقیقی سے چاٹلیں۔



گویا کہ سات ولیوں کی ولایت "مُحَمَّر ولایت" کے ساتھ مادرزاد عطا کر دی گئی تھی اور یہ نشان اب بھی موجود ہیں۔ غسل کے بعد محمود سرکار کو حضرت سید رسول شاہ خاکیؐ کے پاس دربار میں لے جایا گیا، انہوں نے خود اذان دی۔ آپ کے من میں شہد ڈالا اور رب تعالیٰ کے حضور سجدہ شکردا کیا۔ کیونکہ آپ کے چہرے اور جسم کی علامتوں نے آپ کے قلندر ہونے اور ولایت کا حامل ہونے کی نشاندہی کر دی تھی تین دن تک آپ نے ماں کا دودھ نہ پیا۔ حضرت سید رسول شاہ خاکیؐ کو خبر دی گئی تو وہ تشریف لائے۔ محبت سے آپ کو انٹھایا اور سمجھدار اور باشدور لوگوں سے جس طرح بات کی جاتی ہے اس طرح سے آپ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:

"بیٹا۔ بھی ماں ہے تمہاری۔ اب میں تمہارے لئے دائیٰ حیمه جیسی سیرت والی کہاں سے لاؤں۔ اب بھی ماں ہے۔ اسی کا دودھ پیو۔"

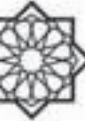
اس کے بعد آپ نے گویا بات کو سمجھ لیا اور پھر بناضد کئے ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔

اہل ایمان ہمیشہ ایسے نام پسند فرماتے ہیں جن کی نسبت کسی نہ کسی طرح اپنے آقا مولیٰ، رحمتِ عالم نور جسم حضور ﷺ سے ہو اور یہ نسبت ساتھ اگر بت تعالیٰ سے بھی مل جائے تو کیا ہی حسن و جمال اس نام میں سست آتا ہے۔ کچھ

حالات سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؐ سے حضرت سید رسول شاہ خاکیؐ کا ایک خصوصی پیار و محبت، اور رہبری اور رہنمائی کا تعلق ہمیشہ قائم رہا۔ حضور سیدنا غوث الاعظمؐ نے انہیں خواب میں بشارت دی کہ آپ کے ہاں "ہمارا محمود" آرہا ہے گویا آنے والے کا نام تک تجویز کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ سید عبداللطیف المعروف امام بری سرکارؐ بھی حضرت سید رسول شاہ خاکیؐ کے پاس خواب میں تشریف لائے اور "مُحَمَّد الحسن" نام انہوں نے بھی تجویز کیا۔

اعجاز ہادی، سلطان الاولیاء حضرت سید رسول شاہ خاکیؐ نے اپنی زوجہ (ای حضورؐ) کو بتایا کہ میرا بیٹا آنے والا ہے جس کی شان عالی و نرالی ہو گی۔ وہ سات ولیوں کی ولایت لے کر دنیا میں آئے گا اور "قلندر" ہو گا۔ پوچھا گیا کہ کیسے پہچان ہو گی کہ وہ اتنے اعزازات کا حامل خوش بخت بچہ ہے۔ تو فرمایا کہ وہ تصدیق کی مہریں لگو کر آئے گا۔ اس کے بعد پر سات نشان ہوں گے جو بیان حال خود اس کی بلند شان کو بیان کرنے والے ہوں گے۔

ای حضورؐ فرماتی ہیں کہ جیسے ہی محمود سرکار (نومولود) کو غسل دیا گیا تو جسد با برکت پر وہ سات نشان نورانی روشنی لیے نمایاں ہو کر چکنے لگے۔ ان کا رنگ جسم سے جدا گہرا سرخی مائل تھا۔



کم سُنی میں شاہانہ انداز

انہائی کم سُنی میں ہی آپ عام پھول سے بہت مختلف اور اعلیٰ اطوار لئے ہوئے تھے۔ کچھ جذب و مسی کے رنگ تھے۔ کچھ شاہانہ قلندری انداز تھے کہ ہر جگہ ہر مقام پر الگ اور منفرد ہی دکھائی دیتے تھے۔ بچپن سے ہی کھانے پینے کی کبھی پرواہ نہ کی اور نہ ہی ان چیزوں کو کبھی اہمیت دی۔ اسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ محمود سرکار کی عمر فقط تین سال تھی جب سے آپ روزے رکھتے آرہے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے اصرار کیا کچھ کھاپی لیں تو فرماتے ہیں ہم نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

ایک دفعہ دیکھا کہ چھوٹے سے برتن کو چوپ لئے پر رکھ کر ججھ ہارے ہیں، پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں، فرمایا انگر پکار ہا ہوں۔ آج تک انگر جاری ہے۔

خلوتوں میں رہنا ہمیشہ پسند فرماتے خاموش طبع، کم گوتھے اور شروع سے اللہ کے ذکر و انگریں ڈوبے رہتے تھے۔ مرید کے ایک اسکول سے مروجہ عصری علوم کا آغاز کیا مگر عجب عالم ہے دروسی اور بے نیازی کا کہ اس عمر میں کبھی نہ کبھی کسی چیز کو لینے کے لئے ضد کی اور نہ ہی کسی چیز کی کمی پر برا منایا۔ آپ بچپن کے نافیوں، چاکلیبوں کے شوق سے ماوراء قلندری رنگ لئے ہوئے تھے۔ ضرورت پڑی تو کھانا سادہ طریقے سے کھالیا اور بیاطن اس محظوظ حقیقی کے ذکر اور یاد سے

اسماع مبارکہ ایسے ہیں جو رب تعالیٰ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

مثلاً ”عزیز“، ”روف“، ”رجیم“ وغیرہ۔ ” محمود“ بھی ایسا ہی اسم مبارک ہے جو اللہ کا بھی ہے اور آقا مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نام مبارک ہے۔ پھر اس نام میں روحانی و باطنی توجیہات فقط الال نظر کے لئے ہیں کہ آپ قلندری صفات سے بہرہ ور ہو کر اس عالم ناسوت میں جلوہ افروز ہوئے۔

بندے کو ہی اس نے کامل جہاں بنایا
لباس بشر کے اندر لامکاں بنایا
(بیرست لائلند)



روحانی جلالی تاثیر خاہر آبھی اپنے اثرات دیتی تھی۔ حتیٰ کہ جس جگہ کیڑے ہوتے شاہ قلندر پاؤں پھیر دیتے تو کیڑے ختم ہو جاتے۔

سب سے مشکل کام نہانا لگتا تھا، جذب کے رنگ میں ان مادی پابندیوں کو ماننا بہت مشکل دکھائی دیتا۔ تھائیوں، خلوتوں، سنان جگہوں پر پھرتے رہنا اچھا لگتا تھا۔ عمر کے ساتھ جگہیں تبدیل ہوتی رہیں مگر ذوق خلوت زندہ رہا اور ان سنان جگہوں پر جنگل اور جھاڑی تماوار ختوں میں گھنٹوں پھرتے ہوئے کبھی حشرات الارض کا خوف قریب نہ پھنکا۔

مشاهدوں اور خواجوں کے ذریعے آنے والے دور کی، مستقبل کے حالات کی خبر ہو جاتی۔ آپ بہت کم سن تھے جب بھنو نے ایکشن لڑا۔ اس کم سنی میں بھنو کے برسر اقتدار آنے سے قبل آپ نے بھنو کے فرے لگا کر بتایا کہ بھنو اب آئے گا اور حقیقتاً بعد میں ایسا ہی ہوا۔

کبھی کسی غلطی پر سرزنش کرتے ہوئے والد محترم حضرت سید رسول شاہ خاکی صلی اللہ علیہ وسالم نے آپ کو مرے میں بند کیا تو کچھ دیر بعد دیکھا گیا کہ آپ چھٹ پر یا باہر موجود ہیں وہ بند دروازے کی چھٹی کیسے کھلی واللہ اعلم۔

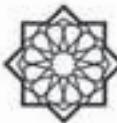
ایک مرتبہ حضرت سید رسول شاہ خاکی صلی اللہ علیہ وسالم نے پانی کی ضرورت بڑھ جانے کی وجہ سے زمین میں بورنگ کرائی چاہی، شاہ قلندر بیرونستوار نے پاس

ہی وہ قوت جسمانی ملتی رہی جو فقیری کا خاصہ ہے۔ نہ محلوں کی پرواہ ہے نہ یار دوستوں کی۔ ہر دم ہر لمحہ اس محظوظ حقیقی میں گم ہیں۔ ۵ پانچ سال تک روٹی نہیں کھائی صرف دودھ پر گزارہ کر لیتے۔ اسکوں جانا شروع کیا تو کھانے کے چند لفے بھی لینے شروع کئے پیدل اسکوں جایا کرتے تھے۔ کبھی ستاہیں اسکوں چھوڑ آتے اور کبھی بستہ ہی بھول جاتا۔ ننگے پاؤں آرہے ہیں تو احساس نہیں کہ جوتا اسکوں میں ہی رہ گیا۔ اقبال صلی اللہ علیہ وسالم فرماتے ہیں:

غائی و نوری نہاد ، بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امید میں قلیل اس کے مقام دبیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلوار

ایک مرتبہ کم سنی میں ایک بچھوٹیں چار چھوٹے بچھوپھوں سمیت ہتھیلی پر رکھ کر لے آئے۔ اسی حضور صلی اللہ علیہ وسالم فرماتی ہیں کہ میں یہ ماجروہ دیکھ کر ڈر گئی۔ حضرت سید رسول شاہ خاکی صلی اللہ علیہ وسالم نے تسلی دی فرمایا اس کو کوئی نہیں کاٹے گا، یہ سانپ بھی پکڑ لے گا تم پر یثان نہ ہو۔

عمر کے اس دور میں بھی قلندری زبان سے جو کچھ لکل جاتا پورا ہو جاتا۔ لوگ دعاوں کے لئے اپنے گھر لے جایا کرتے تھے۔ جسم میں ذکر و افکار کی



پہنچے اور ہنے، نشست و برخاست، میل ملاقات، کھانے پینے میں حد درج سادگی اور استغفار بچپن میں بھی تھا اور یہ رنگ آج بھی ہے۔ آپ کا ذوق انتہائی اعلیٰ اور نفیس بھی ہے۔ چیزوں کے انتخاب میں آپ کے حصہ انتخاب کی داد دینی پڑتی ہے۔ دنیا سے بے نیازی کے رنگ جو آج نظر آتے ہیں ان کی جھلک بچپن سے ہر کام میں موجود تھی۔

تو حیدر یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خمامیرے لئے ہے

پیر رسول شاہ خا کی صاحب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

”میاں اس (محمود کار) کا رنگ نہ لالا ہو گا۔ اسے دم تھویڈ دینے کی بھی ضرورت نہ ہو گی۔ جس کو دیکھ لے گا اس کا کام بن جائے گا۔ ”انظر قرآن“
آج لاکھوں لوگ حق نظر سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔“

سے گزرتے ہوئے فرمایا ”پانی نہیں نکلے گا“، تین چار مرتبہ کوشش کے باوجود بورنگ نہ ہو سکی اور پانی نہ نکلا۔

بچوں کے درمیان ہوتے تو ان میں گھل مل جاتے۔ عام بچوں کی طرح رہناز یادہ پسند فرماتے اگر کوئی اس دور میں پیر صاحب کہہ کر بلا تاتا تو ناگوار گزرتا، جہاں بہت سے ساتھی اور اساتذہ پہچان کر بہت عزت و احترام دیا کرتے تھے وہاں بہت سے لوگ حسد کے مارے ساز شیں بھی کیا کرتے تھے۔

شاہقلندر کو بچپن ہی سے تنکا ہاتھ میں رکھنے کی عادت تھی۔ ایک مرتبہ چند لڑکوں نے آپ کو تلک کرنے کے لئے تنکا توڑا ڈالا، آپ خاموش رہے آپ نے ان لڑکوں کو کچھ نہ کہا۔ پہلی تک خبر پہنچی تو اس نے ان لڑکوں کو یہ کہتے ہوئے ڈانٹا کہ محمود صاحب تو تسلیکے پر اللہ کے ذکر میں معروف رہتے ہیں تم لوگوں نے ایسا کیوں کیا۔ پھر وہ لڑکے نا صرف اس کلاس میں فیل ہوئے بلکہ اپنی عملی زندگی میں اب تک ناکام و نامراد ہیں۔ یہ اللہ کے ولیوں کی شان ہے کہ انہیں پریشان اور تلک کرنے والوں کو اللہ بھی معاف نہیں فرماتا۔

حدیث قدیمی ہے:

من عادی لی ولیاً فقد آذنته بالحرب۔ (۱)

”جو میرے کسی ولی سے ڈھنی رکھئیں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔“



ند پوچھ جان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھاں کو
ید بیضا لئے بیٹھے میں اپنی آسمیوں میں
ترستی ہے نگاہ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے، انہیں خلوت گزینوں میں

شاہ قلندر پیر مستوار ہمیشہ اپنے والد بزرگوار حضرت سید رسول شاہ
خاکی کی تربیت اور توجیہات کا مرکز و محور ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سید رسول

شاہ خاکی نے فرمایا:

”میں نے زندگی میں جو کچھ حاصل کیا اس کے حوالے کر دیا۔“

ساری ساری رات جاگ کر گزارنا والد گرامی کا معمول تھا جو شاہ قلندر
نے بھی اپنایا۔ حضرت سید رسول شاہ خاکی نے اپنی زوجہ سے فرمایا کہ میرا
یہ بیٹا بہت خاص الفیض ہے اس نے دین کا بڑا کام کرنا ہے۔ امی حضور پھٹکا فرماتی
ہیں کہ میں نے عرض کی دنیا اور دین دونوں عطا کیجئے تو خاموش ہو گئے۔ جمعر کے
دن نماز کے بعد گھر تشریف لائے اور فرمایا:

”میں نے دعا کر دی ہے۔ یہ جدھن نظر کرے گا تو سب کے بیڑے پار
کر دے گا۔ دین اور دنیا دونوں میں اعلیٰ مرتبہ پائے گا۔“

علم و معرفت کے خزانے دنیا میں جلوہ افروزی کے ساتھ ہی عطا کر دیئے

تعلیم و تربیت

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

اللہ یَعْلَمُ مَن يَشاءُ وَیَهْدِي إِلَیْهِ مَن يُنِيبُ۔ (۱)

”اللہ اپنے قریب کے لیے چن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف را دیتا ہے
اسے جو رجوع لائے۔“

بارگاہ صدیت سے پیدائش کے ساتھ ہی ولایت عطا کرنا سنت الہیہ
ہے۔ علماء اس آیت کریمہ کی روشنی میں حق کو پانے کے دورانے بتاتے ہیں راو
اجابت اور راو اتابت ایک فضل ربی سے پہنچے ہوئے منتخب لوگ ہوتے ہیں اور
ایک وہ جو عبادت و اطاعت، ریاضت و مجاہدوں کے ذریعے سفر کرتے اور راو
ہدایت کو پالیتے ہیں۔

جن لوگوں کو رب تعالیٰ چن لیتا ہے انھیں خود علم و معرفت عطا فرماتا
ہے۔ شاہ قلندر پیر مستوار ماوراء الدولی ہیں۔ محنت نہ تھی، طلب نہ تھی، ریاضت نہ
تھی بلکہ عطا ای علم و حکمت اور معرفت کا نور تھا جس سے شروع سے دل اور سینہ منور
تھا، طبیعت کو دنیا سے رغبت ہی نہیں، اسی کی حلاش، اسی کی جستجو ہمیشہ سے رہی۔



مروجہ طریقوں سے ہوتی رہی۔ استغاء اور دروٹی کی عجب شان ہے کہ رحیم یار خان دینی تعلیم کے لیے گئے والدہ نجفیت نے جاتے ہوئے 50 پچاس روپے دیئے۔ چھ ماہ بعد واپس آئے تو وہ 50 کا نوٹ اسی طرح سامان میں واپس آگیا۔ بیجان اللہ بھی دنیاوی خواہشوں اور ضرورتوں کی کشش اپنی طرف کھینچنے کے لئے۔

شیطان ملعون کا یہ دعویٰ کہ ”میں تیرے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لوں گا“ اور رب لمیزل کافرمان کہ:

إِنَّ عَبْدَهُمْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔ (۱)

”بیکھ میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔“

اس فرمان کا مقہوم ایسی ہی مثالوں سے سمجھ میں آتا ہے کہ حقیقت جو اللہ کے ہو گئے شیطان ان کے سائے سے پناہ مانگتا ہے۔ شاہ قلندر پر مستوار بندوں میں کی توجہ کا مرکز بچپن سے رہے۔ چکوال میں پان کی دکان پر جاتے تو ایک مخدوٰب آپ کو پیار بھری نظروں سے مس دیکھتا رہتا۔ جب بھی اہل اللہ لوگوں میں سے کوئی آپ کو دیکھتا تو دیکھتا چلا جاتا۔ آپ تاگے پر چکوال جاتے تو ایک مخدوٰب تاگے کے ساتھ ساتھ دوڑتا رہتا اور آپ کو دیکھتا رہتا جب واپسی کا

(۱) سورۃ الحجر ۱۵، آیت ۳۲

گئے تھے۔ والد محترم نے اپنا سارا علم منتقل کیا۔ اب شاہ قلندر کے اپنے رنگ، اپنی ریاضتیں اور مجاہدے تھے جو تین سال کی عمر سے شروع ہو گئے۔ دنیا سے منہ موڑ کر عمر کے اسی دور سے اپنی توجہ محبوب حقیقی کی طرف رکھی جس سے فیوضاتِ درحمۃ ربانی نے ہمیشہ اپنی آغوش میں لئے رکھا۔ لمحہ آگے بڑھتے رہنے کا سفر جاری و ساری رہا۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے پارے میں فرمایا:

وَلَلَّا خِرَةُ خَيْرٍ لَكَ مِنَ الْأُولَى۔ (۱)

”اور بیکھ پچھلی تمہارے لیے ہمیں سے بہتر ہے۔“

اور یہ سرکار دو عالم آقا و مولیٰ رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت کے خاص لوگوں پر کرم نوازی ہے کہ ہرنعمت اور ہر رحمۃ اللہ کی خیرات اپنے دوستوں اپنے پیاروں، محبوب اور مقرب بندوں کو عطا کی۔ شاہ قلندر کا سفر معرفت ہر آن ہر گھوڑی آگے کی طرف رواں دواں رہا۔ جو کہ مقام و مرتبے کے لحاظ سے، علم و معرفت کے حوالے سے، مظہر حق ہونے کے حوالے سے، ظاہری اور باطنی طور پر اظہرمن انتہس ہے۔

جهاں عصری علوم کا سلسلہ جاری رہا وہاں ظاہر اور حادی اور روحانی تعلیم بھی

(۱) سورۃ الفتح ۹۳، آیت ۲



والوں کو نظر آ رہی تھیں۔
 جسمانی درزش اور کھیل سے خصوصی دلچسپی رہی، پچوں کے ساتھ والی
 بال کھینا سب سے مرغوب شوق تھا۔ آپ کے والد محترم حضرت سید رسول شاہ
 خاکی بھائی بعض اوقات آپ کو جب کھیل کوڈ میں مصروف دیکھتے تو غصہ بھی
 دکھاتے اور ڈانٹ بھی دیتے کیونکہ ان کی نگاہ ان خاص کاموں پر تھی جن کے لئے
 شادقلندر کی خاص تعلیم و تربیت مقصود تھی۔ تاکہ عام پچوں کا کوئی شوق اس راہ میں
 رکاوٹ کا باعث نہ بنے۔ مروجع عصری علوم سے فراغت ہوئی، کانج کو خیر آباد کہا
 کر اپنی تشریف لائے تو PIA میں ملازمت کا شوق ہوا۔ والد محترم سے اجازت
 چاہی تو انہوں نے سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ نہیں آپ کی ڈیوٹی کہیں اور
 لگادی گئی ہے۔ اور کچھ ہی عرصے کے بعد والد محترم کی منڈ پر جلوہ افروز ہو کر اپنی
 ذمہ داریاں تعجیلی شروع کیں۔ والد گرامی نے ہمیشہ بھر پور توجہ دی۔ شادقلندر
 فرماتے ہیں کہ جس بات کے بارے میں سوچا والد گرامی نے فوراً اسی بات کی
 تشریح فرمائی حقیقت و معرفت کی باتیں رات کی نشت کا خصوصی حصہ ہوا کرتی
 تھیں۔ رات کو آپ کو ساتھ رکھتے، عبادت کے ذوق و شوق کو شروع سے ختم کیا
 گیا۔ شریعت کی حفاظت اور طریقت کی آیاری کے لئے ہر پہلو سے ہمہ جہت
 تربیت کی گئی۔ اسلئے جہاں دنیوی مصروفیات میں زیادہ گم نہ ہونے دیا وہاں

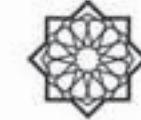
سفر ہوتا تو گویا وہ آپ کو دیکھنے کا منتظر ہوتا۔ واپسی میں بھی اسی طرح تاگے کے
 ساتھ ساتھ دوڑتا رہتا۔

ایک مجنوہ بہ خاتون مائی بلوچی بیڑی کی دکان پر کبھی شادقلندر تشریف لے
 جاتے تو آپ کا سو اگت ہمیشہ بڑے عجب انداز سے کرتی۔ آپ کو دیکھتے ہی خوشی
 سے پکارنے لگتی ”چن چن دے سامنڑے آجیا۔“

ایک ملک صفت آدمی سراور پاؤں سے برہنہ پورے شہر میں گھوما کرتا
 تھا دیکھنے میں پروفیسر گلت۔ اس کی توجہ بھری نگاہیں بھی شادقلندر پر بھر پور رہیں۔
 ایک مرتبہ آپ کو پکڑ کر بھالیا۔ آپ کے ہاتھ کو پکڑا بغور دیکھا اور پھر کہا۔ یہ کیا؟
 سب کچھ چھوڑ دو اور جاؤ چبے کے نیچے بیٹھ جاؤ۔ ایک اور مجنوہ بصفت آدمی
 عبد الرزاق آپ کے پاس آیا کرتا اور آپ کو دیکھتے ہوئے یہ شعر اکثر اس کی
 زبان پر رہتا۔

سیاستانِ احمدی کا چن میں ظہور ہے
 ہرگل میں ہر شے میں محمد کا نور ہے

یہ تمام واقعات بتاتے ہیں کہ آپ کو اہل نظر نے ہمیشہ پہچانا، اپنی
 بھر پور توجہ اور اہمیت دی۔ طوالت کے پیش نظر یہاں صرف چند کاشار یا ذکر کیا
 گیا ہے۔ کہ آپ کے بچپن ہی سے آپ کے اعلیٰ مقام و مرتبے کی علامتیں دیکھنے



آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ نے شاہ قلندر کو اپنے پاس ملا لیا۔ شاہ قلندر فرماتے ہیں:

”میں اس وقت چھ سات سال کا تھا ان کی چار پانی استعمال کرنے سے ساری رات میرا جسم لر زتار ہا۔“

ایک مرتبہ سنان کھیتوں میں اچانک بغیر کسی خاص وجہ کے ایک پتھر پر پاؤں لگا۔ درد کوئی خاص نہ تھا مگر حالت بدل گئی۔ جذب کی کیفیت کا غلبہ اس قدر تھا کہ ہوش نہ رہا۔ زبان سے کیا کیا ادا کیا کچھ خبر نہ رہی۔ تقریباً دو دن یہ حالت رہی۔ والد محترم نے اپنی بھرپور توجہ اور نگاہ میں رکھا ان پر خط کھینچا اور دم کیا، جسم میں پھر حرکت نہ ہوئی اور پھر حالت سنجھلتی چلی گئی۔

علم الاعداد، علم جموم پر شاہ قلندر کو خصوصی دسترس حاصل ہے۔ بغیر کسی استاد کے عطا تی علم ہے۔ اس کے علاوہ پتھروں کی پہچان، ان کی خصوصیات اور انسانوں پر ان کے اثرات پر ملکہ حاصل ہے۔ کسی ماہر جو ہر کی طرح فوراً اصل اور نقل کی پہچان کر لیتا آپ ہی کا خاصہ ہے۔ انسانوں کے لئے جو ہر شناس ٹگا ہیں پتھروں کو بھی جانچ لیتی ہیں۔ شاہ قلندر کو زمانہ طالب علمی سے اردو کا مضمون ہمیشہ پسند رہا۔ محبوب حقیقی کے ساتھ حقیقی پیار اور تعلق نے خاص علمی و ادبی ذوق عطا فرمایا۔ رب سے پیار بھری باتیں لطیف پیرائے میں کرنا ان محبوب اور مقرب بندوں کا ہی شیوه ہے۔

جذب کی کیفیات کی بھی حفاظت فرمائی۔ عرس کی محفل میں دوران ذکر جب بھی آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی تو والد محترم آپ کو جنگجوڑ دیا کرتے کہ یہ کیفیت غالب نہ آجائے اسی طرح زیادہ نعت خوانی سے بھی منع فرماتے کہ پہلے پڑھائی پر توجہ دو اسی حضور صلی اللہ علیہ وس علیہ فرماتی ہیں کہ حضرت سید رسول شاہ خاکی صلی اللہ علیہ وس علیہ فرمایا کرتے تھے اگر ہم نے ان پر صحیح توجہ نہ رکھی تو یہ یہاں سے چلے جائیں گے۔ آپ کے آنے جانے کی بھی خاکی شاہ صاحب صلی اللہ علیہ وس علیہ کڑی گفرانی فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام مزاروں پر بھی جانے سے منع فرماتے۔ فقط کلر کہار میں ہو با حسر کار صلی اللہ علیہ وس علیہ، دامن کوہ سار میں سید عبداللطیف المعروف امام بری سرکار صلی اللہ علیہ وس علیہ، لاہور میں داتا صاحب صلی اللہ علیہ وس علیہ اور شاہ غوث صلی اللہ علیہ وس علیہ، سہون شریف میں لال شہباز قلندر صلی اللہ علیہ وس علیہ کے مزارات پر جانے کی اجازت تھی اور وہ بھی کبھی کبھی کبھار تاکہ مخدوہ بیت پر قلندری رنگ غالب رہے کہ آپ سے ایک عالم نے رُشد وہدایت پانی ہے۔

مہرو سہ دلخیم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر
(علام اقبال صلی اللہ علیہ وس علیہ)

حضرت سید رسول شاہ خاکی صلی اللہ علیہ وس علیہ قناء فی اللہ تھے۔ ایک بار کم سنی میں



شادِ قلندر اور اہلِ خانہ

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ
وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَابِشِعِينَ وَالْخَابِشَعَاتِ
وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ
وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَاللَّذَا كَرِبَنَ اللَّهَ
كَثِيرًا وَاللَّذَا كَرِبَاتِ أَعْدَى اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ (۱)

”بیکھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والیاں اور فرماتیردار اور فرماتیرداریں اور پچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اس نے بخشش اور بڑا اثواب تیار کر رکھا ہے۔“

بے شک پاکیزہ مطہر لوگوں کے لئے ان کی طرح متمنی اور باکروار لوگوں

دنیا والے مجازی محبتوں میں گم رہتے ہیں اور شادِ قلندر کا دل اس پچے بیمار سے اتنا بالب بھرا رہتا ہے کہ دنیا کی محبت کی جگہ نہیں رہتی۔ آپ کی ہربات ہر شعر میں اس حقیقی پیار کی خوبصورتی ہے۔ کاغذ کے زمانے میں کبھی کبھی آمد پر چند اشعار لکھ لیا کرتے تھے۔ باقاعدہ رباعیات اور قطعات کی شکل میں لکھتا بعد میں شروع کیا۔

اہل بیت ﷺ سے محبت کے اظہار میں آغاز سے اشعار لکھنے خاص طور پر مولائے کائنات شیر خدا حضرت علیؓ کی شان میں خوبصورت اشعار کہے پھر سلسلہ چلتا رہا۔

شادِ قلندر کی کتب ”اذان قلندر“، ”مقام محمود“، ”مکین دل“، ”سلسلہ دلسر“، ”تغیر مستوار“ اور ”اسرارِ مستوار“ شائع ہو چکی ہیں اور مختلف موضوعات پر کئی کتب زیرِ طباعت ہیں۔

نمایا مغرب کے بعد شاعری اور مطالعہ کو خصوصی وقت دینا شادِ قلندر کے نزدیک اس کی اہمیت اور ان کے لطیف ذوق کی نشاندہی کرتا ہے۔



کو ان کے عمر بھر کے ساتھ کے لئے چنا جاتا ہے۔ آقا مولیٰ رسول اللہ ﷺ کا یہ

اعلان کہ نکاح میری سنت ہے۔ اسی سنت مطہرہ کی اتباع میں شاہ قلندر شادی کے

بندھن میں اس وقت ہی بندھ گئے جب آپ کی عمر صرف اٹھارہ برس تھی۔ محبوب

حقیقی کی محبت و یاد میں شادی اور ازدواجی ذمہ داریاں آپ کی طبیعت پر گراں

گزر رہی تھیں۔ مگر اپنے والدین کی فرمانبرداری اپنے پیر و مرشد کے حکم پر سرتیم

خم کرنے کی دلنواز عادت کے تحت عمر کے اس دور میں ان ذمہ داریوں کو اٹھایا اور

نجایا جب کہ نوجوانوں کی کھلنکنگی طبیعت کی ذمہ داری کو قبول نہیں کرتی۔

21 فروری 1987ء کو آپ کی شادی ہوئی۔ آپ نے والد صاحب ہنگامہ سے

درخواست کی کہ مرغ موجود ہیں تو دعوت کے لئے مرغ قورمه پکایا جائے۔ جبکہ

والد محترم کی خواہش تھی کہ بکرے ذبح کئے جائیں۔ آپ خاموش ہو گئے صحیح انٹہ

کر دیکھا گیا کہ سارے مرغ جنم کی تعداد تقریباً تیس تھی اپنے بخوروں میں مردہ

پائے گئے جبکہ ظاہراً کوئی سبب نہ تھا۔

آپ کی زوج محترمہ سیدہ شہزادی جان سادات گھرانے کی باپر وہ،

پاکیزہ اطوار لئے نیک و متفقی اور خوب سیرت خاتون ہیں۔ وہ ایسی خوش قسمت و

بانصیب بی بی ہیں جنہیں شاہ قلندر پیر مستوار مرشد پاک کی خلوتوں اور جلوتوں

کے رنگ سینئے کا موقع ملا ہے۔ آپ کے شہزادگان جناب سید داؤد شاہ اور جناب



سید نقی شاہ صاحب گلتان قلندر کے نو خیز پھول ہیں جن سے چمن میں رونق و بہار
چھائی رہتی ہے۔

پیر مستوار قلندر کی خصوصی شفقت و محبت کے حقدار آپ کے دست و
بازو، آپ کے چھوٹے بھائی سید حسین شاہ صاحب کے ذکر کے بغیر اہل خانہ کا
تعارف تکملہ نہیں ہوتا۔ جناب سید حسین شاہ صاحب پیر و مرشد کو جتنی عزت و
احترام دیتے ہیں اُس سے کہیں بڑھ کر شاہ قلندر پیر مستوار انہیں پیار اور محبت سے
نوازتے ہیں اور ان کا خیال رکھتے ہیں۔ سید حسین شاہ صاحب سنجیدہ، بردبار،
متحمل مزاج ہر لمحے مصروفہ عمل نظر آتے ہیں۔ عرس کا موقع ہو یا گیارہوں میں
شریف کا پروگرام ہو اعکاف و چلد کے انتظامات ہوں یا کوئی اور موقع سارے
انتظامات، ہر کام کی گمراہی سید حسین شاہ صاحب خود فرماتے ہیں۔



پیر سید محمد شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے سرال کا تعلق سادات ہمدانیہ سے ہے۔ آپ کے سر پر سید محمد شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق رکھنے والے اعلیٰ پائے کی شخصیت تھے۔ تحصیل حلقہ گنگ میں سگر کے علاقے میں مقیم بہت بڑے جا گیر دار، بہترین عالم دین، پابند شریعت، حکیم حاذق اعلیٰ خطیب مفت و مقرر تھے۔ مگر اس کے باوجود انتہائی عاجزی اور انکساری طبیعت کا خاصہ تھی۔ اپنے وقت کے بہترین نیزہ باز اور گھڑ سوار تھے آخری ایام بہت دلچسپ گزارے۔ اپنی حیات میں خود اپنی قبر تیار کروائی۔ اس قبر میں بیٹھے اٹھے اور پھر اسے بند کروادیا۔ آخری تین ماہ سیک زبان کلمہ طیبہ کے ورد سے خالی نہ رہی۔ بہت کم سوتے تھے، ڈاکٹر انہیں ٹھیک کہتے تھے مگر ناقہت بہت زیادہ تھی، بہت کم آرام فرماتے، نماز کی پابندی کی عادت اتنی جان میں رچی بسی تھی کہ جب تک ہمت تھی اللہ کر پڑھ سکتے تھے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے رہے کمزوری حد سے بڑھی اور اٹھنے کا یارانہ رہا تو بیٹھ کر اور بعد میں لیٹ کر بھی نماز ادا کی۔ ادا ضرور کی ناقہت اور کمزوری کے باوجود کبھی نماز ترک نہ کی۔ کلمہ شہادت ہر لمحہ زبان پر جاری و ساری رہا یہاں تک کہ کھانے پینے میں بھی جلدی فرماتے کہ کھانے پینے کے دوران زبان کلمے سے

محروم ہو جاتی ہے جو انھیں پسند نہ تھا۔ شاہ قلندر ملاقات کے لئے جاتے تو آپ سے فرماتے ہیں ”میرے لئے یہ دعا کریں کہ خاتمه بالآخر ہو۔“ شاہ قلندر نے فرمایا اللہ آپ کو محنت دے۔ آپ بزرگ لوگ ہیں اور آپ کا اس جہاں میں رہنا باعث منفعت ہے مگر ان کا اصرار ہوتا کہ آپ خاتمه بالآخر کی دعا فرمائیں۔

شاہ قلندر پیر مستوار فرماتے پیر سید محمد شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی اس آیت کا مصدقہ تھے۔

أَلَا إِنَّ أُولَيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَخْزَنُونَ۔ (۱)
”سُن او پیک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔“

اس کی عملی شکل دیکھنے میں آرہی تھی کہ نہ خوف تھا نہ غم اور بحمد خوشنی جانے کو تیار تھے۔ ہر گھری انتظار میں تھے کہیں کلمہ رہ نہ جائے آخری وقت تک کلمہ پڑھا۔ اوپری آواز سے پھر آہستہ آواز سے اور جب آواز بند ہو گئی تو دل کی آواز سے پڑھا۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ دنیا سے جاتے وقت اتنا راضی خوشی گیا ہو اور قبر اور آخرت کو تسلیم کیا ہو۔



رشد وہادیت کی مند پر رونق افروز ہونا

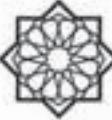
وہ محبوب اور مقرب بندے جنہیں بارگاؤں والہیت سے منتخب کیا جاتا ہے۔ رحمانیت، رحیمیت اور ملکیت کے خزانوں سے عطا کیا جاتا ہے۔ علم الغیب کی حکمت و معرفت کے اسرار و رموز ان کے روشن سینوں میں القا کئے جاتے ہیں۔

صدیت کی خیرات سے دنیائے رنگ و بویں استغنا کی دولت دی جاتی ہے۔ وہ لوگ رشد وہادیت کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ ان کی نگاہیں جب توجہ اور کرم سے کسی گناہ گار پر بھی پڑ جاتی ہیں تو وہ گناہ گار بھی صاحب نظر ہو جاتے ہیں۔ ان کا کام بھکلی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم دکھانا نہیں، فقط اس پر چلانا نہیں، بلکہ منزلِ مقصد تک پہنچا دینا ہوتا ہے۔

شاہ قلندر ابھی فقط دسویں جماعت کے طالب علم تھے جب اعیازِ ہادی حضرت سید رسول شاہ خاکیؒ نے دستارِ خلافت باندھتے ہوئے باقاعدہ مندرجہ رشدوہادیت کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا۔ ۱۰ محرم الحرام کی صبح عرس حضرت امام حسینؑ کے موقع پر بعد نماز فجرِ خندوم پور شریف کی مسجد علیؑ میں نمازیوں کے سامنے دستارِ خلافت عطا فرمائی۔

سید رسول شاہ خاکیؒ نے اپنے وصال سے تقریباً تین ماہ قبل اپنی حیات مبارکہ میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اور کا بزرگ کا غلاف منگوایا۔ گھر تشریف لائے اپنی زوجہ محترمہ امی حضورؒ کو یہ فرماتے ہوئے دیا کہ محمود الحسن شاہ صاحب کے لئے دستار ہے۔ جہاں یہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے ساتھ ان کے خصوصی روحانی تعلق کی علامت ہے، وہاں ان کے روحانی فیوض و برکات کی طرف اشارہ بھی ہے، اپنی جائشی کا اعلان اور شاہ قلندر کے لئے دعائے گنج بخش تھی کہ رب تعالیٰ نے جس عظیم مشن اور ذمہ داری کے لئے ان کا انتقال فرمایا ہے یا سے بطریق احسن پورا کر سکیں۔

جب 31 اکتوبر 1994ء پر مسجد و بیان و سالگان اعیازِ ہادی حضرت سید رسول شاہ خاکیؒ نے وصال فرمایا تو ان کی وصیت کے مطابق ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب جنازہ پڑھانے آئے۔ چونکہ جائشی کا فیصلہ تو خود حضرت سید رسول شاہ خاکیؒ نے اپنی حیات میں ہی کر دیا تھا۔ اب اس جائشی کا واضح اعلان مریدین اور وابستگان میں کرتا ضروری تھا تاکہ متعلقین، دوست احباب جو غم سے نڑھاں ہو رہے ہیں ان کی تسلی و تخفی بھی ہو جائے اور ناقدین و حاسدین پر بھی واضح ہو جائے کہ شاہ قلندر پرستوار اپنی ذمہ داریوں کو انجانے کے لئے برسو جسم تیار ہیں۔ حضرت سید رسول شاہ خاکیؒ کے مقرر





شاو قلندر پیر مستوار مند رشد و ہدایت پر رونق افروز ہوئے تو سینکڑوں مریدین ہزاروں اور لاکھوں میں تبدیل ہو گئے۔ سلطے کا کام جو چند شہروں میں تھا آنا قاتا ملک بھر میں پھیل گیا۔ محروم الحرام میں امام عالیٰ مقام شاہ کر بلاد عرب کے عرس کی تقریب جو مسجد میں ہوا کرتی تھی دیکھتے ہی دیکھتے مسجد کے درود دیوار سے باہر نکلی اور اب کتنے کنال پر پھیلا میدان بھی جگہ کی قلت کے باعث تنگ دکھائی دینے لگا ہے۔ یہ تو ظاہری بیانے ہیں شاد قلندر نے روحانی اور باطنی معرفت و حقیقت کے انوار و تجلیات کے خزانوں سے عموم الناس کو یوں مالا مال کیا کہ کراچی سے پشاور تک شاو قلندر لاکھوں دلوں کی دھڑکن بننے چلے گئے۔ ان کے اشارہ ابر و پر جان دینے والے ان معتقدین، مریدین سے شاو قلندر پیر مستوار کو کوئی ذاتی دنیاوی غرض نہیں۔ وہ اپنی مند کی لاج رکھنے والے ایسے مرشد پاک ہیں جن پر مند بھی نازکرتی ہے۔

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی ٹھیک سے ہوتا ہے جن میں دیدہ در پیدا

آپ معلم بھی ہیں، مرتبی بھی ہیں، کہ علم و معرفت کا نور آپ کی گفتگو سے، آپ کی سرگمیں آنکھوں سے، آپ کی توجہ سے وابستگان کو منور کرتا ہے۔ آپ وابستگان کی کہیں حوصلہ افزائی اور کہیں بظاہر ان کو تحسیبہ کرتے ہوئے

کردہ خلیفہ مولانا نور محمد صاحب کو ان کی بزرگی اور خاکی شاہ بھٹکلے سے دیرینہ تعلق کی بناء پر اس اعلان کے لئے چنان گیا جب ڈاکٹر محمد طاہر القادری تشریف لائے تو محترم نور محمد صاحب نے عرض کی کہ ”آپ مہمان بھی ہیں اور بہترین عالم دین بھی۔ شاو قلندر کی دستار بندی چونکہ پہلے ہو چکی ہے اب فقط جاشنی کا اعلان باقی ہے اور دستار بھی حضرت سید رسول شاہ خاکی بھٹکلے نے پہلے سے مٹکوار کھی ہے لہذا آپ دستار بندی کی رسم کرتے ہوئے اعلان فرمادیں۔“ تو پروفیسر صاحب نے باقاعدہ دستار بندی کی۔ شاو قلندر کی سجادہ نشانی کا اعلان ہوا اور دعا ہوئی۔ اس طرح 3 نومبر 1994ء کو شاو قلندر حضرت سید رسول شاہ خاکی بھٹکلے کی مند پر بطور پیر مستوار قلندر رونق افروز ہوئے۔ دلوں کا نور آنکھوں کا سرور، محبوؤں کے سفیر، صداقتوں میں بے نظر، بحر معرفت، موج بصیرت، چکر قادریت، مجسم مخدوبیت، شان قلندریت پیر مستوار قلندر نے اپنی ذمہ داری مند کو اس طریقے سے اٹھایا کہ چشم فلک جیان رہ گئی وقت کے بیض شناسوں کی اس نوجوان کی بلندی پر واز کو دیکھتے ہوئے زبانیں گلگ ہو گئیں۔

ہر اہل جنوں مرد قلندر نہیں ہوتا
ہر صاحب آئینہ سکندر نہیں ہوتا
موہیں تو سمندر سے بہت اٹھتی ہیں ایسکن
ہر موج کے دامن میں گوہر نہیں ہوتا



شہر دلبر محمد و م پور شریف

مجھے ہوش کب تھی روئے کی مجھے کیا خبر تھی بھودی
جہاں مل گیا تیر نقش پادیں ہم نے کعبے کو پالیا

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید:

وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔ (۱)

”اور جو اللہ کے نشانوں کی تعلیم کرے تو یہ لوں کی پرہیز گاری سے ہے۔“

یہ اللہ کی نشانیاں، شعائر اللہ کیا ہیں؟ جب یہ جانتا چاہا کہ کیا کوئی چیز نی
نفسہ شعائر اللہ ہو سکتی ہے۔ اس جگہ میں آئے تو قرآن پاک نے وضاحت کر دی
کلامِ الٰہی میں جواب طا:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ۔ (۲)

”بیکھ مفا اور مردہ اللہ کے نشانوں سے ہیں۔“

اب وتوں آیات کو ملا یا جائے، سمجھا جائے تو مفہوم یوں سامنے آتا ہے

(۱) سورۃ الحجج، ۲۲، آیت ۳۲

(۲) سورۃ البقرۃ، ۲، آیت ۱۵۸

انہیں تربیت کی بھٹی سے گزارتے رہتے ہیں کہ میل کچیل دور ہوتی رہے۔ اور ان
کی باطنی استعدادوں اضافہ ہو۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلکِ رسول
تب غاک کے پردے سے انساں کا تلہور ہوتا ہے

آپ حقیقی مسیحا اور طبیب ہیں۔ جسمانی بیماریوں کے معالج اور ڈاکٹر
بہت مل جاتے ہیں مگر روحانی بیماریوں کا مسیحا آج کے دور پر فتن میں کم ہی ملے
گا۔ آپ ایسے معالج ہیں کہ روحوں کو زندگی، قوت اور شفا آپ کی کیمیا اثر صحت
سے ملتی ہے۔ قلب و نظر پاکیزہ اور محبت حقیقی میں رنگے جاتے ہیں کہ:

زم دم گفتگو ، گرم دم جنجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز
نقہ پر کار حق ، مرد خدا کا یقین
اور یہ عالم تمام وہم و ظلم و محباز



مرکز انوار و تجلیات، رشد و بہادیت، دلوں کو مزکی و مصلحتی کرنے والا، رب کے قرب اور محبت کو پھیلانے والا یہ چھوٹا سا قصبہ جسے قدوۃ الاولیاء پیر قلندر مرشد مجدد بان و سالکان ایجاد ہادی حضرت سید رسول شاہ خاکی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکن کے طور پر منتخب کیا گیا، وہ جگہ مبارک ہے۔ وہ فضا میں وہ ہوا گیں، وہ مٹی کے ذرے بہت خاص ہیں کیونکہ اب یہ فضا میں شاہ قلندر کی سانس کی خوبصورتی ہوئے ہیں، یہ ہوا گیں شاہ قلندر کو بوسے دیتی ہیں، یہ مٹی کے ذرے شاہ قلندر کے تلوں کو چوتھتے ہیں، ہمیں یہ شہر بہت پیارا ہے کہ یہ دلدار کا شہر ہے، مستوار کا مسکن ہے، دلبر کی سیر گاہ ہے، قلندر کی عبادت گاہ ہے، یہ مخدوم پور شریف ہے۔

موڑوے سے آئیں تو بلکسر سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر چکوال اور جلہ گنگ روڈ کے درمیان مرید کے قریب واقع مخدوم پور شریف اب لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہے۔ اس لئے کہ ان دلوں کو یہاں سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کی خوبیتی ہے۔ اس شہر سے محبت کی ڈرباندہ کرمدینہ پاک سے محبت کا قرینہ آ جاتا ہے کہ صاحب مخدوم پور کو غرض ہے تو ایک ہی بات سے کہ آڑاو حق کے متلاشیو! اللہ سے محبت، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کی چنگاری سے اپنے من کو روشن کرلو۔ دلوں کے چراغ جلالو کہ دلوں کی روشنی اللہ اور اللہ کے جیب صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار ہے۔

کہ صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں، مگر یہ پہاڑ اللہ کی نشانیاں قرار پائے، کیوں؟ کیوں کہ ان پہاڑوں، ان پتھروں کو حضرت حاجہ علامہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تدوں سے نسبت ہو گئی۔ وہ حضرت حاجہ جو اللہ کی نیک بندی ہیں نبی اور رسول نبیں۔ اس نیک پاکیزہ سیرت بی بی کے قدم لگ گئے تو صفا اور مروہ عام پہاڑ نہ رہے اللہ کی نشانیاں ظہرے۔ اب ان کی تعلیم و احترام دلوں کا تقویٰ ظہرا۔ اللہ کو مانتا خالی تقویٰ اور ان جگہوں کا احترام دلوں کا تقویٰ قرار دیا۔

گویا، وہ جگہیں، وہ شہر، وہ گاؤں، وہ بیاباں، جنگل، صحراء، پہاڑ، دریا خاص ہو جاتے ہیں جن کی نسبت اللہ کے نیک برگزیدہ بندوں سے ہو جاتی ہے۔ حضرت مريم صلی اللہ علیہ وسلم جس مجرے میں عبادت کرتی ہیں وہ جھرہ اتنا خاص ہو جاتا ہے کہ حضرت زکریا صلی اللہ علیہ وسلم اس مجرے کو سیلہ بناتے ہوئے رب سے اولاد نریثہ کی درخواست کرتے ہیں تو وہ درخواست، وہ دعا قبول کر لی جاتی ہے۔

رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

**هُنَّا لِكَ دَعَا زَكَرِيَا رَبَّهُ سَقَالَ رَبِّيْتْ هَبِّيْتْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ
كُرِيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ (۱)**

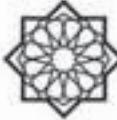
”یہاں پکارا ذکر یا اپنے رب کو بولا اے رب! میرے مجھے اپنے پاس سے دے سخنی اولاد، پیٹک تو ہی ہے دعا سننے والا۔“



روحانی کیف و مسقی کا مرکز دن رات ملک بھر سے آنے والے طالبان حق کے لئے مرکز انوار ہے۔ یہاں ایک چھوٹی مسجد (جس میں خواتین کے لئے بھی نماز کا اہتمام کیا گیا ہے) اور ایک مہمان خانہ ہے وہ وقت راوی سلوک کے مسافروں کو خوش آمدید کرتا ہے۔ قلب سلیم کے حامل لوگ یہاں سے واپس جاتے ہیں تو اپنے دل اپنے دلدار مرشد پاک کے پاس چھوڑ جاتے ہیں کہ دو عالم سے کرتی ہے یا گاد دل کو عجب چیز ہے لذت آشنا!

طالبان حق جب مخدوم پور میں آتے ہیں تو ادب سے سرجھ کا لیتے ہیں۔

خشوع و خضوع سے پہلے چیر قلندر، قدوة العاشقین حضرت سید رسول شاہ خاکی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر نور پر حاضر ہوتے ہیں۔ چیر قلندر کی بارگاہ قدیسیہ میں سلام عرض کرتے ہیں اور اس کے بعد دل مرت سے جھوم رہا ہوتا ہے کہ اپنے دلبر اپنے دلدار اپنے چیر درشد شاہ قلندر پر مستوار سے ملاقات کا وقت آگیا۔ دل کی دھرکنیں بے قابو ہوئی جاتی ہیں۔ شوق ملاقات کشاں کشاں چیر درشد کے خوبصورت، مرکز رنگ و نور دربار عالیہ میں لے جاتا ہے جہاں چیر درشد اپنی مند پر یوں رونق افروز نظر آتے ہیں گویا پر انوں کے درمیان شمع جل رہی ہو۔ ان کے چہرہ انور پر نگاہ پڑتی ہے تو سفر کی ساری تکالیف تھکان دور ہو جاتی ہے اور



جب چیر درشد اپنے مخصوص تمہم کے ساتھ آنے والے کا استقبال کرتے ہیں تو دل کی کلی کھل جاتی ہے۔

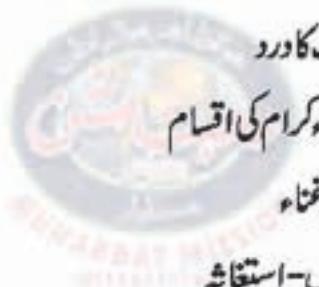
ساکاں حق بے ساختہ ادب سے جھک جاتے ہیں قدم بوی کو دل بے تاب ہو جاتا ہے۔ اور تنہا کرتا ہے کہ وقت یہیں پھر جائے اپنے مرشد کا دیدار ان گناہ گار آنکھوں سے اوپھل نہ ہونے پائے۔

جھوم کیوں ہے زیادہ شراب غانے میں
فقط یہ بات کہ یہ مغایا ہے مرد خلین





حیقی دل	*
طامت	*
مادی مسائل	*
علم، محبت، عمل	*
جادو۔ کالا عمل	*
عالمین	*
رات کا درد	*
اولیاء کرام کی اقسام	*
فقر و غناہ	*
توسل۔ استغاثہ	*
نگر، خیال	*
سکون	*
ارادہ	*
یکسوئی	*
عقل	*
بندگی	*



باب دوم

مواعظ و گفتگو

حوالظا ہر حوال باطن	*
تصوف	*
محبت مشن	*
مرشد کامل کی ضرورت	*
صحبت شیخ کے نتائج	*
فقراء کی پیچان	*
مطابقت شیخ	*
مریدین کے لئے رہنماء صول	*
دیگر فقراء کی رائے میں آداب شیخ	*
روحانی رکاوٹیں	*
انا	*



شاہ قلندر کے مواعظ و گفتگو

دارا تلاش کر مکندر تلاش کر
عشق کا دریا نہیں سمندر تلاش کر
بکھرا ہوا ہے تو ظاہر کے جہاں میں
اپنے من میں ڈوب کر قلندر تلاش کر
(پیر ستو فائد)

اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَإِذْ كُرِّأَ إِسْمُ رَبِّكَ وَتَبَثَّلَ إِلَيْهِ تَبَيَّنَ لَا - (۱)

”اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ثوٹ کرای کے ہو رہو۔“

دل اس کے پیار سے اس کی یاد سے، اس کے ذکر سے خالی نہ ہونے
پائے۔ اس تعلق میں اتنی مداومت اتنے انوار و رنگ ہوں کہ خواہ ذکر کو سچ ہو یا رکوع
و وجود علم و فہم کے موتی بکھیرے جائیں یا ہلکی ہلکلی گفتگو ہو ہر بات ہر حال میں
تو جہات کا مرکز و محور فقط محبوب حقیقی کی ذات رہے۔ تو فقراء پر حالت یہ رہتی ہے۔

یہ لذت آشائی کی میں فقراء و صوفیاء و اہل دل حضرات طالبان حق میں
اس طرح باشندے ہیں کروہ بھی ذوق و سرور اور سوز و گداز سے آشنا ہو جاتے ہیں اور

(۱) سورۃ المزمل ۳۷، آیت ۸

طالب صادق کی پہلی منزل فنا فی اشیخ ہوتی ہے۔ اس محبت میں فنا یتی ہی
محبوب حقیقی تک لے جاتی ہے۔

یہ باب قبلہ و کعبہ شاہ قلندر پیر مستوار سے رات کی مخصوص نشست میں
پوچھتے گئے سوالوں کے جواب اور مختلف مواقع پر ان کی گفتگو کی تحریری صورت
ہے۔ ابتداء میں ناجائز نے یہ گفتگو فقط اپنی رہنمائی کے لئے بخشنے اور بار بار مطالعہ
میں رکھنے کے لئے تحریر کی۔ بعد میں اس کتاب میں شامل کرنے کے نقطہ نظر کے
تحت جب جب شاہ قلندر پیر مستوار کسی کو فہیخت یا کسی کی رہنمائی و تربیت کے
لئے کچھ فرمائے تو میں اسے ذمہ داری سے تحریر کرتی رہتی۔ آپ کی اس گفتگو میں
یاران طریقت کے روحانی سفر کے لئے بہت قیمتی زادراہ چھپا ہوا ہے جو اہل دل
کی خوراک ہے۔ شاہ قلندر پیر مستوار کی تمام ترجیحتیں، چاہتیں، جذب و مسی،
ہوش و مد ہوئی کا ہر رنگ اس حقیقی لمیزل میں یوں ضم ہے کہ بعد و دوری کا کوئی
تصور نہیں رہا۔ اہل محبت جو رب کی تلاش میں رہتے ہیں انہیں رب ملا دیتا ہے
شاہ قلندر جیسی استیوں سے۔ وہ رب کی محبت کی میں پیتے ہیں ان فقراء کی صحبوتوں
میں، ان کی خدمتوں میں، ان کی دلنشیں باتوں میں۔

دخت و بیانج میں دلکرو سپاہ میں ہے

جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

(پیر ستو فائد)



ہوا لف اہر ہوا باطن

ظاہر بھی اللہ ہے اور باطن بھی اللہ ہے۔ اللہ پاک موجود ہے اور ساتھ
باطن کے موجود ہے جو کچھ بھی ظاہر میں ہے اور جو کچھ ظاہر کے اندر چھپا ہوا ہے۔
ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے، بندہ ظاہر ہے اللہ کی محبت اس کے باطن میں ہے۔ عشق
اور مشکل چھپ کر نہیں رہ سکتے وہ ظاہر میں بھی نظر آتے ہیں، اسی طرح سورج ہے
تو اسے چھپا یا نہیں جاسکتا ہے۔ اثرات سے پونہ چلتا ہے کہ مشکل یعنی خوبصور و
کوطمانتیت اور فرحت دیتی ہے، سورج سے زندگی بحال ہوتی ہے۔ عشق میں
دونوں سے بڑھ کر مسرتیں اور عطا کیں ہوتی ہیں۔

اللہ جہاں ظاہر ہے وہاں چھپا ہوا بھی ہے باطن میں بھی موجود ہے اور
ظاہر میں بھی موجود ہے۔

فَإِنَّمَا تُولُواْ فَقْهَةَ وَجْهَ اللَّهِ - (۱)

”تو تم جد ہر منہ کروادھر و جد اللہ۔“

(یعنی ہرستہ ہی اللہ کی ذات جلوہ گر ہے۔)

جہاں تم ہو وہیں تمہارے ساتھ ہے، جو نظر آ رہا ہے عالم موجودات میں وہ وہی

میں کم فہم ہوں ان کی گنگلکو لفظوں میں ڈھانے کا کام آسان نہ تھا۔ یہ
جتنا کچھ لکھا گیا یہ بھی نقطہ مرشد پاک کے فیضان نظر سے۔

اللہ پاک ہمیں پیر و مرشد جاں کی باتوں کو سمجھنے اور عمل کرنے کی الہیت
عطافرمائے۔ (آمین)

امتیاز جاویدہ خاکوی





اعمال صالح، عبادت، ریاضت، اطاعت، بندگی نظر آئے گی۔ شریعت نظر آئے گی، دین نظر آئے گا، سنت محبوب خدا ﷺ کی حیرتی نظر آئے گی۔ اور جب باطن پر اس کا راز آفکارہ ہو جائے تو یہ باطن اس کا ہونا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو خلیق کیا گیا تو مٹی کے پتلے کو نہیں بلکہ جب باطن وہ خود اس پتلے میں ظہور پذیر ہوا تو فرمایا:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ فَقَعُوْالَهُ سَاجِدِيْنَ۔ (۱)
”اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لیے جو بے میں گر پڑتا۔“

ملائکہ کو سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا یہ سجدہ ریز یاں باطن اس کے اسی وجود کو تحسیں اور فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (۲)
”فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔“

جسم بودار مٹی سے بن کر اس میں نفسانی، حیوانی خصلتیں رکھ دیں۔ مگر اس تن کے اندر من ہے اور اس میں نور کا چارغ رکھ دیا جس میں اپنے حسن کی جگی ڈال دی نور کی شمع دی جب یہ شمع روشن ہو جائے جب نور کے چارغ جل

(۱) سورۃ الحجر ۱۵ ، آیت ۲۹

(۲) سورۃ البقرہ ۲ ، آیت ۳۰

ہے کہ جو موجود ہے اور اس کا کچھ مقصد بھی ہے۔

لامطلوب الا الله

لامحبوب الا الله

لاموجود الا الله

لامقصود الا الله

بندہ اللہ سے محبت کرتا رہتا ہے، کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی محبت کا نتیجہ یہ لکھتا ہے کہ مطلوب اس پر ظاہر ہو جاتا ہے، سمجھنیں ہوتی تو شور کرتا ہے سمجھے آجائے تو چپ لگ جاتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:
اذاتِ الْفَقْرَ فَقَدْ قَلَ لِسَانَهُ۔ (۱)

”جب فقر (الله کی بیچان) ہو جاتی ہے تو زبان خاموش ہو جاتی ہے۔“

قدندر تو عشق کی بات کرتا ہے اور ہمارا طریقہ وحدت ہے کہ
اذاتِ الفقر فہو اللہ۔ (۲)

”جب فقر نقطع کمال کو پہنچتا ہے تو وہ اللہ ہی ہے۔“

اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے۔ ظاہر بھی ہے باطن بھی ہے۔ عیاں بھی نہیں بھی ہے۔ ازل سے ہے ابد الآباد ہے۔ اس کے انوار ظاہر پر چمکیں تو حسنِ اعمال نظر آئیں گے۔

(۱) عین الفقر

(۲) عین الفقر



تصوف

تصوف کا لفظ صوف سے اکلا ہے۔ صوف بھیڑوں سے حاصل کردہ اون سے بنے ہوئے لباس کو کہتے تھے۔ فقراء نفس کو عذاب دینے کے لئے کھر درا صوف کا لباس استعمال کرتے تھے بعد میں اسے ترک کر دیا گیا۔ وہ حقیقت تصوف اولیاء اللہ کے دل کا دستِ خوان ہے۔ اللہ والوں کی سُگت اختیار کرنا، دوستی کرنا ان کے کردار کو اپنالیتا ہے۔ اللہ پاک کو حاصل کرنے کا صحیح طریقہ، رہنمای کی اقتداء اور محبت میں چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ تک پہنچنا۔ صحیح رہنمای کی سُگت اور صحبت انسان کو بدلتی ہے۔ انسان کے ماحول کو، اس کے نفس کو، دلوں کو بدلتا ہے۔ نفس نفس امارہ سے مطہمد کی طرف آتا ہے یوں وہ ہندہ نجع گیا جس کو غفل اچھی مل گئی اور نقطہ پیار والائی کوشش کرتا اور پا لیتا ہے۔

دست به کار، دل به یار

یہ بھی تصوف ہے، چونکہ تصوف اللہ کی محبت اور قرب کی باتیں ہیں جو اپنی محبت، فقراء سے ملتی ہیں، تو اولیاء کے باطنی دستِ خوان پر کھانے کا نام تصوف ہے۔ اس خوراک کا بھوکا تلاش میں رہتا ہے اور خوراک تک جا کر ہی دم لیتا

پڑیں تو پھر ظاہر امنی کے وجود کو نہ دیکھنا اس روشن باطن کو دیکھنا۔ اس میں موجود رب کی روشن جگی کو دیکھنا اور جان لینا کہ اس کے باطن میں اللہ ہے۔ یہ انسان مظہر حق ہے، مظہر خدا ہے۔

بایانی شاہ بخاری نے فرمایا ہے:

محل سمجھہ لئی تے بولای
اے رام رحیم تے مولای





مجتہ مشن

معاشرہ انتشار، بد نظری اور نفرتوں کا شکار ہو چکا ہے۔ خاندان سے لے کر اجتماعی اور میں الاقوامی سطح تک مسلمان انہی نفرتوں کو دل میں بٹھائے ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں۔ اس وقت تمام امت کے مائن پیار و محبت اخوت اور بھائی چارے کی ضرورت ہے۔ بھی محبت اور پیار ایمان ہے، یہ محبت دین ہے، یہ محبت قوت ہے، یہ محبت طاقت ہے، یہ محبت اتحاد ہے، آپس میں ایک دوسرے سے انسیت اور پیار کا تعلق، پھر اپنے رہنماء پنے مرشد سے محبت اور نور علی نور و جہر تخلیق کائنات، محبوب رب کائنات سے سچا پیار اور عشق کا تعلق جب ایک بندے کا بن جاتا ہے تو وہ خاص ہو جاتا ہے اور پھر یہی تصور جب اللہ پاک، مولاۓ کل، جی القیوم کی طرف جاتا ہے تو محبت اپنا تمام ترمیعی و مفہوم دے رہی ہوتی ہے۔

بھکم اللہ پاک اور بھکم حضور نبی اکرم ﷺ کی نظر کرم، اور جامِ دیدار سے فقیر نے محبت مشن شروع کیا ہے۔ یہ انہی کی عطااء اور کرم نوازی ہے کہ یہ سلسہ تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے۔

اصلاح معاشرہ تجھی ممکن ہے جب دل میں پیار اور محبت ہو۔

ہے۔ اس کی طلب اللہ ہی سے ہے، توفیق بھی اللہ پاک ہی دیتا ہے، جب طلب بھی سچی ہو کوشش بھی ہو تو اللہ پاک اس کو اٹھا کر اپنے بندے کے پاس بیچ دیتا ہے۔ اب بتاتا رہنا ہے، زبان اس کی ہے، اللہ پاک بندے کی زبان سے ہی تعلیم فرماتا ہے۔ رہنماء محبت میں وہ جب وارفتہ ہو جاتا ہے تو خود اس کا وجود مفقود ہو جاتا ہے اور شیخ وارد الوجود ہو جاتا ہے۔ پھر رحمۃ اللعالمین ﷺ، محسن کائنات ﷺ کے ہاں حضوری والا بن جاتا ہے۔ فنا فی الرسول ﷺ ایسا مقام ہے کہ بندہ بالمشافہ سر کا رحلہ ﷺ سے گفتگو کرتا ہے اور اس سے بھی اعلیٰ مقام صاحب حضور کا ہے کہ جس کے سینے میں آکر خود آقا ﷺ مقیم ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت حضوری والے بھی کم ہیں اور صاحب حضور تو بہت بھی کم ہیں۔

ولیوں کی کرامت اور نبی پاک ﷺ کا مجرمہ جو نبی پاک ﷺ کی حیات پر دلالت کرتا ہے۔ کرامت کاظمہ ولیوں کے ذریعے ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔ روحانیت میں بھوک اور نیند پر کام کرنا ضروری ہے تو یہ نفس کی موت کی علامات ہیں اور اولیاء کرام شیطان کے گھر نفس کو پہلے تباہ کرتے ہیں۔

اختصر تصوف کا مقصود اللہ پاک کو حاصل کرنا، اللہ کی طلب، جستجو اور پہچان ہے جس کے لئے اولیاء کرام کی سُنّت و محبت کو اختیار کیا جاتا ہے۔ ضبط نفس، عبادات، تقویٰ و طہارت کے ذریعے نفس کا تزکیہ کیا جاتا ہے۔



من كانت الدنيا لهم، فرق الله عليه أمره، وجعل فقره بين عينيه، ولم ياته من الدنيا إلا ما كتب له، ومن كانت الآخرة نيته، جمع الله له أمره، وجعل غناه في قلبه، واتته الدنيا وهي راغمة۔ (۱) ”جس کو دنیا کی کفرگی ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر اس کے معاملات کو پرائندہ کر دے گا، اور محنتی کو اس کی لٹاہوں کے سامنے کر دے گا، جب اس کو دنیا سے صرف وہی ملے گا جو اس کے حسے میں لکھ دیا گیا ہے، اور جس کا مقصود آخرت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو تھیک کر دے گا، اس کے دل کو بے نیازی عطا کرے گا، اور دنیا اس کے پاس تاک رکر رکتی ہوئی آئے گی۔“

جب محبت ظاہری کروار و اعمال کو بدالے گی تو اس کے فوائد باطنی طور پر اچھی کیفیات لائیں گے اور انہی اعمال کا نتیجہ جنت کی صورت میں ملے گا۔ جس نے محبت مشن کے تقاضوں کو سمجھا اور پورا کیا تو اس کے فوائد و ثمرات کیفیات باطنی بن کر دنیا میں بھی اس کے سامنے آتے چلے جائیں گے۔
بقول اقبال:

شہید محبت نہ کافر دغزاںی محبت کی رسمیں دتری نہ تازی
یہ جوہر اگر کافر مانہیں ہے تو میں علم و حکمت فلک شیشہ بازی
نہ محتاج سلطان نہ مرعوب سلطان محبت ہے آزادی و بے نیازی
مرا فقیر بہتر ہے اسکندری سے یہ آدم گری ہے وہ آمینہ سازی

(۱) سنن ابن ماجہ: ۳۱۰۵



خواجہ غریب نواز رض کا فرمان ہے:

”اہل سلوک کے درمیان محبت وہ علم ہے، جسے صد ہزار عالم جانا چاہتے تھے۔ مگر انہیں ذرا بھر بھی خبر نہیں ہوتی اور زہد میں بھی اُسکی طاقت ہے کہ زاہد اس سے بے خبر اور غافل ہیں اور وہ ایسا بھید ہے جو دو عالم سے باہر ہے اسے صرف اہل محبت اور اہل عشق جانتے ہیں۔“

روحانیت کا نیچوڑ محبت ہے اللہ کی محبت کے حصول، اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے درست کنپنے کے لئے تابعداروں سے محبت، ایک لائن ہے سیدھی جس پر چلنے کے لئے رہنمایی ضرورت رہتی ہے۔ محبت والا رہنمای کی مطابقت میں دیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔ فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور پھر فنا فی اللہ۔ جب اللہ کے عشق میں فنا ہوتا ہے تو بقا کا متحمل ہو جاتا ہے۔ اس محبت کوہی تصوف اور روحانیت کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی محبت سے راز خداوندی سمجھ آنا شروع ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ سننے سے ہی محروم رہتے ہیں کچھ سننے ہیں مگر سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ کچھ سمجھ بھی جاتے ہیں مگر عمل سے محروم ہوتے ہیں کہ دوڑ حاضر میں کھال اور پوسٹ کے طالب تو ملتے ہیں، ہمہ اوسٹ کے طالب نہیں ملتے۔

طالب صادق کو سمجھ جانا چاہیے کہ وہ اپنے رہنمای کی طرف یکموز ہے کہ یکموجو ہوتا ہے وہی رُزو رُزو ہوتا ہے۔ انسان ہو، مسلمان ہو اور دل میں محبت ہو تو جو پیار سے آتا ہے اللہ پاک اس پر کرم فرماتا ہے۔



مرشد کامل کی ضرورت

مولوی ہرگز نہ شد مولائے دوم
تا غلام شمس تبریزی نشد
آج کل کا دور جہاں عقلی اور سائنسی دور ہے۔ وہاں مادہ پرستی اور نفس
پرستی زوروں پر ہے۔ بد اعمالیوں سے انسانی قلب پر تاریکی کا غلبہ آ جاتا ہے اور
وہ اس مقام پر جا پہنچتا ہے کہ خیر اور شر میں تمیز بھی کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو
جاتا ہے۔ ایک صحیح مرشد اور رہنمای محبت انسان کی حفاظت کرتے ہوئے اسے
بہت کچھ بیماری میں عطا کر دیتی ہے۔ اچھی محبت میں انسان اچھے اعمال ہی سیکھتا
ہے۔

حضرت بايزيد بسطامی رض فرماتے ہیں:
من لا شیخ له، فی شیخ شیطانه۔
”جس کا کوئی مرشد نہ ہوا سے شیطان پکڑ لیتا ہے۔“

اگر کسی کا صحیح رہنمائے ہو گا تو وہ بد عقیدہ ہو جائے گا۔ انسان کے ایمانیات
اور عقائد کی حفاظت تجویز ممکن ہے جب وہ کسی اللہ والے کو اپنا رہنمایا پناہ مرشد بنائے
لے گا۔

اگر چاہت، طلب، سچی محبت سے آ جاتا ہے تو کیمیا اثر نظر جاناں کا ناتھ سر کار دو
عالم لهم لذت حیات کی ہے کہ؛

وہ جو د تھے تو پچھہ د تھا وہ جو د ہوں تو پچھہ د ہو
جبان یہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے
تو جو متناہی حق ہوتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اللہ پاک عبادتوں کا
محاج نہیں تو جو عبادت پیارے کی جائے گی وہ قبول ہوگی۔ جس عبادت میں کوئی
غرض چیزی ہوئی نہ ہو اور یہ تو اللہ پاک کی خود رضا ہے، چاہت ہے، کہ کوئی ہے
اسکی تلاش میں۔ وہ خود نگہبان ہوتا ہے۔ طالب کو صادق ہونا چاہیے اور مرشد کامل
ہونا چاہیے۔ شوق ہو تو بندہ صحیح جگہ آ خرپہنچ جاتا ہے اور منزل کو پالیتا ہے۔

محبت مشن میں شامل ہونے اور اس مشن کے لئے کام کرنے کا مقصد
اس محبت و معرفت کا جام پینا ہے کہ جس سے بندے اور رب تعالیٰ کے درمیان
چیباٹ اور پردے اٹھ جائیں۔ بندہ ہر وقت دلوںہ عشق سے سرشار ہے اور اس
کے تمام کام اس محبت کے نئے میں ہوں۔



رہنمائی اور مشورے کی ضرورت انسان کا فطری تقاضا ہے۔ انسانی جلسات ہے کہ وہ کسی رہنماؤ کو دیکھتے ہوئے اپنی زندگی اُس کی طرح گزارنے کی سعی کرے۔

دنیا میں انسان ہر علم و فن کے لئے ایک استاد کا محتاج ہوتا ہے۔ گاڑی چلانے کا عمل ہے یا ڈاکٹر بننے کا۔ حکیم بننا ہے یا نجیبیت۔ درزی بننا ہو یا معمار غرض ہر کام کے لئے انسان کو ایک استاد کی ضرورت پڑتی ہے اور جب کوئی جانا چاہے کہ اللہ کو چاہا کیسے جائے۔ کہاں میں ذرہ بے مقدار اور کہاں وہ بلند و بالا شان والا مالک الملک تو اسے ضرورت پڑتی ہے ایک ایسے رہنماء کی جس سے مل کر جس کی صحبت میں رہ کر اس کا دل تو معرفت الٰہی سے روشن ہو جائے۔

علام اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

او در دلِ من است و دل من بدست اوست
چون آئینه بدست من و من در آئینه
(وہ میرے دل میں رہتا ہے اور میرا دل اس کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ آئینہ
میرے ہاتھ میں اور میں آئینہ میں۔)

بداعمالیوں کے نتیجے میں دل زنگ آلو ہو جاتے ہیں اور اس کا علاج فقط مرشد کامل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا أَنْ يَرَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ (۱)
”کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔“

یہ زنگ آلو دل جب کسی دل والے سے مل جاتے ہیں تو زنگ، تاریکی،
ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں کہ

درد منداں دی یا مری اینوں جیوں دکان عطا ماراں
سودا بھانوئے لھے نہ لھے ، لئے پیٹ براہماں
بے درد مارا دی یا مری اینوں جیوں دکان لو براہماں
کپڑے بھاولوں کنج کنج بھے چھٹ کاں پیٹ براہماں



صحابت شیخ کے نتائج

صحابت شیخ سے محبت کا اثر ہوتا ہے اور اثر سے حال بدلتا ہے۔ حال جب بدلتا ہے تو کیفیات کا نزول ہوتا ہے۔ ان کیفیات سے ایک منزل نصیب ہوتی ہے اور ہر منزل، ہر مقام اپنی منزل مقصود کی طرف لے جاتا ہے۔ اب منزل مقصود کی طرف پہلے سے روای دواں لوگوں کی حضوری مل جاتی ہے اور رہنماء کے ساتھ چلتا، اس کی مطابقت میں، اس کی محبت میں انسان کو منزل مقصود ملتی ہے۔ سچی محبت، وفا اور ادب کے ساتھ رہے تو بذریعہ عشق میں بدل جاتی ہے۔ عشق کی خاصیت ہے کہ جس کا عشق ہواسی کا روپ عطا ہو جاتا ہے تو گویا عشق مقصود کو ساتھ لے کر منزل کی طرف روای دواں ہے۔ نہ منزل ختم ہوتی ہے اور نہ عشق ختم ہوتا ہے کیونکہ مقصود تو ساتھ رہتا ہے۔ منزل مقصود کا پتہ چل گیا، مل گیا تو احساس یہ رہا کہ حاصل کرنے کے باوجود بھی مقصد کی محیل نہیں ہوئی تو تسلی ہر قدم پر دو بالا ہوتی جاتی ہے اور پیاس کی شدت محسوس ہوتی ہے جس پیاس کا مطالبہ یہ ہے کہ پورے عرض کو وہ ہڑپ کر جائے اور پھر بھی آرزو کہتی ہے کہ پیاس باقی ہے، ہدایت مکن جانب اللہ ہے۔

نقیر کی، شیخ کی تو ہر لمحے کوشش ہوتی ہے کہ ہر آنے والا بہتر سے بہتر ہو

جائے۔ کئی توجہ سے پار ہو جاتے ہیں، کوشش فرض ہے، بہت سارے ٹھیک ہو جاتے ہیں، وفاداری بڑی اہمیت رکھتی ہے، جو اصل ہوتا ہے وہ وفا کرتا ہے۔ اعمال میں کمی بیشی بھی ہو تو وفا کی وجہ سے بیڑہ پار ہو جاتا ہے۔

اللہ والوں کی صحبوتوں کی اہمیت اللہ پاک نے قرآن مجید میں بے شمار جگہ واضح فرمائی ہے۔ روزِ محشر جب کوئی نسب کام نہ آئے گا صرف نبی پاک ﷺ کا نسب، اللہ والے نیک صوفیاء لوگ کام آئیں گے۔ فرمایا:

الْأَخْلَاءُ يَوْمَئِنْ يَغْضُهُمْ لِبَعْضِ عَدُوِّهَا لَا الْمُتَّقِدِنَ۔ (۱)

”گھرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دُشمن ہوں گے کب پر بیز گار۔“

سورہ کہف میں نیکوکاروں کی محبت اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الظَّنِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ - (۲)

”اور اپنی جان ان سے انوس کو جو منج و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔“

ایک نیکوکار انسان کی عبادات کو غلط سوچوں کے ذریعے خراب کرنا اور زیادہ عبادات سے کم کی طرف لانا شیطان کا کام ہے۔ جو ہر وقت نیک لوگوں کے دل پر حملے کرتا رہتا ہے جس سے ایک عام شخص کا بیڑہ غرق ہو جاتا ہے تو ایسے میں بھی ایک کامل شیخ اپنے مریدین کی حفاظت کرتا ہے۔ ایسے مقامات پر بھی شیخ کی ضرورت رہتی ہے۔

(۱) سورۃ الزخرف، ۳۳، آیت ۶۲ (۲) سورۃ الکہف، ۱۸، آیت ۲۸



ہیں تو اشد پاک ان کے دلوں میں اپنے بندوں کی محبت ڈال دیتا ہے جس سے وہ فقراء کی طرف مائل ہوتے ہیں اور بیعت کر کے باقاعدہ سلسلے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ چونکہ یہ معرفت حق کا کام ہے جو ابتداءً با درستک جاری و ساری رہتا ہے تو جب ایک شخص بیعت کے بعد اخلاص سے رابطہ شیخ اور تصور شیخ اختیار کرتا ہے۔ تو اس میں بہت سی ظاہری خرابیاں نہیں رہتیں۔ جتنا اخلاص نیت سے وہ آگے بڑھتا جاتا ہے اس کا نفس اور دل پاکیزہ اور منور ہوتے جاتے ہیں اور اسے اپنے رہنا اپنے شیخ کی پہچان حاصل ہوتی جاتی ہے۔

اَنْهُمْ مِنْ مَيْرَ اَچْشَمَانْ بُودُنَّ تَمِّينْ مُرْشِدُو يَكْهَنَهُ رَجَانْ هُو
لُؤْ لُؤْ دَمَّ مُذْهَلَكَهُ لَكَهُ اَچْشَمَانْ بِكَ كَهُولَانْ بِكَ كَجَانْ هُو
إِنْتِيَانْ ڈِلَهِيَانْ صِيرَ دَه آَدَے ، بُورَ كَتَهَ دَلَ بَهَجَانْ هُو
مُرْشِدَ دَ دِيدَارَ لَهَ بَاگُو ، مِينَوْ لَكَهَ كَرُوْزَانْ حَتَّانْ هُو



فقراء کی پہچان

آج کل کے دور میں سب سے بڑا مسئلہ فقراء کی پہچان کا ہے۔ درحقیقت فقراء کی پہچان فقیروں کو ہی ہوتی ہے۔ ایک عام آدمی ظاہری کردار، اخلاقیات اور اعمال کو دیکھ کر سوچ سکتا ہے۔ ولی کامل وہ ہے جس کو دیکھ کر، مل کر۔ اللہ کی یاد، اللہ کی محبت دل میں سما جائے۔ تلاش اور پرکھ دنوں چیزیں کرنی پڑتی ہیں۔

متلاہی حق اور واقعی حق اصل فقیر ہوتا ہے۔ ”فقیر“ لفظ اپنے معنی کے اعتبار سے بھوک سے نکلا ہے۔ شرعی فقیر وہ ہے جس پر زکوٰۃ، صدقات، خیرات لگیں گی۔ روحانیت میں فقیر سے مراد وہ متلاہی حق، عاشق مولا ہے جو ہر وقت محبتِ الہی کا بھوکا ہے۔ ہر لمحے ہر گھنٹی اسی کی محبت میں سرشار ہے۔
بقول حضور داتا ننجی بخش مبلغی:

عارف را عارف می شناسد

(عارف کو عارف ہی جان سکتا ہے۔)

حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو قلبِ سلیم رکھتے ہیں، جن کے دل مائل ہے روحانیت ہوتے ہیں وہ محفل میں آتے ہیں، گفتگو سنتے ہیں، محبت اختیار کرتے



مطابقت

حدیث مبارکہ ہے:

شیخ

مطابقت کا فلسفہ ایسا ہے کہ پوری روحانیت اس کے اندر بند ہے فقط اپنے شیخ مرشد و مریب کی مطابقت کرنا جو سیکھ جاتا ہے وہ کامیاب و کامران ہے۔ کیونکہ فقیر طالب سے جتنی محبت کرتا ہے اتنی طالب فقیر سے کرے تو کامیں آج بھی وقوع پذیر ہو سکتی ہیں جیسے ندی کا مصلیٰ کے نیچے سے رواں ہو جانا۔ اس محبت کی تین شرطیں ہیں جنہیں پورا کرنا لازم ہے۔ ادب، وقا اور تعمیلی احکام۔ جہاں ان میں سے کسی بات میں کوتاہی ہوئی وہاں رابطہ، مطابقت منقطع ہو گئی۔ ایک مقام پاانا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا اس پر قائم رہنا، اس کو برقرار رکھنا اور آگے بڑھنا۔ مثال کے طور پر عرس پر چنچے کا حکم دیا گیا ہے اور جلوگ پروادہ نہیں کرتے اور عرس پر نہیں آتے وہ مطابقت کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں وہ خود نقصان اٹھاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لئے جو بلا اذر کا ہیں اور محبت میں کمی کی بنا پر ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتے اور یوں دیکھا جائے تو مطابقت تو کتے میں بھی ہے اس سے زیادہ ہو تو بات ہے اور یہ جان لیتا چاہیے کہ قلندر کی منزل سب سے سخت ہوتی ہے۔ جس کی نیت درست نہیں وہ مرشد مرشد بیٹھ پکارتا ہے فائدہ نہیں ہے۔

اتہ الاعمال بالثبات۔(۱)

”اعمال کا دار و مدار نہیں پر ہے۔“

ہر ولی وہیں مصطفیٰ ﷺ کو پھیلانے کے لئے آتا ہے اور اس کی زندگی کا لمحہ حس کام کے لئے وقف ہوتا ہے۔

سینے و وج مقام لے کیتیں، سانوں مرشد گل سمجھائی گو
اہو ساہ جو آوے جاوے، بور نہیں شے کائی گو
اس نوں اسم الاعظم آکھن، اہو سر اللہی گو
اہو موت حیات بابو، اہو بہیت اللہی گو



اوپھی آواز سے بات نہیں کرنی چاہیے، دل میں بدگانی پیدا نہیں ہونے دینی چاہیے۔ مرشد کی ہر بات کو شرح صدر کے ساتھ ظاہر اباظنا تجویں کرتا چاہیے۔ ہمیشہ تسلیم و رضا کا پیکر بننے رہتا چاہیے۔

مرشد کی بارگاہ میں پیٹھے تو پیٹھنے کے آداب کا خیال رکھنا چاہیے، دوز انو ہو کر با ادب پیٹھنا چاہیے، گفتگو غور سے سنتی چاہیے، کسی اور سے بھی بات ہو تو اس میں اپنے لئے فصیحت کا پہلو تلاش کرنا چاہیے۔ مرشد کی مرضی و منشاء سمجھنے کی الہیت خود میں پیدا کرنی چاہیے، ہر لمحے مرشد کے حضور بے ادبی سے ڈرتے رہتا چاہیے۔ مرشد کی ناراٹھنی کو اپنے لئے موت سے بدر کھننا چاہیے، یہ محبت اور ادب کے قرینے ایسے ہیں جو کسی عام سے شخص کو خاص بنا دیتے ہیں، اور پیار اور ادب سے محروم ایک عبادت گزار شخص کو بہت سی برکات و تاثیر سے محروم کر دیتی ہے۔ مرشد سے سچا پیار اس لئے اہم جانے کہ فقط میرا مرشد ہی مجھے نارجہنم سے بچا سکتا ہے۔ مجھے اللہ کا قرب فقط مرشد کے دیلے سے مل سکتا ہے، رحمتِ عالم، نورِ جسم، محبوب خدا ﷺ کی غلامی مرشد کی غلامی سے مشروط ہے، مرشد سے محبت عطا کا پیش نہیں ثابت ہوتی ہے، یہ عطا محبت کی سند ہے اور وفا محبت کی دلیل ہے۔ سلطان محمود غزنوی سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایا ز پر خصوصی طور پر مہربان رہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ سلطان محمود نے جواب دیا: ”وہ سب سے زیادہ

مریدین کے لیے رہنمای اصول

روحانی نظام میں تصویر شیخ، رابطہ شیخ مرکز و محور ہے۔ روحانی تعلیم میں سارا علم محیت شیخ ہے۔ صاحبِ تصوف صرف وہی ہو سکتا ہے جس کا باطنی رابطہ مرشد سے مفبوط ہو۔ تصویر شیخ روحانیت میں اسیم اعظم کا سا اثر رکھتا ہے۔ جس طالب حق نے اپنے مرشد کا تصور پکا کر لیا اس پر شیطان کا کوئی داؤ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

روحانیت کی ابتداء و انتہا تصور ہے۔ مکمل باطنی رابطہ شیخ افعال بد سے انسان کو بچاتا ہے۔ زمانی و مکانی قید سے آزاد یا یک مؤثر ذریعہ ہے۔

مشن سے وابستہ افراد کو چاہیے کہ اپنے عقائد درست رکھیں۔ مرید کا مرشد سے پیار اور محبت کا تعلق ایسا ہو کہ اپنے آپ کو، اپنی جان مال، تن من و حن کو مرشد پر قربان کرنے والا ہو۔ مرشد کے ہر حکم کی تعمیل اپنے سارے معاملات سے زیادہ اہم جانے، بارگاہ و مرشد میں حسن ادب کے قرینوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ مرشد کی خدمت گزاری میں پوری قوت واستطاعت لگا کر بھی اسے بہت حیرت سمجھنا چاہیے۔ مرشد سے متعلق اشیاء مند، بستر، روزمرہ استعمال کی اشیاء برتن، کپڑے کبھی اپنے ذاتی استعمال میں نہیں لانے چاہئیں۔ کبھی مرشد کے سامنے



رکھیں گے تو مرشد سے روحانی فیض حاصل کرنے میں ناکام و نامراد رہیں گے۔
مشن سے دایستگان کو چاہیے کہ تمن باتوں پر سختی سے عمل ہی را ہوں اس میں کوتاہی
قطعانہ ہو۔

• نماز کی پابندی

• وظائف کی پابندی

• تصور شیخ

ساکِ کی منزل مقصوداً نہیں تین لکات میں چھپی ہوتی ہے۔
سلسلہ قادریہ مخدومیہ قلندریہ سے وابستہ مریدین اپنے نام کے ساتھ
” قادری، محمودی، خاکوی، مخدومی یا قلندری ” لگاسکتے ہیں۔

آداب خدمت بجالاتا ہے۔“ ایک روز شکارگاہ میں ایک ہما پرواز کرنے لگا۔
سب غلام، خدمت گارہما کے سایہ کے لئے دوڑے گرا یا زنے فقط میری رکاب
میں میرے پاؤں پر ہاتھ رکھا۔ میں نے کہا تم ہما کے سایہ کی طلب کی میں کیوں
نہیں لگے؟ اس نے جواب دیا مجھے محض آپ کے سایہ کی تمنا ہے۔ اس حسن ادب
کی وجہ سے میرے دل میں اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی کیونکہ حسن ادب اللہ کو بھی
بہت پسند ہے۔

گویا پانچ ایسے امور ہیں جن کا بجالاتا ایک طالب صادق کے لئے بہت
ضروری ہے۔

• محبت شیخ

• مرشد کا ادب

• تصور شیخ

• مکمل شیخ پر عمل درآمد

• مرشد سے وقا

ان پانچ امور سے ہی درجات میں فرق پڑتا ہے۔ یہی امور روحانی
نظام میں آگے بڑھنے کے لئے سیڑھی کا کام کرتے ہیں۔ اگر ان امور کا خیال نہ



- بھی خاموش رہے۔
 ۱۰۔ شیخ کے قریب اپنا مصلحتی نہ بچائے۔
 ۱۱۔ اپنے بارے میں دوسروں سے بہتر ہونے کا قیمن نہ رکھے۔
 ۱۲۔ شیخ سے اپنے احوال تھنی نہ رکھے۔
 ۱۳۔ شیخ کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کرے۔
 ۱۴۔ کثرتوسالات سے اجتناب کرے۔
 ۱۵۔ کرامت کو عوام سے چھپائے۔
 ۱۶۔ ظاہر میں شیخ کی مخالفت اور باطن میں اعراض نہ کرے۔
 ۱۷۔ شیخ کو اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ جانے۔

* حضرت ابوالقاسم گرگانی رض :

آپ کا فرمان ہے: ”مرید کو چاہئے کہ اپنے شیخ کے سامنے ”کیوں“ کا لفظ
نہک استعمال نہ کرے کیونکہ اس لفظ کے اندر اعراض کی بُوپائی جاتی ہے۔“

* حضرت ابن عطار رض :

فرماتے ہیں: ”جو شخص اپنے نفس کو بے ادبی پر قائم رہنے دیتا ہے تو اس
کا نفس سرکش بن جاتا ہے، جس کے ظاہر میں ادب نہیں وہ باطنی حسن
ادب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔“

دیگر فقرائی رائے میں آداب شیخ

جملہ کبار مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اپنے شیخ کے لئے مرید کے
دل میں جذبات ادب کے بغیر حصول غیض ممکن نہیں۔ آداب کی بجا آوری کے
 بغیر ریاضتیں اور مجاہدات بھی اپنا اثر نہیں دکھاتے۔ ذیل میں چند مشائخ کے
فرمائیں آداب شیخ کے حوالے سے قویں خدمت ہیں۔ کتاب ”غذیۃ الطالبین“ کے
ایک باب آداب مریدین میں ہے:

مرید کو چاہیے کہ وہ:

- ۱۔ دل کو طلب حق اور اس کے مساوا سے ترک کے لیے تیار کرے۔
- ۲۔ کتاب و سنت کی اتباع کرے۔
- ۳۔ عجز و اکساری کا مظاہرہ کرے۔
- ۴۔ توہین میں رضا جوئی الہی کو اپنا شیوه بنالے۔
- ۵۔ شیخ سے مجتب کرے۔
- ۶۔ شیخ سے قطع تعلق نہ کرے۔
- ۷۔ شیخ کے سامنے اپنی تعریف نہ کرے۔
- ۸۔ بلا اشد ضرورت بات نہ کرے خاموش بیٹھا رہے۔
- ۹۔ شیخ کے سامنے کوئی مسئلہ بیان ہو رہا ہو تو مرید علم رکھنے کے باوجود



نبت عطا کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اسی طرح نبت سلب بھی کر سکتے
ہیں۔“

صوفیاء کا مشہور قول

صوفیاء کا مشہور قول ہے:
الفرید لا یرید۔

”مرید اپنی خواہش سے کچھ نہیں چاہتا۔“
یعنی وہ رضاۓ مرشد میں رضاۓ الہی کا طالب رہتا ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردی حضرت:
”مرید کو چاہیے کہ اپنے شیخ کو رسوائہ کرے کبھی غلطی سے بھی اپنے آپ
کو شیخ پر ترجیح نہ دے۔“

حضرت ابوالقاسم قیشری حضرت:

آپ فرماتے ہیں: ”عبادت سے آدمی جنت تک پہنچتا ہے مگر ادب
کرنے سے اللہ تک پہنچ جاتا ہے، یعنی معرفت مولا نصیب ہو جاتی
ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ادب عبادت سے بالاتر چیز ہے کیونکہ عبادت
روہو سکتی ہے لیکن ادب اور خدمت کبھی ضائع نہیں ہوتی۔“

حضرت مولانا روم حضرت:

”بے ادب نہ صرف اپنی روحانی دنیا کو خراب کرتا ہے۔ بلکہ پورے عالم
میں فساد کی آگ لگادیتا ہے۔ بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔“

حضرت مجدد الف ثانی حضرت:

”اللہ تعالیٰ اپنے غصب اور اولیاء کے غصب سے بچائے وہ جس طرح



بسطام چلے جاؤ یعنی تم نے ادب حاصل کر کے گویا تمام روحانی منازل کو حاصل کر لیا۔

حضرت ابوالقاسم قیشری رحمۃ اللہ علیہ:

ان کا یہ حال تھا کہ جب اپنے شیخ حضرت ابو دقاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاتے تو پہلے روزہ رکھتے، فصل کرتے اور پھر حاضر خدمت ہوتے۔ حاضری کے لئے جاتے تو بار بار واپس لوٹ آتے دروازہ کھکھلانے کی ہمت نہ ہوتی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ جب بھی اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کرتے تو جو تے گولڑہ (راولپنڈی) میں اتار دیتے اور باوضو ہو کر ننگے پاؤں سیال شریف (سر گودھا) تک پیدل سفر کرتے اور جب تک محبت میں رہتے رفع حاجت کے لئے سیال شریف کے ملاقوں سے باہر نکل جاتے۔

ایک اصفہانی نوجوان کی عقیدتِ مرشد:

حضرت ابو الحسن توری رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے بیرون مرشد

چند عملی مشائیں

بزرگان دین اپنے مرکو عقیدت کی خدمت میں کیسے رہا کرتے تھے چند عملی نمونے پیش خدمت ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جاگہ میں اس طرح ساکت اور مُؤدب ہو کر بیٹھتے کہ پرندے بے جان چیزیں سمجھ کر ان کے سروں پر بیٹھ جاتے اور ان کو خبر تک نہ ہوتی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اپنے ابتدائی ایام میں شیخ کی محبت میں تھے کہ ایک دن شیخ نے فرمایا طاق سے فلاں کتاب اخلاق اونہوں نے عرض کیا کون سا طاق؟ فرمایا ایک عرصے سے تم بیہاں رہ رہے ہو تمہیں طاق کا بھی پتہ نہیں، عرض کیا میں نے کبھی ادھر ادھر جھانکنے کی کوشش نہیں کی، میں تو آپ کی محبت کی خاطر بیہاں آیا ہوں لہذا آپ ہی کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔ آپ کے مرشد نے فرمایا اگر یہی بات ہے تو پھر تمہارا کام ختم ہوا، واپس



چند روحاںی رکاوٹیں

یار ان طریقت کی کمزوریاں جو روحاںی طور پر آگے بڑھنے میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ ان کا جاننا اور سمجھنا اس لئے ضروری ہے تاکہ ان کو دور کیا جاسکے اور یہ کمزوریاں روحاںی سفر کو روکنے کا سبب نہ بن پائیں۔

آج کے دور میں ایک بڑی کمزوری اعتقاد اور یقین سے محرومی ہے۔ جہاں اعتقاد متزلزل ہوا وہاں اپنے مقام سے نیچے گئے اور خود کو خبر بھی نہ ہوئی۔ طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے مرشد کو وسیلہ جانتے ہوئے اس پر ملتین کامل رکھے۔ ایک اور کمزوری یہ ہے کہ اس مادہ پرست دنیا میں رہتے ہوئے انسان ہر لمحہ مادی فائدے اور نقصان کو سامنے رکھتا ہے، یہ مادہ پرستی، دنیوی فائدوں کی طرف دل کا میلان روحاںیت کی ضد ہے کہ جہاں دنیا کی محبت ہو وہاں اللہ کی محبت نہیں ہوتی اور جہاں اللہ سے سچی محبت ہو وہاں دنیاوی فائدے اور نقصان بے معنی ہو جاتے ہیں۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چہار غیر راہ ہے منزل نہیں ہے

انسان کی طبیعت میں کاملی، سستی، آرام طلبی اس قدر بڑھنی ہے کہ وہ

اور جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے۔ آپ کا ایک اصفہانی نوجوان مرید تھا اس کے دل میں مرشد کے دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا۔ جب وہ چلنے لگا تو شاہ اصفہان نے اس کو لامپ دیا کہ اگر تم اپنے مرشد سے ملنے نہ جاؤ تو میں تمہیں ایک ہزار دینار کا مل سامان سمیت اور ایک ہزار دینار کی کنیز مع زیورات کے چیز کر سکتا ہوں (موجودہ دور میں یہ رقم کروڑوں روپے میں بنتی ہے) لیکن وہ نوجوان ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر نگہ پاؤں شوق دیدار یار میں چل پڑا۔ ادھر حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ارادت مندوں کو حکم دیا کہ ایک میل تک زمین کو صاف و شفاف کر دو، کیونکہ ہمارا ایک عاشق ہوئی دنیا کو چھوڑ کر نگہ پاؤں شوق دیدار میں چلا آ رہا ہے۔ اور جب وہ نوجوان حاضر خدمت ہوا تو حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام واقعہ بیان کر کے اس نوجوان سے فرمایا کہ: ”مرید کی شان یہ ہے کہ اگر سارے جہاں کی نعمتیں بھی اس کے سامنے پیش کر دی جائیں تو وہ ان پر نگاہ تک نہڈالے۔“

ان تعلیمات کی روشنی میں ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم کس حد تک آداب شیخ کا خیال رکھتے ہیں۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا بہتر علم ہوتا ہے۔



انداز کر دیتے ہیں اور روحانیت میں رہنمای کی طرف دھیان رکھنا بہت ضروری ہے۔ ہم واقعی اٹھتے بیٹھتے، سوتے جا گتے دھیان اپنے مرشد کی طرف لگا رہے اس سے دنیا میں رہتے ہوئے الگ زندگی ملے گی جو اصل زندگی ہے اور اسی میں رہتے ہوئے جیسا کہ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ یہ کمزور یاں ہتاںی اس لئے جاتی ہیں تاکہ انہیں سمجھ کر دور کیا جاسکے۔

میاں صاحب مسنون فرماتے ہیں:

جیکنڑ سونہ ڈارا ہی بودے
مرضی لوڑ سجن دی
چے تو مرضی اپنی لوڑیں
فید نہیں گل بند دی

(جس کو خیال رہتا ہے اس کا اچھا حال رہتا ہے جو مطابقت چھوڑ دیتا ہے وہ خوار ہوتا ہے۔)

دین کے کاموں کے لئے روحانی قوت سے محروم ہو گیا ہے۔ اور روحانی نظام تو اللہ سے تعلق عشق پر بنی ہے۔ اپنی سستی اور کاملی کی بناء پر انسان پر نقصانی خواہشات کا غلبہ آ جاتا ہے۔

لش اور شیطان رکاوٹیں ڈالتے ہیں طالب کے لئے ضروری ہے کہ کاملی اور سستی کو ارادتا ترک کر کے دینی و روحانی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور مریدین کے لئے جو رہنمای اصول بتائے گئے ہیں ان پر عمل پیرا ہو۔

یہ شہادت کہ الفت میں قدم رکھتا ہے
لوگ آسائ سمجھتے میں مسلمان ہونا

باقی ہر ایک کی اپنی طلب اپنا اپنا ظرف کا چیخانہ ہوتا ہے کچھ لوگ صحیح موقع کھو دیتے ہیں، آگے بڑھنے کا۔ تربیت میں کمزوری کی وجہ سے کچھا غیاری کی باتوں میں آکر راہ سے بچک جاتے ہیں، بعض اوقات کچھ حالات آزمائشی طور پر میبر و استقامت کے مقاضی ہوتے ہیں۔ مگر میبر کا دامن چھوڑ دینے سے آگے کا سفر رک جاتا ہے۔ اگر عام لوگوں کی بات کریں کہ وہ روحانی سفر میں آگے کیوں نہیں بڑھ پاتے تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کو موزوں رہنمائی اور تربیت نہیں مل پاتی۔ بعض لوگوں کو اچھے رہنمائل جاتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ اپنی پڑھتے رہتے ہیں اس سے مراد یہ کہ اپنی مرضی پر چلتے ہیں رہنمای کی مرضی اور منشاء نظر



سکا۔ عالم احادیث واقف کاروں کی جگہ ہے۔ واقعیت ہو گئی تھیں ہوا جیسا کہ ہیرے کا پتہ چل گیا کہ بوش میں ہے اس کی آب دتاب نظر آرہی ہے۔ تو اب یہ سمجھ لینا کہ بس میرا ہی تو ہے اس پر خوش رہنا کہ سامنے تو ہے اسے پانے کی طرف نہ جانا اسی جگہ پر چھوڑ گیا جسے پتہ چل گیا جو اس سے آگے بڑھ گیا وہ متین ہو گیا۔ وہاں ذات حق ہے یہاں نور حق ہے۔

انا کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ انا نے نفس

۲۔ انا نے دل۔ انا نے ذات

انا نے نفس فرعونیت کی طرف لے جاتی ہے، انسان خود کو سب کچھ سمجھتا ہے اور فرعون بن جاتا ہے۔

روحانیت روح سے نکلا ہے۔ عناصر جن سے انسان بنتا ہے جب فنا ہو جائیں گے مٹی مٹی میں، آگ آگ میں، انسان تخلیل ہو جائے گا روح فج جاتی ہے۔ سر کا یہ دعالم ﷺ نے فرمایا:

مَوْتُهَا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا۔ (۱)
”مرنے سے پہلے مر جاؤ۔“

انا

روح انساں ہے اور انساں ہے خدا۔۔۔ ایک انا فرعون بناتی ہے۔ ایک انا انا الحق کا پرتو ہے۔ جو خود میں رہے وہ بے خود رہے۔ صرف خود کو سمجھتا یہ فرعونیت ہے اور خود کو ختم کر کے بے خود ہو گئے تو خدا اسکے بخوبی کے کہ خود کو ختم کر کے خدا کو خود میں سمجھا تو وحدانیت کو پالیا۔ اللہ ہے اور اس کا ملکانہ دل ہے جب وہ آگیانہ قلب رہا، نہ نفس رہا، نہ سر، نہ خفی، نہ اخی، بس وہی رہا۔ جب دل میں ظہور ہوا۔ دل ہی لامکان بن گیا تو انسان کا راز سمجھ میں آگیا۔ صوفیاء مجاهدے کرتے ہیں، ریاضتیں کرتے ہیں، بھیک ملنگوانا، بھوکا پیاسار کھتنا، چلتے کرنا۔ ان سے نفس نہ عال ہو جاتا ہے، نفس نہ عال اور کمزور ہو جاتا ہے تو مشاہدہ کرتا ہے پھر بندہ، بندہ شدہ رہا۔

عالم شہود میں شیطان کی رکاوٹیں رہتی ہیں کہ وہ خرابی چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ آپ ترقی نہ کر سکیں، دین میں آگے نہ بڑھیں، انسان کو سکون نہ ملے، انسان خوش نہ ہو، انسان غمگین ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ تو کچھ لوگ تو عالم شہود میں ظاہرداری میں ہی پھنس جاتے ہیں۔ کچھ عالم ملکوت تک پہنچتے ہیں، مشاہدہ ملا تو فخر و تکبر آگیا۔ اپنے آپ کو نورانی سمجھنے لگ گیا اور اس مقام سے آگے نہ بڑھ



حقیقی دل

روحانیت پڑھنے، لکھنے، سننے سے نہیں آتی۔ لکھنے سے انسان کو علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ میں نے انسان کو علم قلم کے ذریعے دیا ہے۔ فرمایا:

اَقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ○ الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمَ ○ عَلَمَ
الْإِنْسَانَ مَا لَهُ يَعْلَمُ - (۱)
”پڑھوا اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔“

پہلے عقل پر، شریعت پر، علم پر چلو جب دل زندہ ہو جائے تو پھر دل کی بات مانو۔ دل زندہ ہونے سے پہلے ممکن ہے تم نفس کی مان رہے ہو یعنی بغیر دل زندہ کے انسان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ دل کی مان رہا ہے یا نفس کی۔ تصور شیخ میں رہ کر طالب کو چاہیے کہ ہر وقت ذکرِ خفی میں رہے اور اسم ذات کا تصور اس قدر پختہ ہو کہ وہ اس کی آنکھوں، دماغ، دل، دونوں ہاتھوں، دونوں ٹانگوں، پورے بدن میں سما جائے اور واضح نظر آئے پھر بے نک اس کا بولنا اللہ کا بولنا، دیکھنا، سنتا ہے۔

(۱) سورۃ العلق، ۹۶، آیت ۵-۳

مرنے سے پہلے خود کو مارنا اپنی میں کو مارنا ہے۔ پھر ان الحق کا رنگ ملتا ہے۔ روح کا مقام دل میں ہے ہر انسان ذاتی طور پر کچھ نہیں۔ اس کی ذات ہے تو کسی ذات سے مل کر۔ یہ نسبتوں کا سفر خدا تک لے جاتا ہے کہ وہ ظاہر اُظاہر ہے۔ میں عیاں ہے۔
بابا نجیف شاہ مجتبی فرماتے ہیں:

اک لازم شرط ادب دی اے
سانوں بات معلوم سب دی اے
بڑ بڑ وجہ صورت سب دی اے
کہے ظاہر کئے چھپیندی اے

منہ آئی بات نہ رہندی اے
اساں پڑھیا علم تحقیق اے
اوہمے اکو حرف حقیق اے
ہو، جیھگذا سب ودھیکی اے
ایتوینیں ہولا ہایا پہندی اے
منہ آئی بات نہ رہندی اے



ملاحت

لامت فقر کا پہلا حصہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت دراصل اللہ تعالیٰ کی وحدائیت کا اقرار ہے اور بندہ اگر حق پر ہو تو ملامت بڑا کام کرتی ہے۔

سرکار داتا سنگھ بخش پھٹکا کشف الحجوب میں بیان فرماتے ہیں کہ:

”وہ تین ماہ تک چلہ کائیتے رہے، مگر ایک مسئلہ حل نہ ہوا۔ آخر کار ایک سفر کے دوران ایک مزار پر رکنا ہوا تو وہاں ملک لوگوں نے آپ پھٹکا پر آوازے کے اور ناشائستہ طریقے سے پیش آئے تو سرکار پھٹکا نے فرمایا کہ اس ملامت سے میرا وہ مسئلہ حل ہو گیا جو چلے سے بھی نہ ہو سکا تھا۔“

مگر لازم یہ ہے کہ بندہ حق پر ہو، حق ہی کی جستجو میں ہو تو ملامت بہت کام کرتی ہے کہ ہمیشہ دل میں خدا کا خوف رہے۔ دنیا کو بھی نہیں چھوڑتا چاہیے کیونکہ یہ بھی ضروری ہے۔ دنیا کے معمولات میں توازن ہونا چاہیے۔ ملامت نفس کو مارتی ہے جو شیطان کا گھر ہے اگر ملامت سے یا کسی اور وجہ سے غصہ آجائے تو فوراً آئینہ دیکھنا چاہیے غصہ دور ہو جائے گا، خود میں برداشت کی قوت پیدا کرنی چاہیے۔ مسئلہ میں سے مصالحتہ ختم کیا جائے تو مسئلہ ختم نہیں ہوتا۔ اندر سے قیف ہونا ضروری ہے پھر ظاہری حالت بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔ ہر وہ بات جو حق سے،

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرا ہو جاتا ہے میں اس کا ہو جاتا ہوں۔ میں اس کی آنکھیں، ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ بن جاتا ہوں۔ پھر اس کا دیکھنا میرا دیکھنا ہے۔ اس کا بولنا میرا بولنا ہے۔“ (۱)

لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم کے لوگ وہ ہیں جو دنائی کی بات سنتے ہی نہیں۔ ایک صرف سنتے ہیں سمجھتے نہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو سنتے سمجھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے اور سب سے اعلیٰ وہ لوگ ہیں جو سنتے بھی ہیں، سمجھتے بھی ہیں اور پھر اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ بات وہ سُنی جاتی ہے جو کافیوں تک پہنچے اور عمل اس پر کیا جاتا ہے جو دل تک پہنچے۔ حقیقی دل وہ ہوتا ہے جو کسی ایسے دل کی طرف مائل ہو کر اس کے اپنے معاملات ختم ہو جائیں اور وہ دل اس کو اپنے جیسا بنادے۔

نقیر ہمیشہ دل کو دیکھتا ہے اور دل کو قلاقت سے پاک کر کے اللہ کے ذکر کی طرف لگا دیتا ہے اور پھر خود خود اللہ کا ذکر اس دل سے جاری ہو جاتا ہے جس کو ہم قلب کا جاری ہونا کہتے ہیں پھر اس کی زندگی خود خود بدل جاتی ہے۔



مادی مسائل کا حل

دنیاوی معاملات، مسائل اور دیگر باتوں کو دیکھا جائے تو تین صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک وہ باتیں جس میں نہ گناہ ہے اور نہ ثواب۔ شریعت میں ان امور کو مباح کہا گیا۔ دوسری دو واضح صورتیں وہ باتیں جس میں ثواب ملتا ہے اور وہ باتیں جن کا کرنا گناہ ہے۔

عارف لوگ نہ گناہ کی بات کرتے ہیں اور نہ وہ جس میں نہ گناہ ہوتا ہے نہ ثواب۔ وہ بات کرتے ہیں تو صرف ثواب کی۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا سے تعلق بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جب خدا سے تعلق ہو جاتا ہے تو دنیاوی مسائل و مشکلات کی کوئی حیثیت نہیں رہتی یہ خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ دو کام کرنے پڑتے ہیں خدا کا دھیان بھی رکھنا ہے اور شیطان کا بھی کہ کہیں پڑنا لے۔ والدین کو اولاد کی تربیت پر خاص توجہ دینی چاہیے۔ جو والدین بچوں کے ساتھ ان کی قلطی میں رعایت کرتے ہیں وہ اولاد ان کی کبھی نہیں بن سکتی۔ اس کے علاوہ جو لوگ گستاخ اولیاء اور انبیاء ہیں ان کے ساتھ کھانے پینے سے بھی بچنا چاہیے ان کے پاس بچے بھی حفظ و قرأت کے لئے نہیں سمجھنے چاہئیں۔ بھیشہ یاد رہے کہ قیامت کے دن اعمال میں روح نہ ہوگی تو اٹھا کر پھینک دیئے جائیں گے اور

اپنے شیخ سے دور کرنے والی ہواس سے پرہیز ضروری ہے۔ بلکہ ہر میدان میں شفا پرہیز نہیں ہے۔ روحانیت میں بھی دوایتارے پرہیز نہ کرے تو فائدہ نہیں۔ برداشت اور دلیری انسان پیدا کر لے تو اللہ کرم کرتا ہے۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں جھوکو دھکا کر رخ دوست
زندگی تیسرے لیے اور بھی دشوار کرے





روح عشق محمد ﷺ ہے۔
بقول اقبال مکتبہ:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اُس کے بدن سے نکال دوا!

انبیاء اور اولیاء کی شان میں گستاخی کرنے والے مزاج کے لحاظ سے
خنک ہوتے ہیں۔ خنک اس وجہ سے ہیں کہ تکبر ہے۔ تکبر اس وجہ سے ہے کہ
مرشد کامل سے دور ہیں۔ مرشد کامل سے اس وجہ سے دور ہیں کہ شیطان ساتھ
ہے اور شیطان اس لئے ساتھ ہے کیونکہ عشقِ مصطفیٰ کریم ﷺ نہیں ہے۔ تو
ہندے کا تعلق رحمتِ عالم نور جسم ﷺ سے ہوتا ہے تو اللہ سے تعلق قائم ہو جاتا
ہے۔ اور جو اللہ کا ہو جاتا ہے اس کے مسائلِ رحمتِ رباني سے حل ہوتے چلے
جاتے ہیں کہ خدا سے تعلق میں ظاہری معاملات کی کوئی حیثیت نہیں۔

بہت سے مریدین اور عوامِ الناس مادی مسائل کے حل کے لئے،
دنیاوی معاملات کے لئے فقیر کے پاس آتے ہیں۔ یہ بھی ایک طریقہ ہے راوی
طریقت میں لوگوں کے آجائے کا۔ جب فقیر کے اثراتِ باطنی اللہ کے ذکر (جو
وقیفہ کی شکل میں دیا گیا) کی بدولت یادم، دعا، توعید کے ذریعے معاملہ حل ہوتا
ہے۔ تو اس کی تاثیر سے باطن پر اثرات پڑتے ہیں اور روحانی سفر میں آنے والا



آگے بڑھتا ہے۔ زیادہ تر لوگ اسی طرح سے آتے ہیں اور ہم سفر ہو جاتے
ہیں۔ خالص للہیت بہت کم ہوتی ہے۔ یہ دنیاوی معاملات ایک ذریعہ بن جاتے
ہیں آگے آنے کا۔

بہیشہ خوش رہے ان کی نگاہوں کی میجانی
اب اپنی زندگی بھی زندگی معلوم ہوتی ہے





علم، محبت، عمل

علم کی اہمیت مسلمہ ہے۔ قرآن و احادیث میں بار بار علم کی ترغیب دی گئی اور اس کا حصول فرض قرار دیا گیا۔

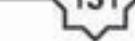
اقرأ إِيمَنَ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ - (۱)
”پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔“

یہ پہلی وحی علم کی اہمیت کو جاگر کرتی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بار بار علم کے حصول پر زور دیا گیا۔ مگر ایک بات سمجھ لئی چاہیے کہ اللہ اور رسول پاک ﷺ سے پیار علم پر فوکیت رکھتا ہے۔

ابو جہل جہالت کا باپ اس لئے کہ اس میں محبت نہ تھی۔ تو محبت نہ ہوتی انسان پڑھا لکھا بھی جاہل ہی ہے۔

اہل محبت کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سائل کو، یہاں لوگوں کو گالی لکھ کر دے تو شفاء ہو جاتی تھی کیونکہ ان اہل اللہ لوگوں کو وہ مقام ملتا ہے کہ الفاظ کی وقعت ختم ہو جاتی ہے اور نیت کام کرتی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ فقراء جب کلامِ الہی کے کسی لفظ کی وضاحت فرماتے ہیں تو ظاہری علم سے ہٹ کر

(۱) سورۃ العلق ۹۶، آیت ۱



مرؤج معنی و مفہوم کو چھوڑ کر، عام ذہنوں کی جہاں رسائی نہیں ہو سکتی وہ بیان کرتے ہیں۔ یہ علم، علمِ لدنی ہے۔ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً - (۱)

”اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر۔“

رحمتو بانی علم کی صورت میں عطا ہوتی ہے۔ بڑے بڑے اہل علم، دلائل اور قیاس کی باتیں کرنے والے اثرات سے کیوں محروم ہیں؟ کامل بات ہی یہ ہے کہ ان کی سر کا پروڈو عالم ﷺ سے نسبت کیسی ہے۔ علمائے ربانی، علماء حق اور ولی کامل۔ وہ کجا اور آج کے یہ جاہل لوگ کہاں۔

پہلے درس نظامی سے فارغ التحصیل طلباء باقاعدہ فقراء اور اہل اللہ کی صحبوتوں میں پیشہ کر تصوف کو سمجھتے تھے کیونکہ روحانی نظام فقط ان صحبوتوں سے ہی سمجھا آسکتا ہے۔ اس کے بعد پھر عمل میں تاثیر آتی ہے تو جب علم بانٹنے تو اس کے اثرات معاشرے میں ظاہر ہوتے۔

اہل علم کو محبت اولیاء عمل جائے، ان کے پاس بیٹھنا، رہنا، سفر میں پیدل ساتھ رہنے، تو اولیاء کرام کے تابکاری و روحانی اثرات جو مرتب ہوتے رہتے ہیں ان سے بات اور تقریر میں تاثیر آجائی ہے۔

(۱) سورۃ الآل عمران ۳، آیت ۸



مولانا روم بھٹکلہ فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے دیا
(اللہ کے ولی کی محبت کے چند لمحے موال کی بذریعہ امداد سے بھی بہتر ہے۔)

صوفیاء کا طریقہ تو یہ ہے کہ ایک دوسرے سے تعاون اور محبت کرتے
رہیں۔ جن کو ولایت عطا ہوتی ہے ان کا کام بدل جاتا ہے۔

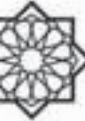
اب آج کے دور میں:
وہ مسلمان کہاں اگلے زمانے والے
گرد نیں قیصر و کسری کی اڑانے والے

اگر غلامانِ رسول، پچھے پیار والے آگے آئیں تو جہاں کو تغیر کر سکتے
ہیں۔ پھر جناب جانِ جاتاں سرور دو عالم بھٹکلہ کی عطا سے تغیر اور تاشیر عطا ہوتی
ہے۔ فقراء کی ڈیوبٹیاں اور ہوتی ہیں۔ اگر انسان شریعت کو مجھ کر محبت سے فقراء کے
پاس آئے اور عمل میں کوتا ہی نہ کرے تو سمجھ آ جاتی ہے کہ حقیقت کیا ہے؟

ساری زندگی بندہ ایک ہی کمرے میں رہتا ہے وہ بھی کرائے کا جو چھوڑنا
پڑتا ہے۔ تو اس زندگی میں علم، محبت اور عمل کو ملا دیں پھر انسان، انسان جاتا ہے۔
عقل اور علم چراغ تو ہے مگر منزل نہیں۔ آج لوگ چراغ تک محدود ہو کر

رو گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم علم والے ہیں اصل میں ان کے پاس علم موجود ہی
نہیں ہے اگر صحیح علم ہو تو وہ علم حقیقی کی طرف انسان کو رجوع کر دیتا ہے اگر کسی
کے پاس صحیح علم ہے تو اس حد تک آ کر رک گیا ہے کہ حقیقت سے نا آشنا ہے۔
جب تک انسان کسی فقیر کی صحبت میں نہ اٹھے پہنچے تب تک اس کا علم صحیح معنوں
میں اُسے مستغیض نہیں کر سکتا۔ علم پڑھنا اور بات ہے، جب وہ کسی فقیر کے پاس
پہنچتا ہے تو سارا علم ایک طرف رہ جاتا ہے پھر وہ اُس فقیر کا علم سیکھنا شروع کرتا
ہے، اس کے بعد وہ کسی قابل ہوتا ہے و گرنہ وہ اسی علم کے چکروں میں پڑا رہتا
ہے اور کوئی چیز حاصل نہیں کر پاتا کیونکہ یہ میدان یعنی روحانیت، تصوف اور
فقیری بقیہ میدانوں سے ذرا ہٹ کے ہے۔





رہنے والوں پر اور کم، سب سے بڑا توڑ تو خود جان عالم رسول پاک ﷺ نے بتا دیا کہ آخری تین قل شریف تین دفعہ پڑھ کر پورے بدن پر پھونک مار دیں۔ آخری ایام میں مائی صاحبہ حضرت عائشہؓ پڑھ کر ہاتھ پھیرا کرتی تھیں۔ اگر بیماری، سختی آجائے تو ایسا ہی کرنا چاہیے۔

مسلمان ہر ایک پر غالب آتا ہے اگر کچھ ایمان والا ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے جو چاہے مومن کر سکتا ہے مگر غلامی رسول ﷺ سے کہ فقافی اللہ کے بعد بھی غلامی مصطفیٰ ﷺ ہے۔ حقیقتِ محمدی سمجھ سے باہر ہے۔ دم، تعویذات اور دعا سرکار ﷺ سے ثابت ہیں۔ ان کے علاوہ جادو اور کالا عمل سب کفر ہے۔ ہندو پنڈت اور عالمیں جنات اور عمل کے ذریعے بعض باتیں بتاتے ہیں مگر ایمان والوں کو ہرگز ان کے پاس نہیں جانا چاہیے کہ یہ اس درسے دور ہو کر خود بے در ہیں۔



جادو/ کالا عمل

جہاں تک جادو اور کالا عمل کا تعلق ہے تو جناب رحمت عالم حضور ﷺ نے فرمادیا:

السحر حق و ساحر کافر۔ (۱)
”جادو کا وجود ہے اور جادو کرنے والا کافر۔“

جناب سرکار دو عالم ﷺ پر بھی جادو کیا گیا جس پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئی۔ نظر اپر بھی جادو کیا جاتا ہے، شیطانی قوتیں اپنائز ورگاتی رہتی ہیں۔

خید مہر علی شاہ صاحب ﷺ پر بھی جادو کیا گیا، آپ تین ماہ تک بستر عالت پر رہے۔ پہلے اللہ پاک کی طرف سے آزمائش سمجھا اور رضاشای میں رہے کہ دوست کی طرف سے جو بھی عطا ہو وہ شیک ہے۔ اور جب انہیں پڑھا کہ باقاعدہ قلاں آدمیوں نے انتیا جا کر کالا عمل کرایا ہے تو ان فقراء کے لئے توڑ کوئی مسئلہ نہیں۔ آپ ﷺ نے خود توجہ کی اور توڑ کیا کہ وہ مالک کائنات تو بندہ مومن کو اپنی ملکیت کے قیض سے خدائی کا مالک بنادتا ہے۔ سبی وجہ ہے کہ جادو کا اثر ہوتا ہے مگر نماز اور قرآن پاک باقاعدگی سے پڑھنے والوں پر کم۔ وڑو شریف اور وظائف پڑھنے والوں پر اور کم، عسل کرنے والوں اور ہم وقت باوضو



عاشق صادق کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا عالم ہو سکتا ہے کہ راہ طلب اور راہِ عشق میں ایک ایسا عالم آتا ہے کہ درمحبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ کوئی بھی ذی شعور خود ہی سوچ لے کہ اس وقت طالب کی خوشی کا کیا عالم ہو گا۔ عالم زمانے کو کہتے ہیں۔ زمانہ وقت ہے اور ایک طالب پر کئی قسم کا وقت گزرتا ہے یوں سمجھئے کہ ایک طالب کئی عالمین میں سے گزرتا ہے۔

اللہ پاک نے سورۃ فاتحہ کے آغاز میں فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (۱)

”سب خبیاں اللہ کو جو ماں اک سارے جہان والوں کا۔“

ہر زمانے کی مخلوقات کو پالنے والا وہ خود ہے وہ صرف کھانے پینے کا رزق نہیں بلکہ وہ رزق پیار کی صورت میں بھی اہل افراد کو عطا کرتا ہے۔ ہر زمانے میں عام لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ خاص لوگوں کو رزق کے ساتھ محبت بھی دی جاتی ہے خاص انخاص کو رزق اور محبت کے ساتھ عشق کا رزق بھی عطا کیا جاتا ہے تو اس طرح ایک عام بندہ اور ایک طالب حق اور ایک عاشق صادق ہر عالم میں اللہ کی زیر نظر ہے اور ہر عالم میں اللہ کے بندوں کے لئے فیض رسال رہے۔

خاصاً خدا کا یہ شیوه ہے کہ جب ایک خاص بندہ طلب کے عالم میں آتا

(۱) سورۃ الفاتحۃ، آیت ۱

عالمین

جو شریعت میں ہے وہ عالم ناسوت میں ہے۔ جو طریقت میں ہے وہ عالم جبروت میں ہے۔ جو حقیقت میں ہے وہ عالم لاہوت میں ہے۔ عالمین میں سے ایک عالم ارواح ہے جو روحوں کی قیام گاہ ہے اور وہاں سے وہ عالم ظاہر یعنی دنیا میں آتی ہیں یہ ایک اور عالم ہے یہاں سے عالم برذخ کی طرف جا رہی ہیں۔ ایک دفعہ صحابہؓ میں سے کسی نے کہا:

”اے زمانے تم ابراہو۔“

آپؓ نے سختی سے منع فرمایا کہ:

”زمانے کو برامت کوہ کر زمان خدا ہے۔ زمانہ وقت میں موجود ہے، تھا اور ہو گا۔“ (۱) جو قائم ہے وہ خدا ہے، اللہ پاک ہے جو اس کو چلا رہا ہے اللہ کی وجہ سے زمانہ ہے اور طالب حق پر عالمین میں سے ایک عالم تقویٰ پر رہنے کا ہے، یہ عالم طالب کو طریقت میں شامل کرتا ہے۔ ایک عالم معرفت میں لے جاتا ہے کسی طالب پر جو کچھ گزرتا ہے جو کچھ وہ پاتا ہے تو عالمین میں سے کسی عالم میں سے پاتا ہے۔ اثر انگیز گاہ سے دلوں کا عالم بدل جاتا ہے۔ طالبان حق کو اس عالم میں رہتے ہوئے بیشار عالمین کی سیر کرائی جاتی ہے۔

(۱) صحیح مسلم: ۵۸۶۶



رات کا درد

اللہ پاک نے دن اور رات بنائے۔ کچھ نعمتیں دن کو عطا کیں اور کچھ بائیں رات کے لئے منع کر دیں۔ انسان دن کو مختلف کاموں میں لگا رہتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا:

إِنَّ لَكُمْ فِي النَّهَارِ سَبَعًا طَوِيلًا۔
”پہلے دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔“

رات کا اندر ہیرا چھا جاتا ہے۔ انسان کاموں سے فارغ ہوتا ہے تو اسے دل کے رشتے ناطے یاد آتے ہیں۔ دل کے رشتے کا تعلق درد سے ہے۔ رات ہو تو درد بڑھ جاتا ہے۔ عاشق تاریکی، سنائے اور خلوت کو حلاش کرتے ہیں۔ اہل محبت کو وہ درد بھی پیارا ہوتا ہے۔

عرقاء اور عشقان کے لئے رات زبردست چیز ہے۔ وہ رات کا انتظار کرتے ہیں۔ دنیا والے سوجاتے ہیں اور وہ اپنے محبوب سے ملاقات کرتے ہیں۔

عاشق، چور، فقیر خدادے متگدے گھپ بندرا
اک لفاؤٹے، اک لٹھے، اک کہہ گیا سب تیرا

ہے اس وقت اس کو طلب ہوتی ہے اس نے دیکھا نہیں ہوتا اس وقت وہ اشتیاق کے عالم میں ہوتا ہے اور جب دیدار ہو جائے تو پھر طلب سے محبت کے عالم میں چلا جاتا ہے۔ محبت کے عالم میں چنگی اختیار کرنے کے باعث اللہ پاک اس کو عشق کا عالم عطا کرتا ہے عشق میں ایک ایسا مقام آتا ہے کہ وہ جل جاتا ہے یعنی قاتا کے عالم میں چلا جاتا ہے۔ قاتا کے عالم میں پہنچتا ہے تو پھر بھا کی صورت میں تمام عالیین کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اب نہ اس پذکر کا عالم ہے نہ ذاکروں کے عالم سے نسبت رکھتا ہے بلکہ اب عالیین سے جان چھوٹ گئی اور مذکور میں غرق ہو گیا۔ زمانہ، وقت کی قید ختم ہو گئی اور مذکور سے مل گیا۔ نہ ذاکر، نہ ذکر بس مذکور رہ گیا۔ یعنی ذاکر بھی ختم ہو گیا ذکر بھی ختم ہو گیا بس مذکور باقی رہ جائے گا۔ مذکور بیکھلی نور رہتا ہے مسرور، مگر یہ منزل ہے بہت دور۔



ہوتی ہے۔ اور رات کے لمحے ربط کو بڑھاتے ہیں، دن مجاہدے میں گزرا۔ رات مشاہدے کا وقت ہے، ملاہ اعلیٰ سے برا و راست ربط و ملاقات کا وقت ہے۔ رحمت حق کی آواز پر لبیک کا وقت ہے۔ مناجات کا، ملاقات کا وقت ہے۔ ہر ایک کونواز اجاتا ہے۔ جس نے رات کے لمحوں میں محبوب سے ملنے کا مزہ چکھ لیا وہ حبہ دنیا سے نجات پا گیا۔ رات ہو اور محبوب سے ملاقات ہو۔ ایک فقیر کی جگہ جائے اکشافات ہوتی ہے۔ کیونکہ رازِ دالے کو پالینے سے وہ خود ایک راز بن جاتا ہے۔ پیار والے تو کہتے ہیں۔

تجھے نامہ بر قسم ہے وہیں دن سے رات کرنا
کوئی ایک بات پوچھے تو ہزار بات کرنا

کوئی قیام میں رات گزار دیتا ہے۔ کسی کو سجدے کی لذت گم رکھتی ہے۔
کوئی اپنے دلدار، حق کی تجلیات، اس کے جلووں میں متغیر ہوتا ہے۔

کنارہ پا نہیں سکتا حقیقت سمندر کی
بندہ عقل کیا جانے، حالت بھی کے اندر کی
بدلتے ہیں انداز زمانے کے جن سے محمود
وہ مظہر جمال ذات ہے صورت قلندر کی
بدرست و لفند

طالب صادق بھی رات کا منتظر ہوتا ہے کیونکہ رات کو درود ملتا ہے۔ ماہی
بے آب کی طرح سوز اور پیار بڑھتا ہے۔ ایک عاشق کے لئے بے تابی، بے
قراری میں محبوب کی نگاہ و کرم جچی ہوتی ہے۔ اس لئے اسے بے قراری بھی محبوب
ہوتی ہے۔

بقول اقبال بھائی:

ستارے بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نالوں شان غدا مندی

محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز پیاری لگتی ہے۔ راستہ بھی تسلیم دیتا
ہے صحن اور دروازے پر اور تسلیم ملتی ہے۔ تو شام کا وقت چونکہ آنے والی رات،
آنے والی گھٹری کا دروازہ ہے۔ اس لئے شام کے وقت کو بھی عرفاء اور شعراء نے
موضوع سخن بنایا ہے۔ رات کے ایک پھر میں کئی کائنات ہوتی ہیں۔ انہی
باتوں میں ساری راتیں بسر ہوتی ہیں۔ جوں جوں محبوب حقیقی سے ملاقاً تیں ہوتی
ہیں۔ اسی ہی لمبی راتیں اچھی لگتی ہیں۔

نمایاں پنج ولے
عاشق بر ولے

دنیا دار کی ڈیوٹی وقت کے ساتھ ہے۔ اور فقیر کی ڈیوٹی ربط کے ساتھ



اللہ کے راستے کا پتہ چلاتا ہے۔
 قادر یہ، سہر و دیہ نقشبندیہ، چشتیہ یہ چاروں سلاسل ہیں۔ اللہ کی محبت کی
میں لوگوں کو پلانا، ان کی صحیح تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا سالک کا کام ہے۔ اس پر
ہوش غالب رہتا ہے۔ کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ آپ کو ہوش ہو گا تو ہوش والے کو
سمجھا سکتیں گے۔ اس کی قدر و منزلت اللہ کے نزد یک بہت ہے۔ اس کا مقام ادنیٰ
ہوتا ہے۔

۲۔ مجدوب:

جذب شدہ۔ اللہ کی محبت میں جذب شدہ ایسا اللہ کا دوست جو اپنی
ذات کی لفی کر کے اسی اللہ کی ذات میں خضم ہو گیا ہو۔

اس پر ظاہری شرع ساقط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شریعت ہوش مند پر لاگو
ہوتی ہے۔ یہ ظاہری اعتبار سے بے ہوش ہوتا ہے۔

مجدوب کا سلسلہ نہیں ہوتا اور نہ ہی مریدین۔ یا اپنے باطنی اسرار و رموز
میں مخدومست رہتا ہے۔ جو اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہوتے ہیں۔ باطنی طور پر
مخدوبین کی بعض اوقات مختلف شعبوں میں ڈیوبیاں لگائی جاتی ہیں۔ کئی مرتبہ
کھومتوں کے بننے اور اتار چڑھاؤ میں بھی ان کا داخل ہوتا ہے۔ یہ باطنی کنٹرول کا

اولیاء کرام کی اقسام

- ۱۔ سالک
- ۲۔ مجدوب
- ۳۔ قلندر

یہ سب ولایت کے مقام پر فائز ہوتے ہیں، ایک مشترک لفظ ”ولی“ ان
سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ ان کو پھر ہر درویش نے اپنے انداز سے بیان کیا
ہے۔ ان میں سے بعض ظاہری کام پر تعینات ہوتے ہیں۔ اور بعض کو صرف
باطنی کام کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کے دوست ہوتے ہیں۔

۱۔ سالک:

راہسلوک میں رہ کر ظاہری شرع پر عمل کرنے والا سالک کہلاتا ہے۔ یہ
شرع پر کار بند رہتا ہے۔ تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر طریقت کو عام
کرتا ہے۔ اس کا مقام انتہائی اہم اور اعلیٰ ہے۔ اس پر تمام کیفیات گزرتی ہیں۔
یہ ہوش میں رہ کر ہوش مندوں کی صحیح تربیت کرتا ہے۔ اس کا سلسلہ ہوتا ہے اور
مریدین ہوتے ہیں۔ عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور شریعت اور طریقت کی
میں انہیں ان کے میخانوں سے پلائی جاتی ہے۔ سلسلے کا معنی اللہ والے سے مل کر



قلندر کا ایک معنی ”دین و دنیا سے آزاد“ بھی لیا جاتا ہے۔ کہ بعض اوقات جذب کی کیفیات غالب آگئیں تو اہل ظاہر کے نزدیک بے ہوش اور دین و دنیا سے آزاد ہے۔

مغل کے لئے ہے نہ تو نگر کے لئے ہے
کوئین کی ہر شے تو قلندر کے لئے ہے

ایک اور مفہوم کے مطابق ”قلندر“ سریانی زبان کا لفظ ہے اور اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ جس طرح ”رجمن، رحیم“ اس ذات کے نام ہیں۔ اسی طرح ”قلندر“ بھی اسماء خدامیں سے ہے۔ قلندر کا ایک معنی ”بندرنچانے والا“ بھی ہے۔ چونکہ قلندر کی محبت میں دلوں کا رقص ہوتا ہے تو یہ رقص کرنے والا قلندر کہلاتا ہے۔

قلندر سے ایک مراد ”گل اندر“ بھی لیا جاتا ہے۔ کہ عالمین اور گل جہاں اس کے اندر پوشیدہ ہیں۔ سب کچھ سمیئے ہوئے ہے۔

ساکِ مجذوب:

پہلے ساک تھا، پھر جذب میں چلا گیا، یہ بھی قلندر یہ رنگ ہی ہوتا ہے۔ راؤ سلوک کا مسافر جب جذب کی کیفیات بڑھ جانے کی بناء پر

کام کرتے ہیں اور ان میں بھی ریک ہوتے ہیں باطنی لخاظ سے۔ بعض بالکل عشق الہی میں غرق ہوتے ہیں۔ اور بعض کی ذیوٹیاں مختلف جگہوں پر لگائی جاتی ہیں۔ کبھی شربت بیچنے پر اور کبھی مختلف کاموں پر۔

مجذوب مانگنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی کبھی اپنی خواہش نفس سے مانگتا ہے ایک سے لے کر دوسرے کو دے دیتا ہے اسی طرح کسی کے پاس زادِ سفر نہ تھا تو مجذوب نے کسی ایک سے لیا اور جس کے پاس زادِ سفر نہ تھا اس کو دے دیا۔ ان کا عمل، ہر حرکت، ہر ہرادا مصلحت سے بھر پور ہوتی ہے۔ ہربات کے پیچھے کوئی تمثیل ہوتی ہے۔ بعض اوقات غیر متوقع بات کر دے گا۔ کسی کو گالی دے دے گا، مگر ہربات کسی مصلحت کی بناء پر ہوتی ہے۔

۳۔ قلندر:

یہ ساک اور مجذوب دونوں کے مزاج اور کیفیات کا حامل ہوتا ہے۔ سلوک اور جذب کا مجتمع ہو جانا، دونوں کی خصوصیات کا کسی میں مل جانا، قلندریت کا حامل کر دیتا ہے۔ قلندر پر جذب غالب ہو تو کیفیات اور ہوتی ہیں۔ ہوش غالب ہو تو کیفیات اور ہوتی ہیں۔ یہ بھی باہوش اور بھی بے ہوش ہوتا ہے۔ دونوں طرح کی عطا میں اس پر ہوتی ہیں۔



ہوتا ہے۔ عام لوگ زمانے کے مطابق چلتے ہیں اور زمانہ قلندر کے مطابق چلتا ہے۔ قلندر روحانی سیر کرتا ہے اور اگر طالب صادق تصور شیخ میں مکمل ہو تو وہ بھی شیخ کے ساتھ روحانی سفر کرتا ہے۔ جس طرح موسمیت کے سنت سے انگ بجتے ہیں اسی طرح ذکرِ اسم ذات کے ساتھ قلندر کے انگ بجتے ہیں۔ جامِ عشقِ مصطفیٰ کریم ﷺ اور جامِ عشقِ خداپی کے جب متی آتی ہے تو ایسی حالت کو ”قلندریت“ کہتے ہیں۔ قلندر خود شرابِ عشقِ الہی میں مست ہو کر اس کے راستے پر چلتا ہے اور لوگوں کو بھی اس راستے پر لے آتا ہے۔ قلندر پھاڑ بھی ہوتا ہے، ریت بھی، پانی، صحراء، آگ بھی۔ اس کی حقیقت کو کوئی نہیں پاسکتا، یہ اللہ پاک کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اور ایک قلندر کا کلام علم کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ منجانب خدا ہوتا ہے۔



حالِ وجذب میں سرگردان ہو جائے تو وہ سالکِ مجدوب کہلائے گا۔

﴿مجدوب سالک﴾

پہلے مجدوب تھا، پھر سالک بنا تو اسے مجدوب سالک کہتے ہیں۔ فقراء کا نظام بالکل جدا گانہ ہوتا ہے فقیر کے، قلندر کے راز کو پالیتا بہت مشکل ہے۔ کیفیات بدلتی بھی رہتی ہیں۔ اعجاز ہادی پیر بادشاہ حضرت سید رسول شاہ خاکی ﷺ اواکل میں جذب میں رہتے تھے۔ حضور غوث الاعظم ﷺ کے عاشق تھے اور بعد میں مجدوب سے سالک بنے۔

قلندروں میں بھی اپنے اپنے مقام اور مرتبے ہوتے ہیں۔ ڈیوٹیاں گلی ہوتی ہیں۔ قلندریت میں بھی آگے کی طرف بڑھتے رہنے کا سفر ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ خواہ وہ سلوک میں ہو یا جذب میں۔ مروجہ سلسلے چاروں اور فقراء کا نظام بالکل الگ تھا۔ یہ وحدت کے قالی ہوتے ہیں۔ بابا بلحے شاہ ﷺ بھی قلندر یہ مزاج کے تھے۔

شاعری میں بڑی بڑی باتیں کہد گئے اگر نہ میں کہتے تو فتویٰ لگ جاتا۔ قلندر یہ سلسلہ عشق و مسی کا سلسلہ ہے، جو عشق سے شروع ہوتا ہے اور فاتحیت کی طرف لے جاتا ہے۔ قلندر حقیقی فقیر ہوتا ہے جو اللہ کو دیکھ رہا



اس انداز سے بھی دیکھیں تو فقر ہی سب کچھ ہے جو صوفیاء، قلندرؤں اور اہل اللہ کے پاس ہے۔ اہل دنیا اس سے محروم ہیں۔

غُنی کا لفظ اس بے نیاز رتب سنجانہ کے ہی شایانِ شان ہے اس لئے فقر اس کی راہ میں لگا کر بھی فقر ہی اختیار کرتے اور پسند کرتے ہیں۔

عوامِ الناس کی طلب یہ ہے کہ اگر رب تعالیٰ اس بآپ میتھت عطا فرماتا ہے تو اسی کی عطا ہے اپنی محنت اپنا کمال نہ سمجھیں اور اس سے غافل نہ ہو جائیں اگر رزق میں کشاوگی نہ ہو تو حرص و ہوس سے خود کو بچا سکیں اس کی مرضی اور رضا پر دل سے اطمینانِ قلب کو حاصل کریں کہ یہ متاع دنیا اتنی اہم نہیں حقیقی متاع فقط مالک انس و جن سے پیار، اس کو پالیتا ہے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی اور باطن کی تکہداشت بہت ضروری ہے۔ نفس کی حفاظت کی جائے اور دنیاوی اغراض سے دل کو پاک کیا جائے میں اصل فقر ہے۔

فقر و غنا

صاحب فقر جب اپنی حقیقت کو پالیتا ہے تو صاحب غنا ہو جاتا ہے۔ فقیر خود تو بھوکا ہے مگر وہ ذات جس سے اسے نسبت حاصل ہے وہ ذات امیر ہے۔ وہ جس ذات تک حقیقی کرامہ امیر ہوا وہ ذات کبیر ہے امیر ہے۔ فقیر حقیقت میں آلاکش نفس، ظاہری خواہشات میں غریب ہے۔ اس کی بھوک اللہ کے پیار کی بھوک ہے وہ ہر لمحے عشق و مسٹی میں رہتا ہے۔

شیخ عبدالقدار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فقیر اپنے فقر سے اتنی ہی محبت رکھتا ہے جتنی دولت مند اپنی دولت سے رکھتا ہے۔“

عوامِ الناس کے نزدیک دنیاوی نعمتوں کو حاصل کرنا، ان میں کثرت کا مالک ہونا غنا ہے۔ جبکہ فقر اکے نزدیک اس اصل مالک، نعمتوں والے کو پالیتا غنا ہے۔ اور فقیر ہی درحقیقت غنی ہوتا ہے۔ دنیاوی رزق بے شک اللہ کی نعمت ہے۔ اور نعمتوں پر شکر نعمتوں کو بڑھانے کا سبب بنتا ہے اور شکر کا مطلب اس نعمت کو اللہ ہی کی راہ میں لگادینا ہے۔ جبکہ فقر پر صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور صبر اللہ کا قرب، اس کی محبت، اس کی معیت، اس کی رفاقت، اس کی پیچان عطا کرتا ہے۔



ایک اور مقام پر ارشاد و بانی ہے:
 وَمَا أَنْكِمُ الرَّسُولُ فَلَنُوْدُ وَمَا نَلْكِمُ عَنْهُ فَإِنْتُمْ^(۱)
 ”اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔“

اللہ نے ہر چیز میں سبب رکھا ہے۔ مرض ہوتا ہے تو دواليتے ہیں شفاء تو
 اللہ دیتا ہے۔ اسی طرح سوچیں تو ہیرا بھی پتھر ہے مگر ہیرے اور عام پتھر میں
 فرق ہے۔ عظمت دینے والا اللہ ہے اسی طرح بندوں میں جواس کے بندے ہیں
 ان میں اور عام لوگوں میں فرق ہے پیران پیر غوث الاعظم دشمنیں بھی اتنے
 محبوب بندے ہیں کہ ان کے نام کے تسل کے باعث لوگ فیضیاب ہوتے ہیں
 مد واللہ ہی کی ہوتی ہے۔

صدقہ رذ البلااء ہے، اگر کوئی صدقہ دے تو مصیبت، دکھ دو رہوتے ہیں۔
 اب کوئی کہے کہ صدقہ رذ البلااء کیسے ہو گیا؟ یہ اسباب تو اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں۔
 اور وہ خود قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ وَآتَيْتُمُوهُ إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ
 وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ^(۲)
 ”اے ایمان والو! اللہ سے ذرا و اس کی طرف وسیلہ حوصلہ اور اس کی راہ میں
 جہاد کرو اس امید پر کہ قلاج پاؤ۔“

(۱) سورۃ النساء، ۵۹، آیت ۷

(۲) سورۃ المائدۃ، ۵، آیت ۳۵

توسل - استغاثہ

یہ دنیا دار الاسباب ہے، ہمیشہ حقیقی مدد اللہ کی ہی ہوتی ہے۔ اللہ نے ہی
 وسائل پیدا فرمائے ہیں وہ چاہے تو بغیر وسیلہ کے عطا فرمادے لیکن اس کا اپنا
 ایک مزاج ہے۔ ہدایت بھی اس نے بندوں کو براؤ راست نہ دی، بلکہ کم و بیش
 ایک لاکھ چوتھیں ہزار پیغمبر ﷺ نے بھی۔ جنہوں نے اس کا پیغام بندوں تک پہنچایا۔
 کلام اللہ پڑھیں تو وہ فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَذْلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ^(۱)

”اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب (لطفاً)! تمہارے حضور
 حاضر ہوں۔“

یعنی بتلا دیا کہ ظلم کرنیٹھو، گناہ کرنیٹھو تو میرے محبوب ﷺ سے مدد مانگو
 گے تو میں اسی تو ہوں۔ ایک اور جگہ فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ^(۲)

”اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وہی جو انہیں کی جاتی
 ہے۔“

(۱) سورۃ النساء، ۴، آیت ۶۳

(۲) سورۃ النجم، ۵۳، آیت ۳، ۴



فکر-خیال

فکر سے دنیا آباد بھی ہوتی ہے اور بر باد بھی۔ جو فکر یا رکی طرف سے عطا ہوتا ہے وہی آباد کرتا ہے۔ فکر وہ سوچ اور خیال ہے جو انسان کو یار کی یاد میں گم رکھتا ہے۔ جو ”خیال“ میں رہتا ہے وہ ”حال“ میں رہتا ہے۔ کہ خیال حال بناتا ہے اور حال استقبال بناتا ہے۔

حلاہی حق کو کٹھن را ہوں سے گزرنما پڑتا ہے، کیونکہ منزل کی جستجو میں بڑی رکاوٹیں ہوتی ہیں اور یاد رکھنا چاہیے کہ جو خیال کو چھوڑ دیتا ہے اس کو حال چھوڑ دیتا ہے کہ:

جو ”نجع“ جاندا اے اوہ ”پا“ جاندالاے

جب انسان بیعت ہو جائے تو پھر ہر چیز مرشد پر چھوڑ دے اور صرف خیال، تصور کو مضبوط کر لے۔ ہر لمحے صرف تصور میں رہے پھر تصور میں جو شے ظاہر ہواں کا مشاہدہ کرے۔

اور یہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے۔ انبیاء ﷺ بھی کسی دلیلے کے ذریعے دعا بھیں اور انتباہ بھیں کرتے رہے۔ اسی طرح صحابہ ؓ اور کشیر ائمہ کرام ؓ بھی اس کے حضور اس کے نیک بندوں کا وسیلہ پیش کرتے رہے ہیں۔ یا اللہ کا پسندیدہ اور جائز طریقہ ہے جس کے ذریعے دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر توسل کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہ السلام کے مجرے میں اس جگہ کا وسیلہ اپناتے ہوئے اولاد کی دعا کرتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی فیض مبارک کے ذریعے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا واسپ آ جانا اور اسی طرح کی بیشمار مثالیں قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ اصل اور حقیقی مستغان اللہ ہوتا ہے۔ بندہ کسی کام کے لئے کسی سے رجوع کرتا ہے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے علاج کے لئے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ دم اور تحوییزات کا استعمال، اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ ہانا، درحقیقت دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اسباب زندگی کو استعمال کرنا ہے۔ اس لئے توسل اور استغاثہ کا عمل اللہ کے نیک مقرب، محبوب بندوں کا وسیلہ ہناتے ہوئے مدد طلب کرنا، دعا مانگنا، مناجات کرنا، یہ سب اعمال جائز بلکہ پسندیدہ ہیں۔



ارادہ

ہر انسان کا ارادہ ہی اس کا معیار ہوتا ہے۔ نفس مغلوب ہو، نفس مردہ ہو تو ارادہ پختہ ہوتا ہے۔ جب ارادہ پختہ ہو، یقین کامل ہو تو منزل کا حصول مشکل نہیں رہتا۔ خوف خدا مدنظر ہو تو انسان غلطی نہیں کرتا۔

یقین محل غسلِ آتش نشینی
یقین اللہ متی، خود گزینی
(مساہل)

یکسوئی

ایک کا ہوجانا یکسوئی ہے اور یکسوئی سے ایسا ایک ملتا ہے جو ایک بہت بڑے ایک سے ملا دیتا ہے۔ پھر وہ خود ایک فردِ عظیم بن جاتا ہے۔

ثانی نہیں تیرا نہ کوئی تیری مثال
کس خواب کی تغیری ہے یہ شانِ جمال
سینے میں یکسوئی کے پلتے پلتے
جیسے صورت پکولے یزدال کا خیال
(رقائقِ گوئی)

سکون

راہ سلوک میں مختلف قسم کی رکاوٹیں آتی ہیں جن کے پس پر وہ طالب صادق کے لئے بہتری ہی ہوتی ہے۔ قلندر کے دربار میں جنگل، پہاڑ، جانور، رجال الغیب غرضیکہ بڑے بڑے تماشے اور حیران کن چیزیں موجود ہوتی ہیں۔

ذکر اللہ باعثِ اطمینان اور سکون ہے۔ جب ذکرِ اللہ میں اور تصورِ شیخ میں طالب اتنا مجوہ ہو جاتا ہے کہ طالب کے بدن میں اور کوئی چیز نہیں رہتی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ یکسوئی ہے۔ اور اگر طالب یکسوئی میں نہ ہو تو نفسِ تائیں نہیں رہتا۔ جس کے زیرِ دستِ نفس ہے اس کے زیرِ دستِ سلطنت ہے اور عجیب بات ہے کہ سکون ہونا ایک لذت ہے تو سکون کو ترک کرنا اس سے بڑی لذت ہے۔

سکونِ محل میں اتنا نصیب ہو کہ نہ ہو
جس اضطراب سے میں افتخار کرتا ہوں



باب سوم

آسرار

اللہ سبحانہ، و تعالیٰ	*
عشقِ مصطفیٰ ﷺ	*
ولیاء اللہ	*
انسان	*
یقین	*
مجاہدہ	*
مشاهدہ	*
ورع	*
ایثار	*
کیسوئی	*
طریقت	*
معرفت	*

عقل

جب بندہ عقل میں رہتا ہے، خراب رہتا ہے۔ جب عقل بندے میں آتی ہے تب وہ کامل بنتا ہے۔ کیونکہ بندہ تب تک عقل میں رہتا ہے جب تک اساب پر نظر رکھتا ہے اور عقل تب بندے میں آتی ہے جب خدا پر نظر رکھتی ہے۔

گزر جب عقل سے آگے کر یہ نور
چڑائی راہ ہے، منزل نہیں ہے
(وسا قال)

بندگی

بندہ بندگی کے خول سے لکھا تو بندگی سے گیا، اور بندہ اپنے آپ کے خول سے لکھا تو بندگی اس سے گئی۔



آسرار اقوالِ شادِ قلندر

اہل حق، صوفیاء، قلندر جو بحیر معرفت میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ وہ جب بات کرتے ہیں تو ان الفاظ، ان جملوں کے پس مظہر میں جو جہاں چھپا ہوتا ہے وہ اہل نظر ہی جان سکتے ہیں ان کی گفتگو۔ ان کا ایک ایک جملہ اپنے اندر انوار الہیہ کے رنگ بھی لئے ہوتا ہے اور اس ایک جملے میں ہی کئی معانی چھپے ہوتے ہیں۔ گویا کوزے میں سمندر بند ہوتا ہے۔ ان خوبصورت باتوں اور انہی بامعنی جملوں کو کبھی اقوالی زریں کاناںم دیا جاتا ہے اور کبھی ہیرے جواہرات قرار دیا جاتا ہے۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اپنے رہنماؤں، دانتاؤں کی باتوں کو محفوظ کیا جاتا ہے اور ان پر عمل کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر زرتشت اور گوتم بدھ کے نظریات آج بھی زیر بحث رہتے ہیں۔ ارسٹو، افلاطون، حاتم طائی وغیرہ کی باتیں اب بھی کی جاتی ہیں۔

اسلام ایک مکمل دین الہی ہے جس کی بنیاد وحی الہی ہے، قرآن مجید اور احادیث رسول مقبول اللہؐ میں علم، حکمت، معرفت، حقیقت، سائنس، عالم



فنا و بقا	*
مقامِ رضا	*
توکل	*
رسولی	*
مقامِ حرمت	*
خود شناسی	*
صبر	*
وفا	*
تفوی	*
ترزیکی نفس۔ تصفیہ تقلب	*
اخلاص	*
عشتن	*
خلوت نشنس	*
دیداریار	*
استغراق	*
نظر	*
بے نیازی	*
نکبر	*





اللہ سبحانہ تعالیٰ

حقیقتِ ابدی

- * ہر ایک چیز کے ظاہر کے باطن میں اللہ موجود ہے۔
- * ہر چیز کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی تہہ میں پہنچیں تو حق پوشیدہ ہے۔
- * انسان کی حقیقت حال یہ ہے کہ حق اس کے اندر پوشیدہ ہے اور یہ غیر حق کی طرف راغب ہے۔
- * جو حق کا شیدائی بتا ہے وہی حق کا مظہر بتا ہے۔
- * بعض لوگوں کی زبان سے الفاظ جاری ہوتے ہیں بعض لوگوں کی زبان سے حق گویا ہوتا ہے۔
- * جس کے اندر حقیقتِ ابدی کا سورج چمک رہا ہو تو یقیناً اس کی کرنوں سے ایک جہاں مستفیض ہوتا ہے۔
- * حق ایک خوبی کی مانند ہے کہ اہل حق اس کو سوچ سکتے ہیں۔
- * عام، خاص اور خاص الخاص میں فرق یہ ہے کہ عام حق کو علم کی حد تک جانتے ہیں۔ اور خاص حق کو دیکھ کر جانتے ہیں اور خاص الخاص حق کو پا کر جانتے ہیں۔
- * حق کی شاخت ہو جائے تو یافت ناممکن نہیں رہتی۔
- * حق پیار والوں کا ساتھی ہوتا ہے۔ اور پیار والے حق کی روشنی کے سفیر ہوتے ہیں۔

ارضی، سماںی و قمری، علم ریاضی، ہندس، زبان و ادب غرضیکہ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جس کے متعلق معلومات یا رہنمائی نہ دی گئی ہو۔ اس کے معنی و تقاضی پر سنتکروں کتب لکھی گئیں اور قیامت تک لکھی جاتی رہیں گی۔ مولانا روم اور اقبال نے قرآن و احادیث کے معانی و مفہوم کو اپنے انداز سے شاعری کی زبان میں پیش کیا۔ حضور غوث الاعظم صلوات اللہ علیہ و آله و سلم اور دیگر صوفیاء کرام نے قرآن و احادیث میں سے اخذ شدہ معرفت کو اپنے انداز سے بیان کیا۔ اور ہمیشہ سے طالباں حق، متلاشیان نوران باتوں، شعروں، جملوں اور انوار الہیہ سے اپنے قلوب کو منور کرتے رہے ہیں۔

آئیے! ہم بھی شادقلندر پیر مستوار کی ان انمول باتوں کا مطالعہ کریں اور اپنے قلوب واذہان کو منور کر لیں۔

امتیاز جاوید غاکوی



معرفت الہی کا غوطہ خور بنا تو اس کا مدگار عشقِ مصطفیٰ ملے چکا تھا۔

* عشقِ مصطفیٰ ملے چکا گنہگار کے لئے پیغامِ رحمت اور نیکوکار کے لئے شرفِ قبولیت اور مستوار کے لئے مستی کا جام ہے۔

* عشقِ مصطفیٰ ملے چکا اہل نظر کا نام، اہل باطن کا کام استوار کرتا ہے اور اہل حق پر سلامتی کی بارش کرتا ہے۔



عشقِ مصطفیٰ کریم ملے چکا آزم

* ایک اچھے مومن کی خاصیت یہ ہے کہ اپنی تمام زندگی کا حصول چاہے عبادات ہوں زهد یا تقویٰ یا تمام تر نیکیوں کی ٹکل میں ہو اس کو لے کر چوکھتِ مصطفیٰ ملے چکا پر رکھ دے اور وہاں پر پڑی نعلین پاک اخھا کر ر پر رکھ لے اور سمجھ لے کہ مقصدِ حیات کو پالیا۔

* عشقِ مصطفیٰ ملے چکا مومن کی حیات ہے اور منافق کی موت ہے۔

* عشقِ مصطفیٰ ملے چکا فتح علوم معرفتِ الہی ہے۔

* عشقِ مصطفیٰ ملے چکا عاشق کو واقفِ عرش و کرسی، لوح و قلم بنادیتا ہے۔

* عشقِ مصطفیٰ ملے چکا مومن کی تجھیل کا باعث ہے۔

* عشقِ مصطفیٰ ملے چکا عارف کو ساری لا مکاں بنادیتا ہے۔

* حقیقتِ دنیا، حقیقتِ آخرت اور حقیقتِ معرفت یہ ہے کہ عشقِ مصطفیٰ ملے چکا کا نور ان سب میں بکھیر کر ان کو وحدہ لاشریک کا مظہر بنادیا جائے۔

* صحابہؓ ملے چکا نے سرکارِ مدینہ مطیعہ سے عشق کیا اور ان کے بہترین ہیر و کار بنے کئی سو سال بعد بھی سرکار ملے چکا کی امت میں سے اگر کوئی امتی بھر



إنسان

- ۱۔ انسان اگر بھولا ہوا ہو تو نیان سے ہے اور اگر سمجھ جائے تو رحم سے ہے۔
- ۲۔ انسان ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کو پڑھنے والا انسان انسان نہیں رہتا۔
- ۳۔ انسان ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کو اگر عام شخص پڑھتے تو انسان بن جائے خاص پڑھتے تو محبت کا جہاں بن جائے اور خاص الفاظ پڑھتے تو صاحب معرفتِ رحمان بن جائے۔
- ۴۔ انسان ایک قلم کی مانند ہے کہ کسی کا تب کے ہاتھ گلج جائے تو بڑی بڑی تاریخ رقم کر دے۔
- ۵۔ انسان کی محبت میں ایک راز ہے وہ جس انسان پر افشا ہو جائے اس کو بھر جیرت میں ڈال دیتا ہے۔
- ۶۔ انسان کے دور پپ ہیں۔ عطا کرنے والا بھی انسان، عطا ہونے والا بھی انسان۔
- ۷۔ انسان بنا محبت کے نہ جلنے والے چراغ کی مانند ہے۔
- ۸۔ مجبور انسان کی آہ پر تاثیر ہوتی ہے۔
- ۹۔ انسان کو جس نے خوش رکھا اس نے اللہ کو خوش رکھا۔

اولیاء اللہ

- ۱۔ اہل حق ملالشیان حق کے لئے چراغ حق ہوتے ہیں۔
- ۲۔ اولیاء اللہ خود دوست بن کر اور وہ کو دوست بنادیتے ہیں۔
- ۳۔ اولیاء اللہ اللہ کے خزانوں کے جواہرات ہیں۔
- ۴۔ اولیاء اللہ کے دل اللہ کے آئینے ہیں جن سے طالبان حق کو مشاہدہ حق ہوتا ہے۔
- ۵۔ ولی اللہ کی روح اللہ کی ذاکر ہوتی ہے اسی وجہ سے عوام الناس کی رو جیں بارگاہ اولیاء میں جا کر خوش ہوتی ہیں۔
- ۶۔ اولیاء اللہ کو وسعت قلبی با امر ربی حاصل ہوتی ہے کہ ہر انسان راغب ہو کر سکون قلب حاصل کرتا ہے۔
- ۷۔ اللہ نے اولیاء اللہ کو دوستی کا مقام عطا کر کے دیگر تمام حقوقات کو ان کا دوست بنادیا۔
- ۸۔ ولی کی دوستی عطار کی دوکان کی مانند ہے کہ دوست کو خوبیو آکر رہے گی۔
- ۹۔ اللہ کے ولی سے محبت خام کو پختہ اور پختہ کو کندن بنادیتی ہے۔
- ۱۰۔ اللہ کا ولی صاحب علم ہی نہیں صاحب اسرار بھی ہوتا ہے۔



یقین

- ۱۔ یقین پختہ ہو تو لوہے کی زنجیر کو توڑ دیتا ہے اور اگر خام ہو تو خود بندے کو توڑ دیتا ہے۔
- ۲۔ یقین والا بلند یوں پر پرواز کرتا ہے اور بے یقین یخے سے دیکھ بھی نہیں سکتا۔
- ۳۔ صاحب یقین اللہ کے رازوں کا راز واس بن کر خود راز بن جاتا ہے۔
- ۴۔ یقین حقیقت کا زینہ ہے۔ یقین کی سیڑھی پر چڑھ کر حق تک پہنچ سکتے ہیں۔
- ۵۔ یقین شریعت کی بنیاد ہے۔ طریقت کی جان ہے۔ معرفت کا زینہ ہے اور حقیقت کی بنیاد ہے۔
- ۶۔ یقین ہو تو پتھر سے لے اور بے یقین کے لئے آستان بھی رایگاں۔
- ۷۔ یقین کی کتاب کے حافظ اللہ کے عاشق بن جاتے ہیں۔
- ۸۔ یقین وہ گوہر نایاب ہے کہ جس کو حاصل کرنے کے لئے جہادات کا سحر بیکار اجور کرنا پڑتا ہے۔
- ۹۔ با یقین بامرا دا اور بے یقین بریاد۔
- ۱۰۔ یقین کا مصدر نورِ خدا ہے۔



۱۰۔ تمام انسان موتیوں کی طرح ہیں۔ اگر ایک ہماریں ہوں تو ہر موتی چمکتا ہے زینت دیتا ہے لیکن اگر اسی ہمارے ایک موتی بھی گرجائے تو نہ چمک رہتی ہے نہ زینت۔





مشابدہ

- ۱۔ مجاہدے کا نتیجہ مشابدہ ہے۔
- ۲۔ مشابدہ تمنائے درودی طالب ہے۔
- ۳۔ مشابدے سے سابقہ علوم بے معنی ہو جاتے ہیں اور دیدار کا نور نصیب ہوتا ہے۔
- ۴۔ مشابدہ دیدار عطا کرتا ہے اور صاحب مشابدہ کو مقابل دیدار بنادیتا ہے۔
- ۵۔ صاحب مشابدہ سے دیدار کی خوشبو آتی ہے۔
- ۶۔ صاحب مشابدہ علم سے نہیں عمل سے ہدایت کرتا ہے۔
- ۷۔ صاحب مشابدہ کی تکمید باعث علم و رمز و حقیقت ہے۔
- ۸۔ مشابدہ منتظر اور طالب منتظر ہوتا ہے۔
- ۹۔ مشابدہ علم اور عمل سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ محبت کے امتحانات پاس کر لینے سے ہوتا ہے۔
- ۱۰۔ مشابدہ کتاب دل کا عالم بنادیتا ہے۔
- ۱۱۔ مشابدہ قوتِ قلب کی سیر ہے۔
- ۱۲۔ مشابدہ چودہ طبق کا عالم بنادیتا ہے۔

محبادہ

- ۱۔ مجاہدہ روح کو بالیدگی بخشتا ہے۔
- ۲۔ مجاہدے سے انسان کی تکمیل ہوتی ہے۔
- ۳۔ مجاہدہ وہ تھیار ہے جس سے معرفت کے عقدے حل کئے جاتے ہیں۔
- ۴۔ مجاہدہ طالب کو سدھار دیتا ہے۔
- ۵۔ مجاہدہ روح کے ساتھ ساتھ تن کو بھی راحت دیتا ہے۔
- ۶۔ مجاہدہ روح کی بیماریوں کا علاج ہے۔
- ۷۔ مجاہدے سے مراد نفس کے خلاف چلنے۔ خواہشات، لذات کو چھوڑ دینا، تمام آرزوؤں تمناؤں کو ترک کرنا، کم سونا، کم کھانا کم بولنا، روزے رکھنا، ریاضت کرنا ہے۔
- ۸۔ اختلاطِ فلق سے گریز یہ بھی مجاہدے میں شامل اور وصفِ اولیاء اللہ ہے۔
- ۹۔ مجاہدے میں محبت کو اخلاص ملتا ہے۔
- ۱۰۔ مجاہدہ طالب کی جرأت کو اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ جب وہ حقیقت آشنا ہو تو رؤیتِ نور کا متحمل ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۔ مجاہدہ محبت کا وہ راز ہے جو طالب کو وصول کر دیتا ہے۔

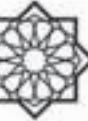


ایشار

- ۱۔ آج تک جس نے جو کچھ پایا ہے ایثار سے پایا ہے۔
- ۲۔ محبت ایثار مانگتی ہے۔
- ۳۔ ایثار عاشق کا طریقہ ہے۔
- ۴۔ ایثار مشاہدے کا پیش خیمہ ہے۔
- ۵۔ ایثار طالب کو ایسا حال عطا کرتا ہے کہ جس سے وہ صاحب وصال ہو جاتا ہے۔
- ۶۔ قرب محبوب کاراز ایثار ہے۔
- ۷۔ عاشق عزت، مال اور آخر جان تک ثنا کر کے مقام ایثار پر فائز ہو کر حسن یار کا دیدار پاتا ہے۔
- ۸۔ ایمان کی کسوٹی ایثار ہے۔
- ۹۔ ایثار سے طالب صاحب ظاہر و باطن بن جاتا ہے۔
- ۱۰۔ ایثار مردان خدا کا زیور ہے جس سے آرستہ ہو کر وہ تمام عالم میں منفرد بن جاتا ہے۔

ورع

- ۱۔ شریعت پر مکمل عمل کرنا ورع ہے۔
- ۲۔ ورع سے انسان کا کروار درست ہوتا ہے۔ اور اچھے اعمال کرنے کے قابل ہوتا ہے۔
- ۳۔ نفس کی خواہشات کے الٹ چلنا ورع ہے۔
- ۴۔ جب ہر ایک چیز کی آرز ختم ہو جائے اور اللہ کی آرز و رہ جائے یہ ورع ہے۔
- ۵۔ ورع سے انسان کی گنگلوں میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔
- ۶۔ ورع خوف خدا ہے اور خوف خدا دانائی کی بنیاد ہے۔
- ۷۔ فقراء میں سے کوئی فقیر ایسا نہیں جس نے ورع اختیار نہ کی ہو۔
- ۸۔ ورع خاصہ خاصان خدا ہے۔
- ۹۔ ورع اختیار کرنے والے سے شیطان خائف رہتا ہے۔
- ۱۰۔ ورع بھی مجاحدے کا ایک حصہ ہے۔
- ۱۱۔ ورع طریقہ مصطفیٰ ﷺ کے تابع کر دیتی ہے۔



طریقت

- ۱۔ طریقت کا معنی طریقہ ہے۔ طالب حق شریعت کے بعد طریقت میں قدم رکھتا ہے۔
- ۲۔ صاحب طریقت کو چاہیے کہ قدم طریقت پر ہوا اور نظر شریعت پر ہو۔
- ۳۔ طریقت میں قدم رکھنے والے نفس پر قبضہ کرتے ہیں اور دل پر محنت کرتے ہیں۔
- ۴۔ صاحب طریقت بحاجدات سے گزر کر مشاہدہ کا مزہ جھکھتے ہیں۔
- ۵۔ طریقت سفرِ محبت ہے۔
- ۶۔ طریقت کی انتہا معرفت کی ابتداء ہے۔
- ۷۔ طریقت کا کل انعامارشیخ کامل کی توجہ پر ہے۔
- ۸۔ طریقت میں جس نے صبر کیا اس کو صبر کا میٹھا پھل بطور معرفتِ نصیب ہوا۔
- ۹۔ طریقت کا جہاں طالب حق پر محنت مگر معرفت کا شردا ہے۔
- ۱۰۔ طریقت معرفت کا زینہ ہے۔

یکسوئی

- ۱۔ یکسوئی طالب کے لئے اتنی ضروری ہے کہ جتنی محظوظ کے لئے محبت۔
- ۲۔ یکسوئی ان ہونی کو ہونے میں تبدیل کردیتی ہے۔
- ۳۔ یکسوئی سلطنت فقر میں جانے کی سواری ہے۔
- ۴۔ یکسوئی معرفت کا راز ہے۔
- ۵۔ طالب کی یکسوئی اگر مرشد کی طرف ہو تو اس کو مرشد میں ضم کر دیتی ہے۔
- ۶۔ مرشد کی یکسوئی اگر طالب کی طرف ہو تو اس کے دل کو روشن کر دیتی ہے۔
- ۷۔ جو یکسوہ ہو گیا وہ ہر سو ہو گیا۔
- ۸۔ یکسوئی کے بغیر کوئی آج تک عارف نہ بنا۔
- ۹۔ یکسوئی مرید کو طالب اور طالب کو محظوظ بنا دیتی ہے۔
- ۱۰۔ یکسوئی بندے کو خدا تک لے جاتی ہے۔



فناوبق

- ۱۔ فناہرچیز کو لازم ہے گرمت بیت میں ہو تو کیا ہی کمال ہے۔
- ۲۔ نفس کی فنا روح کو بقا دیتی ہے۔
- ۳۔ فنا، بقا کا زینہ ہے۔
- ۴۔ فنا علم اور ہوش کو جلا دیتی ہے۔
- ۵۔ فنا میں ترپ نہیں یکسوئی ہے۔
- ۶۔ فنا میں محبت اور محب دلوں ختم ہو جاتے ہیں مجحب بن جاتا ہے۔
- ۷۔ بقاء کی لذت میں فنا کی منزل میں چھپی ہوتی ہیں۔
- ۸۔ فنا کی منزل کا سرور گذشتہ تمام تکالیف کو جلا دیتا ہے۔
- ۹۔ فنا رضائے محبوب کی مرضی سے ہے۔
- ۱۰۔ کلمہ طیبہ فنا و بقا کا پیکر ہے
لَا إِلَهَ مِثْلُهُ اُولَٰلِهٖ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) میں بقا ہے۔
- ۱۱۔ اذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ۔ جب فقر مکمل ہو تو وہی اللہ ہے۔
- ۱۲۔ فقر کے مکمل ہونے سے وجود ظاہری نیست ہوتا ہے اور وجود باطنی ہست ہوتا ہے اور وجود باطنی ہی بقا ہے۔

معرفت

- ۱۔ معرفت شریعت و طریقت کے بعد کا مقام ہے۔
- ۲۔ معرفت ہی حقیقت ہے۔
- ۳۔ معرفت میں سارے مقام حذف ہو جاتے ہیں۔ لذت آشائی کا سرور غالب رہتا ہے۔
- ۴۔ عارف کو اللہ پاک اپنے اسرار و رموز سے نواز کر دیگر لوگوں کے لئے ٹھیک محبت بنادیتا ہے۔
- ۵۔ صاحب معرفت کو ہر ذرے میں یار کا جلوہ مثل نور چکتا دکھائی دیتا ہے۔
- ۶۔ معرفت محبت کی معراج ہے۔
- ۷۔ معرفت میں عارف میں عرقان پی کرتے ہوں عشق الہی کو سیراب کرتا ہے۔
- ۸۔ صاحب معرفت کو تمام علوم پر دسترس حاصل ہوتی ہے۔ وہ قرآن اور حدیث کی روح کو سمجھ جاتا ہے۔
- ۹۔ صاحب معرفت کو معرفت محمدی ﷺ عطا ہوتی ہے۔
- ۱۰۔ عارف ہی ساز سوز اور درد کو جان سکتا ہے۔ عارف کو محبوں کا پیامبر بنادیا جاتا ہے۔

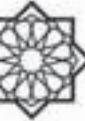


توکل

- ۱۔ عام کا توکل اساب کو بروئے کار لا کر خدا پر چھوڑتا ہے۔ خاص کا توکل اساب پر سے نظر ہٹا کر یار پر ٹکا دینا ہے اور خاص اپنے اس کا توکل اپنے آپ کو مٹا کر یار کو بھٹا ہے۔
- ۲۔ صاحب توکل کو رزق کا نہیں رازق کا خیال ہوتا ہے۔
- ۳۔ صاحب توکل کو اللہ کی بارگاہ سے سرفراز کیا جاتا ہے۔
- ۴۔ صاحب توکل مقامِ توکل پر فائز ہو کر گرویدہ خدا ہن جاتا ہے۔
- ۵۔ صاحب توکل کے نفس پر عذاب ہوتا ہے اور دل پر بھار۔
- ۶۔ توکل یکسوئی دیتا ہے اور اغیار سے جان چھڑا دیتا ہے۔
- ۷۔ توکل سفرِ عشق کا سحراء ہے۔
- ۸۔ توکل میں رضا کی خوبیوں جیسی ہوتی ہے۔
- ۹۔ متوكل کی نسبت باعث حصول نعمت باری تعالیٰ ہوتی ہے۔
- ۱۰۔ توکل ایمان کی کسوٹی ہے۔

مقامِ رضا

- ۱۔ خاصانِ خدا کو اللہ طلب دیتا ہے اور طلب والوں کو محبت اور محبت والوں کو عشق اور عاشق مقامِ رضا پر فائز ہوتا ہے۔
- ۲۔ رضا فنا و بقا پر فائز کرتی ہے۔
- ۳۔ جس نے اپنی رضا کو رضائے یار پر فدا کیا وہ رضائے یار کا مظہر ہن گیا۔
- ۴۔ رضا محبت کا نجڑ ہے۔
- ۵۔ جو راضی بر رضا ہے اس کو سکونِ قلب اور استقامت کی دولت نصیب ہوتی ہے۔
- ۶۔ مقامِ رضا کی منزل میں تین ہتھیار کام آتے ہیں مبر، توکل اور تسلیم۔
- ۷۔ جو اپنی لفظی کرے گا رضا اس کو اشبات کی شکل میں حاصل ہو جائے گی۔
- ۸۔ حلائی رضا میں علم و حسن گم ہو جاتا ہے۔
- ۹۔ عشق کا چراغ جل کر روشنی رضا سے لیتا ہے
- ۱۰۔ رضا حبوب کے دل کی آواز کا نام ہے۔

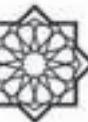


مقامِ حرمت

- ۱۔ طالب طلب حق میں سرگردان رہتا ہے اور حصول کے بعد متبرہ ہو جاتا ہے۔
- ۲۔ ایک کام اسی اصول سے ٹھیک ایک کام اسی اصول سے غلط ہو جاتا ہے۔ یہ بات طالبِ حرمت میں ڈال دیتی ہے۔
- ۳۔ حرمت پیاس ہے اور عشق اس کا مدارا۔
- ۴۔ حرمت امتحان نہیں ممتحن ہے۔
- ۵۔ حرمت حصول نہیں امر ہے۔
- ۶۔ عارفِ حرمت میں رہ کر بھی عارف ہی رہتا ہے۔
- ۷۔ مقامِ حرمت میں حرمت کو توجہ شیخ سر کر دیتی ہے۔
- ۸۔ مقامِ حرمت پر عارف مشاہدہ، مظاہر باری تعالیٰ کرتا ہے۔
- ۹۔ قلندر بھی مقامِ حرمت سے آشنا تو ہوتا ہے مگر مقیم نہیں ہوتا۔
- ۱۰۔ عارف اگر مقامِ حرمت میں نہ جائے تو یہ حرمت ہے۔

رسوانی

- ۱۔ رسوانی میں خدائی ہے۔
- ۲۔ رسوانی محبت کی ثانی ہے۔
- ۳۔ جو رسوانہ ہوا وہ مقصد سے خالی ہوا۔
- ۴۔ رسوانی میں عاجزی حاصل ہوتی ہے اور عاجزی میں بڑائی۔
- ۵۔ عاشق رسوا ہو کر جتو میں اور مگن ہو جاتا ہے۔
- ۶۔ رسوانی صرف عاشق کا انعام ہے۔
- ۷۔ رسوانی بدنام تو کرتی ہے مگر ناکام نہیں کرتی۔
- ۸۔ رسوانی میں رضا ہے اور رضا میں محبوب
- ۹۔ رسوانی تکبر کو مٹاتی ہے۔ لشک کو مارتی ہے اور طلب کو زندہ کر دیتی ہے۔
- ۱۰۔ محبت کی رسوانی عشق پر فائز کرتی ہے اور عشق کی رسوانی مقامِ فنا پر۔



صبر

- ۱۔ عطا اور رضا کو سمجھنا صبر ہے۔
- ۲۔ صبر عطا کا زینہ ہے یہ دیر عطا کو کھولنے میں معاون ہوتا ہے۔
- ۳۔ صبر سے وفا فشاء ہوتی ہے۔
- ۴۔ صاحب صبر صاحب مراد ہوتا ہے۔
- ۵۔ صبر انیاء اور اولیاء کا تھیار ہے۔
- ۶۔ انسان کسی کے لئے بے چین ہوا وہ نایاب ہو اس کو یاد کر کے خاموش رہتا صبر ہے۔
- ۷۔ صبر اور حجج کڑوا ہوتا ہے۔
- ۸۔ اللہ پاک جب دیکھتا ہے کہ چاہئے والا اُس کا انتظار کرتا ہے۔ طلب میں شرک نہیں کیا۔ ظاہریت میں کسی چیز کی طلب نہیں کی۔ ایسے صابر شخص کو وہ ضرور نوازتا ہے۔
- ۹۔ صبر محبوب اور محب دنوں کے لئے خوشی کا سبب ہوتا ہے۔
- ۱۰۔ صبر کے بے شمار مقامات ہیں۔ سو نیصد صابر صرف سر کار دو عالم ہیں اور پھر نواسہ رسول ہیں۔
- ۱۱۔ کوئی جتنا دلیر ہوستا ہی صابر ہوتا ہے۔
- ۱۲۔ اللہ کے لئے صبر اور اللہ پر صبر، صبر کے دو مقام ہیں۔

خودشناصی

- ۱۔ خودشناصی شیوه عشا ق رسول ﷺ ہے۔
- ۲۔ جس نے اللہ کو شرگ سے قریب جانا وہ خودشناص ہو گیا۔
- ۳۔ خودشناص کو اللہ کا قرب نہیں وجود عطا ہوتا ہے۔
- ۴۔ خودشناصی ایک ایسی تار ہے جس کا تعلق کرتار سے ہے۔
- ۵۔ اہلی محبت محبوب کی طلب میں خودشناص ہو جاتے ہیں۔
- ۶۔ خودشناصی سے کردار بھی شیک ہو جاتا ہے اور بیار بھی شیک شکاک ہو جاتا ہے۔
- ۷۔ خودشناصی میں زبان بند بھی ہوتی ہے اور ربی بھی ہوتی ہے۔
- ۸۔ خودشناصی حمہ ازاوست میں داخل کر کے ہمہ اوسٹ تک پہنچا دیتی ہے۔
- ۹۔ خودشناص کو ظاہر و باطن دنوں کے رازیل جاتے ہیں۔
- ۱۰۔ خودشناص کو ملکیت کلی کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔



تقویٰ

- ۱۔ تقویٰ شریعت کا مغز ہے۔
- ۲۔ شریعت جب مکمل تن پنج جائے تو تقویٰ کی برکات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔
- ۳۔ شریعت مقام فقر میں سے پہلا مقام اور تقویٰ دوسرا مقام ہے۔
- ۴۔ تقویٰ کے معنی ہر ایک چیز سے دامن بچا کر محظوظ کے لئے چھوڑ دینا ہے۔
- ۵۔ تقویٰ میں یکسوئی کاراز ہے۔
- ۶۔ تقویٰ میں عبادت کا مزہ کئی گناہ بڑھ جاتا ہے۔
- ۷۔ تقویٰ فقیر کا زیور ہے۔
- ۸۔ متقین کا چہرہ باطن میں مثل آفتاب چمکتا ہے۔
- ۹۔ صاحبِ محبت دراصل صاحبِ تقویٰ ہی ہوتا ہے۔
- ۱۰۔ تقویٰ علمِ باطن کا دروازہ ہے۔

وفا

- ۱۔ وفا عشق کی کسوٹی ہے۔
- ۲۔ وفایں عاشق کی منزل ہے۔
- ۳۔ وفاصادق کے ماتحتے کا جھومر ہے۔
- ۴۔ جس نے کی وقاں پایا خدا۔
- ۵۔ وقارِ دکا شاہکار ہے۔
- ۶۔ وفا سے زمانہ اور صاحبِ زمانہ دونوں مل جاتے ہیں۔
- ۷۔ وقاہی سے بحرِ عشق میں جوش ہے۔
- ۸۔ وقا اللہ اور اس کے محظوظ بَلِّهٖ اللّٰهُ كَاظِنٌ کا حق ہے۔
- ۹۔ وفاصداتِ ولایت کی علامت ہے۔
- ۱۰۔ وفا کے حصول میں عاشقِ ملود بن چکا ہوتا ہے۔
- ۱۱۔ وفا حسینیت کا شعار اور بے وفا کی یزیدیت کا شعار ہے۔
- ۱۲۔ وفا سے امام عالی مقام حضرت حسین بَلِّهٖ آج بُھی زندہ اور بے وفا کی سے یزید مردہ ہے۔
- ۱۳۔ وفایں تاجِ سرداری اور بے وفا کی میں در در کی خواری ہے۔



- آفتاب چکنے لگتا ہے۔
- ۱۰۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب انسان کی تمام باطنی بیماریوں کا علاج ہے۔
 - ۱۱۔ تزکیہ اور تصفیہ ہو جائے تو یہ اللہ کا نور ہے۔



تزکیہ نفس، تصفیہ قلب

- ۱۔ کوئی فقیر ایسا نہیں گزرا جس نے نفس اور دل پخت نہ کی ہو۔
- ۲۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بغیر نظریہ وحدت کا اطلاق ناممکن ہے۔
- ۳۔ سحر عرفان میں غوطہ زدن ہونے کے لئے نفس کو ہاتھ میں لے لو۔
- ۴۔ ضبط نفس میں حضوری مطلوب ہے۔
- ۵۔ تزکیہ نفس سے نفس نفس یار بنتا ہے اور تصفیہ قلب سے دل یار کا مسکن بن جاتا ہے۔
- ۶۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب روحانیت کے دو بڑے اصول ہیں جن کے حصول کے بغیر آج تک کوئی ولی نہ بنا سکا۔
- ۷۔ تزکیہ نفس میں نفس امارہ کی جگہ نفسِ مطمئنہ لے لیتا ہے تو طمانتی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ نفس کو گہرہ مقصود حاصل ہو چکا ہوتا ہے اور تصفیہ قلب کے باعث قلب اس کی تصدیق کر دیتا ہے۔
- ۸۔ اگر طالب تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ان دو اصولوں کو ہی صرف اپنا لے تو ایک دن منزل خود پہل کے اس گھر پر دستک دے گی۔
- ۹۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے باطن کی تمام میل اتر جاتی ہے اور باطن مثل



عشق

- ۱۔ عشق دل کی اتحادگیرائیوں سے اٹھنے والا جذبہ ہے۔
- ۲۔ عشق کی ابتداء محبت اور انتہا عشق ہے۔
- ۳۔ عشق احساس دروں کو عیاں کر دیتا ہے۔
- ۴۔ ہر ایک چیز کی منزل ہوتی ہے۔ عشق کی منزل عشق ہے۔
- ۵۔ عشق گرچہ خاموش ہے مگر آواز اس کی بلند ہے۔
- ۶۔ عاشق عشق کو محسوس کرتا ہے اور دیکھنے والے محفوظ ہوتے ہیں۔
- ۷۔ مرض انسان کو اندر سے کھوکھلا کرتا ہے مگر عشق کا مرض باہر سے کھوکھلا کرتا ہے۔
- ۸۔ عشق دکھنوں اور آہوں کا گلدستہ ہے۔
- ۹۔ کائنات کی ابتداء کا موجب عشق ہے۔
- ۱۰۔ اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کے درمیان واسطہ عشق ہے۔
- ۱۱۔ عشق عاشق کو معمشوق کا مظہر بنادیتا ہے۔
- ۱۲۔ عشق انسان کو غلط کر کے صحیح کرنے والا بنادیتا ہے۔
- ۱۳۔ عشق کے "ع" سے مراد ہے عاشق معمشوق کے تصور میں "عین" ہو جاتا ہے۔ اور عشق کا "ش" بتارہا ہے کہ جب عاشق معمشوق کے عین ہو

اخلاص

- ۱۔ اخلاص اخلاق کی زینت ہے۔
- ۲۔ اخلاص کے بغیر عمل قیش درآب ہیں۔
- ۳۔ اخلاص ولی کی پیچان ہے۔
- ۴۔ اخلاص روشن ول کی نشانی ہے۔
- ۵۔ نبی کریم ﷺ نے اخلاص کی طاقت سے پوری کائنات کو تحریر کیا۔
- ۶۔ اخلاص نبی پاک ﷺ کے عطا کردہ تخفیف میں سے ایک تخفیف ہے۔
- ۷۔ جس محبت میں اخلاص نہیں وہ محبت بالغرض ہے۔
- ۸۔ اخلاص کے لئے عالم اور جاہل برابر ہیں۔
- ۹۔ کامل انسان کے لئے مخلص خون کے رشتہوں سے قریب اور عزیز ہوتا ہے۔
- ۱۰۔ طالب صادق کو اخلاص محبوب کے دل میں بخادیتا ہے۔



خلوت نشینی

- ۱۔ فقیر کے قریب خلوت نشینی محبوب وصالی یار ہے۔
- ۲۔ خلوت دوری کے تمام چیزات کو ہٹا کر طالب کو قربتوں کا ہم جلیس بنادیتی ہے۔
- ۳۔ طالب خلوت میں جا کر جلوت سے سرفراز ہو جاتا ہے۔
- ۴۔ عاشق کے لئے خلوت خوشبوئے محبوب ہے۔
- ۵۔ عشق غالب آجائے تو بھری محفل میں خلوت دے دیتا ہے۔
- ۶۔ فقیر کے لئے اختلاطِ خلق میں کڑواہٹ اور خلوت میں حلاوت ہے۔
- ۷۔ خلوت قوتِ تصور کو پختہ کرتی ہے۔
- ۸۔ خلوت صابر، شاکر اور واصل بنادیتی ہے۔
- ۹۔ خلوتوں میں سے بعض خلوتیں معراج بن جاتی ہیں۔
- ۱۰۔ طالب صادق جب محبوب حقیقی سے ملتا ہے اس وقت خلوت خانہ جلوہ خانہ بن جاتا ہے۔



جاتا ہے تو اس کا "نگک" جل جاتا ہے۔ عشق کا "ق" یہ بتارہا ہے کہ عاشق معمشوق کا مین بن کر نگک کو جلا دیتا ہے تو پھر اپنی ذاتِ معمشوق کی ذات پر "قربان" کر دیتا ہے۔





استغراق

- ۱۔ جب طالب مراتبہ کرتا ہے اور مراتبے کے اندر مشاہدات کی دنیا میں چلا جاتا ہے تو اس مشاہدے کے اندر بعض اوقات حسن یار کی بھی میں غرق ہو جاتا ہے، ذوب جاتا ہے جسے استغراق کہتے ہیں۔ اس کا دورانیہ زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔
- ۲۔ طالب دیدار حسن یار میں اس طرح مست ہو جاتا ہے کہ اسے دنیا و ما فیہا کی خبر نہیں رہتی اور اس کا دورانیہ کم و بیش ہو سکتا ہے۔
- ۳۔ استغراق کا موجب غلبہ عشق ہے۔
- ۴۔ استغراق کے حقیقی حلادوت حسن یار میں غرق ہونا ہے۔
- ۵۔ استغراق اللہ کے ہر ولی کو حاصل ہوتا ہے۔
- ۶۔ استغراق میں فقیر کے درجات بڑھتے ہیں۔
- ۷۔ استغراق دنیا و عینی اور ان میں جو کچھ ہے اس سے بے خبر کرتا ہے اور یار سے باخبر کر دیتا ہے۔
- ۸۔ استغراق وہ میئے ہے جو محبوب کے دل سے کشید ہو کر طالب کے دل کو پلاٹی جاتی ہے۔
- ۹۔ استغراق بھی فنا نیت کا ہی ایک مقام ہے۔
- ۱۰۔ استغراق طالب کو مطلوب بنادیتا ہے۔

دیدار یار

- ۱۔ طالب اپنی ہی ذات میں گم ہو کر دیدار یار سے مشرف ہوتا ہے۔
- ۲۔ پیار قاصد دیدار یار ہے۔
- ۳۔ دیدار یار سے طالب صادق کا دل اپنے مدار پر استقامت پکڑ جاتا ہے۔
- ۴۔ دیدار یار قرار دے کر بے قراری کے تپتے ہوئے صحرائیں پھینک دیتا ہے۔
- ۵۔ طالب صادق کو ایسی خوشی بھی نصیب نہیں ہوتی جیسی اسے دیدار یار کی مت عطا کرتی ہے۔
- ۶۔ فراق میں عاشق کے دل کی کلی بند ہو جاتی ہے جس سے وہ ترپتا ہے لیکن دیدار یار کی پہلی کرن ہی دل کی اس کلی کو خلا دیتی ہے۔
- ۷۔ عاشق صادق جب محو دیدار یار ہوتا ہے تو اس کا انگ انگ خوبیے یار سے مہک جاتا ہے۔
- ۸۔ طالب صادق کی طلب کو کوئی چیز سیراب نہیں کر سکتی۔ دیدار یار ہی اس کی اصل خواراک ہے۔
- ۹۔ تشنگان عشق دیدار یار سے پیاس بھاتے ہیں۔
- ۱۰۔ دیدار یار میں عاشق کو محبوب کی آنکھیں شراب کے جام بخشتی ہیں۔
- ۱۱۔ محو دیدار کو سجدہ کب درکار ہے۔



بے نیازی

- ۱۔ جب دوستی بے نیاز سے ہو گی تو اثرات یا ضرور مرتب ہوں گے۔
- ۲۔ بے نیاز سے سُنگت ہر ایک سے بری کر کے شان بے نیازی عطا کرتی ہے۔
- ۳۔ دوست میں محیت کا عالم ہی ایسا ہوتا ہے کہ فقیر کسی اور سے خربنیں رکھتا۔
- ۴۔ خواہشات و لذات کو چھوڑنا مشکل ہے مگر بے نیاز کی الفت سے۔
- ۵۔ وہ بے نیاز ہے مگر طالب کی طرف دیکھنا نگاہ نیاز سے ہے اور وہ نگاہ طالب کو دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔
- ۶۔ دنیا دار امراء کا دلدادہ بننا چاہتا ہے اور فقیر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دعوت کے باوجود ناپسند کرتا ہے۔
- ۷۔ جب دل میں یار ہو تو پھر کیوں نہ تخلوق سے دل بیزار ہو۔
- ۸۔ حسن یا رکی شان ہی اسکی ہے کہ ہر حسن اس کے آگے ماند ہے۔
- ۹۔ جو نگاہ یار کو پسند ہو وہ کیونکر کسی کو محبوب رکھ سکتے ہیں۔
- ۱۰۔ فقیر بے نیاز سے محبت رکھ کے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ مگر ہر طالب صادق کے دل میں رہتا ہے۔

نظر

- ۱۔ نظر سے مراد مرشد کی وہ نظر ہے جو دل کی دنیا بدل دے اس کو توجہ کرتے ہیں۔
- ۲۔ قلندر ان نظر وہ نظر ہے کہ اہل نظر کی نظروں کو نظارہ کرداری تی ہے۔
- ۳۔ کامل کی ایک نظر سے بھکے ہوئے دل اپنی منزل کے راستے کو پالیتے ہیں۔
- ۴۔ قلندر ان نظر سے بکھرا ہو ادل مست کر تصویر یار بن جاتا ہے۔
- ۵۔ اللہ کا کرم فقیر کی نظر میں مضرم ہوتا ہے۔
- ۶۔ نظر دل پر زخم کرتی ہے اور وہ زخم عاشق کے لئے آب حیات ہوتا ہے۔
- ۷۔ محبوب کا دلکش نظر سے دیکھنا عاشق کے دل میں حشر پا کر دیتا ہے۔
- ۸۔ نظر سے نام بھی بتا ہے اور کام بھی بتا ہے۔
- ۹۔ نظر سے پینے والے سر عرش جیا کرتے ہیں۔
- ۱۰۔ فقیر کی ایک نظر لاکھوں دلوں کی روشنی کا مخوب جبن سکتی ہے۔
- ۱۱۔ قلندر کی نظر سے عشق اپنے مقام کو پاتی ہے، دل مستی کو پاتا ہے اور روح رقص کرتی ہے۔



باب چہارم

القاء قلندر

فقیر کا کردار	*
تفیر	*
نفس	*
بیعت کی حقیقت	*
دل زندہ کی شاخت	*
چارداز	*
عشق میں امتحان	*
علم ایقین، عین ایقین، حق ایقین	*
فقیق البشر	*
بندگی کی حقیقت	*



تکبیر

- ۱۔ تکبیر وہ زہر ہے جو فقیر کو اعلیٰ مقام سے ہٹا کر پستیوں کی نیند سلاو دیتا ہے۔
- ۲۔ تکبیر سے جو بچتا ہے وہ محبوب کے جلووں میں بستا ہے۔
- ۳۔ تکبیر فقر کا متصدی ہے۔
- ۴۔ تکبیر نے شیطان کو قرب سے کرب میں ڈال دیا۔
- ۵۔ تکبیر کی انتہا ذلت ہے۔
- ۶۔ تکبیر کا تاج ذلت کے پانی سے دھویا جاتا ہے۔
- ۷۔ جو طالب باطنی مقامات دیکھ کر تکبیر سے فتح ہے، گوہر مقصود اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔
- ۸۔ علم تکبیر میں ڈال کر منزل سے گرا دیتا ہے لیکن گھر کا چڑائی گھر کو جلا دیتا ہے۔
- ۹۔ فقیر کا تکبیر دنیا دار کے سامنے موجب نیحہ نیحہ ہوتا ہے نہ کہ اپنی بڑائی کو ظاہر کرنا۔
- ۱۰۔ تکبیر اللہ کو سزاوار ہے اور بندے کے لئے موجب سزا۔



القاء قلندر

ربِ رَحْمَن وَرَحِيمٌ نَّهَا يَوْمًا:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ۔ (۱)

”او مرتبے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔“

عبادت اس رنگ سے ہو کہ انسان یقین و عرفان کی بلندیوں کو چھو لے۔

اللہ پاک نے اپنے پیارے محبوب جان کائنات ﷺ کے بارے میں فرمایا:

إِنَّمَا أَعْطِيَنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ (۲)

”امے محبوب ایکھیں ہم نے تمھیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔“

کوثر کے تفسیری معارف پر غور کریں تو اس سے ایک مراد آپ ﷺ کو دنیوی و اخروی تمام نعمتوں کا مالک بنادینا ہے۔ یعنی آپ ﷺ جسے چاہیں، جب چاہیں، جس قدر چاہیں، عطا فرمادیں۔ وہیں تینیں ایک ایسا نظامِ حیات ہے جو صرف ظاہری ارکون و وجود، قیام و قعود، بے روح بھوک پیاس کا نام نہیں۔ بلکہ یقین و عرفان، سوز و گداز، پیار و عشق، خشوع و خضوع، شرم و حیا، زہد و استغناہ سے مزین

(۱) سورۃ الحجر، ۱۵، آیت ۹۹

(۲) سورۃ الكوثر، ۱۰۸، آیت ۱

حقیقی حب

(طلب، حاصل، مجت، عشق، فنا، بقا، انا، محبوب)

دل

درویش اور فقیر

كتاب دل

ایک چاند

بھول

شہر نور

مغزِ حقیقت

فیض





ضرورت ہے۔ اللہ پاک اور جان عالم کے عشق و معرفت کے نور کی ضرورت ہے۔ خلائق، تاریخیوں، اندھروں، آلاشوں میں مرد و درویش کی ضرورت ہے۔ تن مردہ میں جان ڈالنے والے آبی حیات کی ضرورت ہے۔ مردہ دلوں میں حیات نو ڈالنے کی ضرورت ہے۔ خاک کے ذمیر میں روح پھونکنے کی ضرورت ہے۔

عارف، قلندر کے دل پر جو خدا کی جانب سے علم غیب وارد ہوتا ہے۔ اسے القاء کہتے ہیں اور یہ حق ہوتا ہے۔ القاء قلندر یقین و عرقان کے وہ موتی ہیں جو مقصود عبادت ہے۔ القاء قلندر ساقی کو شرکیہ کے عطا کردہ حکمت و معرفت کے جواہر ہیں۔ القاء قلندر آبی حیات کے چند قطرے ہیں۔ القاء قلندر علمِ لدنی کے خزانوں سے پتے گئے ہیرے جواہرات ہیں۔ طالب صادق، عاشقِ حقیقی کشت ایمان و ایقان کو مہکادینے والے پھول ہیں۔ القاء قلندر اہل نظر کے لئے سفر و رحمائیت میں زادروہ ہیں۔

بقول شاہ قلندر:

میں نے پتاے اسرارِ رہانی میں
گتابوں سے نہیں لیے یادِ زبانی میں
جو طالب حق ہیں پھرتے ہیں سرگردان
وہ ان کو سمجھ لیں یہ حق کی کہانی میں

ایسے افراد کی تیاری کا نظامِ زندگی ہے۔ جو علم و عمل، فہم و بصیرت، تقویٰ و طہارت میں اپنے وقت کے غزالی و رومی ہوں۔ جو اپنی نورانی قوتِ باطنیہ سے عوامِ الناس کے قلوب و نفوس کی مردہ کھیتیوں کو زندہ کر سکیں۔ جن کے فیوض و برکات سے کشتِ قلب و باطن مہک اٹھے۔ جن کے اثراتِ ہماری ذاتی و اجتماعی زندگی میں دور رک تبدیلیاں لا سکیں۔

حضور پیر سید محمود الحسن شاہ، پیران پیر دشکن حضور غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کے مخلوقِ نظر، لاکھوں مردہ دلوں کو زندگی بخشنے والے، شعورِ ایمانی کی بقا و حفاظت کے لئے شب و روز وقف کر دینے والے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کے رنگ لئے ایسے ولی کامل شاہ قلندر پیر مستوار ہیں جن کی ہر سائنسِ عشق و جان عالم صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام سے معطر و منزہ رہتی ہے۔ جن کی ہر بات اہل نظر پر دنیاۓ تصوف کا ایک نیادر کھوتوی ہے، عرقانِ الہی کا نیارنگ بخشتی ہے، عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کا نور عطا کرتی ہے۔

آج جب کہ انسان خلاؤں کو تسبیح کر چکا ہے۔ اپنی تباہی و بر بادی کے ساز و سامان خود ہی بڑی تندی سے تیار کرنے میں مصروف ہے۔ کفر و إلحاد کی آندھیاں خرمیں ایمان کو جلا رہی ہیں۔ امتن مسلمہ پریشان حالی اور درماندگی کے اندر ہے کنویں میں گرنے کو ہے۔ ایسے میں یقین و عرقان کے چاغوں کی



فقیر کاردار

فقیر کاردار جو حقیقت میں تھا یا موجودہ وقت میں روحانیت کا جو سلسلہ ہے، باہر الہی بہت کم اور خال خال ہے لیکن اصلیت میں کاردار جو فقیر کا ہونا چاہیے، وہ اقامت دین کے لئے کام کرنا اور ہمہ وقت کوشش رہنا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہنا کہ غلبہ دین مصطفیٰ ﷺ ہو، یہ پہلا کام ہے اس کا، اور جب فقیر دین مصطفیٰ ﷺ پر طالبان حق کو پکا کر لیتا ہے، چلا لیتا ہے، تو اس کے بعد پھر طریقت کی راہ پر ڈالتا ہے پھر طریقت کے تمام اصولوں پر چلا کے معرفت کی منزل پر لے جاتا ہے۔ اور جب معرفت کی منزل نصیب ہو جاتی ہے تو اس کے بعد حقیقت طالب پاٹھکار کر دیتا ہے۔

یہ بات اظہر من لهمس ہے کہ جو بھی اللہ کے فقیر گزرے ہیں، انہوں نے اپنے طالبوں کو شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کی اسی راہ پر چلایا ہے۔ جوان چاروں میں سے ایک کا بھی علم نہیں رکھتا اور ان چاروں مقامات کا واقف نہیں، وہ ہرگز فقیر نہیں، نہیں اس کی بیعت ہے اور نہ ہی اس کا سلسلہ ہے۔ وہ نام نہاد فقیر ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آج کل عام رواج ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھ راہ اور مجھ مسلک اور مجھ مرشد اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

القاء قلندر قبلہ و کعبہ، محبوب اور شدنا شاد قلندر پیر مسوار کے بتائے گئے وہ رازِ حقیقت ہیں جو قلیل و قال میں نہیں، علم کے بے معنی فلفلوں میں نہیں فقط اہل اللہ کے پاس ہوتے ہیں۔ بعض لوگ حق کی باتیں کرتے ہیں اور ہمارے پیر و مرشد کی زبان سے حق گویا ہوتا ہے۔

پیار و مستی، خلوت محبوب کے مشاہدے میں گم ہو کر پیر و مرشد نے طالبان حق کے لئے یہ رازِ معرفت عطا کئے ہیں۔ جنہیں عرفان نبیل صاحب نے من و عن مرشد پاک کے الفاظ میں لکھا۔ اور مرشد پاک کی اجازت سے اس کتاب میں "القاء قلندر" کے نام سے شامل کئے گئے ہیں۔

امتیاز جاوید غانجی



لئے تبدیلی ہوتی ہے، اسے سمجھنے سے وہ قادر ہیں۔ اور اس کا نتیجہ اول الذکر سطور میں آچکا ہے۔

یہ بات حقیقت ہے کہ انسان چار چیزوں کا مرکب ہے، آگ، ہوا، مٹی، پانی۔ اب ان چاروں اجزاء کے اثرات انسان پر مرتب ہوتے ہیں۔ جب ہر چیز اپنا اثر کرتا ہے تو انسان میں تغیر پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ تغیر یا تو بیماری کی شکل یا اس کے مزاج کے بدلنے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ اس میں بھی اللہ پاک نے بے شمار راز رکھے ہیں۔ جنہیں طب نے ظاہر بھی کیا ہے اور طبیب ان چاروں اجزاء ترکیبی کو دنظر کر تشخیص بھی کرتے ہیں اور اس کے مطابق دوا بھی دیتے ہیں۔ یہ تجزیہ ایک عام انسان کی حالت کے مطابق ہے کہ ایک عام انسان میں تغیر چاہے بیماری کی شکل میں ہو، چاہے مزاج کے گزرنے کی شکل میں ہو، وہ ان چاروں چیزوں کے اثرات سے ہوتا ہے۔ لیکن جب ایک جسم جتوئے حق کرنے والا پایتا ہے اس کو جس کی وہ جسم جو کرتا ہا تھا تو اس کی کیفیات اور مزاج بدلنے کے حرکات اور ہو جاتے ہیں۔ چونکہ وہ اس مادی جسم سے نکل چکا ہوتا ہے اور ترک وجود اس کا اصل نقطہ ہوتا ہے، اس وجہ سے وجودی مرکبات اس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ اس میں تغیر کا سبب، کیفیات روح ہیں کیونکہ اس کی روح اس قدر پاک اور طیف بن چکی ہوتی ہے کہ وہ روحانی دنیا کی سیر میں اکثر مصروف

تغیر

کسی چیز کا فیصلہ ذہن کو ایک نقطہ پر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ مگر فقیر کا عجیب حال ہوتا ہے کہ تغیر و تبدل میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے اور تمام باتیں فیصلہ کن ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ روحانیت کے آغاز میں جب ثلاثی حقیقت میں لکھا ہے تو سب سے پہلے اسے بھی ایک نقطہ پر مرکوز ہونا پڑتا ہے، وہ نقطہ شیخ ہے۔ اس نقطے سے نسبت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتی ہے اور اس نسبت پاک سے نسبت وحدۃ الا شریک نصیب ہو جاتی ہے۔ چونکہ جب اس کی نسبت مطلق ہے تو پھر صحبت اپنا رنگ دیتی ہے۔ تو اللہ پاک یہ چیز اپنی شان سے عطا کرتا ہے کہ جب وہ ایک جگہ پر متین نہیں ہے تو اس کی صحبت والا بھی کسی ایک چیز پر مقرر نہیں ہے۔ تو جو اس کے زیر حکم ہے، اسی طرح وہ یہ شان اپنے بندے کو عطا کرتا ہے۔ ال اللہ تغیرات کی دنیا میں ہمہ وقت محسوس نظر آتے ہیں۔ اور ان کی توجیہ اسی طرح ان کے زیر حکم رہتی ہے۔ جبکہ مساوئے فقراء، عام انسان، عالم، فاضل، دانشمند، دانشور، فلسفی اس چیز سے قادر ہیں۔ اس بات کا حصول ان کے لئے ناممکن ہے یہ ان کی سوچ سے بھی بالاتر ہے کیونکہ حرکت والی چیز کو اسی لئے حرکت والی کہتے ہیں کہ وہ حرکت میں ہوتی ہے، ایک جگہ پر نہیں ہوتی۔ تو اس لئے یہ تغیر جوان کے



ایک روحانی آدمی کا تغیر اس کے روحانی حال کی بدولت ہے۔ یہ باتیں ان لوگوں کی ہیں جو صاحبِ حقیقت ہیں اور یہ میری باتیں متلاشی حقیقت کے لئے زاد سفر ہیں۔ اور انشاء اللہ جب کوئی عارف ان باتوں کا مطالعہ کرے گا تو اپنی معرفت میں نہ محسوس کرے گا اور جب کوئی طالبِ معرفت مطالعہ کرے گا تو اپنے دل کے اندر معرفت کو چھکتا ہوا پائے گا۔ یہ باتیں حل و جاہرات سے بھی بیش قیمت ہیں کہ یہ جو ہری سے نہیں ملتیں۔ بڑے سے بڑے بادشاہ کے خزانوں میں نہیں پائی جاتی بلکہ جو ہری اور بادشاہ ان باتوں کے محتاج پائے گئے ہیں۔ جو اہلِ عقل ہو گا، ان باتوں کا مطالعہ کر کے اہلِ دل بن جائے گا۔ اور اگر ان باتوں کا اہلِ دل مطالعہ کرے گا تو وہ دل والوں کا رہنمایا بن جائے گا۔ خدا تعالیٰ اگر توفیق دے تو یہ بہت بڑا سُنجھ ہے، بہت بڑا خزانہ ہے اگر اسے پڑھ کر بمحض سکھیں تو دنیا اور آخرت خاص کر باطن سورج کی طرح چمکدار بن جائے گا۔



رہتی ہے۔ اور ایک واصل بال اللہ شخص کی روح صحبتِ مصطفیٰ کریم ﷺ سے مستفیض ہوتی ہے اور دیگر انبیاء و رسول ﷺ کی ارواح سے ملاقات کرتی ہے۔ ملا ظاہلی کی طرف سیر کرتی ہے۔ عرشِ وکری کی سیر کرتی ہے اور اس پے عاشق کی روح دیدار پاری تعالیٰ سے مشرف ہوتی ہے اور اس کے بعد چونکہ اس کی ڈیلوٹی زمین پر زمین دالوں کے لئے لگا دی جاتی ہے اور وہ رات دن لوگوں کی اصلاح کی خاطر مصروف عمل رہتا ہے اور لوگوں کی اصلاح احوال اس کا مشن بن جاتا ہے۔ اب وہ لوگوں میں رہتا بھی ہے اور ان کی اصلاح بھی کرتا ہے لیکن اس کی روحانی سیر اور روحانی مشاہل پرستور جاری رہتے ہیں۔ تو اس عمل کے باعث اس میں روحانی تغیر و فتوحاتِ رونما ہوتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی کیفیتِ گھڑی ماش، گھڑی تولہ کی ہی ہوتی ہے۔

بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہ کہتے ہیں:

”میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ دریا کے اوپر چل رہا تھا اور ایک وقت میں وہ ایک چھوٹے سے نالے میں گر پڑا تھا۔“

تو اس طرح شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں کہ فقیر پہ وہ حال وارد ہوتا ہے اور کبھی یہ حال وارد ہوتا ہے۔

تو عام انسان کا تغیر آگ، ہوا، پانی، مٹی کے اثرات کی بدولت ہے اور



بیعت کی حقیقت

بیعت لفظ ”بیع“ سے ہے، جس کا معنی ہے فروخت ہو جانا، بک جانا۔

جیسا کہ حدیث میں ہے:

مُؤْتُواً قَبْلَ أَنْتَ مُؤْتُواً۔ (۱)

”مرجاً و مرنے سے پہلے۔“

تو بیعت ہونے کا مفہوم میرے نزدیک بھی ہے کہ
”مرجاً و مرنے سے پہلے۔“

وہ مرتنا بھی ہے کہ جب انسان انتہائی تلاش کے بعد مرشد کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر اسے چاہیے کہ اس محبت میں فنا ہو جائے۔ یہ ایک موت ہوئی تو جو آنے والی موت ہے، جس موت سے یہ عالم ختم ہوتا ہے اور عالم ہرزخ شروع ہوتا ہے، وہ دوسری موت ہے جو حقیقی اور اٹالی ہے اور سب کو آئے گی۔

تو اس دوسری موت سے ہر کوئی ڈرتا ہے اور بچنے کی تدبیر کرتا ہے۔ خواہ ہزار سال ہو یا جتنی ہو اور اسے پتہ بھی ہے مگر بچنے کی تدبیر اختیار کرتا رہتا ہے۔ لیکن اس مرنے سے پہلے جو یہ موت مر گیا (جس کی وضاحت اور پوچھی ہے) پھر یہ موت اس موت کی پرواہ نہیں ہونے دیتی۔ تو مرنے سے پہلے مرنے کا جو

(۱) روح المعانی

نفس

کسی بزرگ کا قول ہے کہ شیطان نفس کا وزیر ہے یعنی نفس کو وہ مختلف انواع و اقسام کے مشورے دیتا ہے۔ اور اتنے زیادہ مشوروں سے کہیں نہ کہیں نفس مرجوب ہو جاتا ہے۔ لہذا جب نفس مرجوب ہو جاتا ہے تو مکمل طور پر شیطان کا بیروکار بن جاتا ہے۔ پھر وہ قدم قدم پر انسان کو دھوکہ دیتا ہے اور حکمت عملی اسی ہوتی ہے کہ بروقت انسان اُسے پرکشیں سکتا۔ بعد میں افسوس کرتا ہے اور محض آہ و بکا کے کچھ ہاتھ نہیں آتا لیکن اگر درویش اپنے نفس پر نظر رکھے اور ہر فعل میں سمجھنے کی کوشش کرے کہ حتیٰ کہ خیال تک بھی ذہن میں آئے اس پر غور کرے کہ یہ کوئی نفسانی تقاضا تو نہیں ہے۔ پس اگر سمجھے کہ نفسانی تقاضا ہے تو اس کے الٹ عمل کرے۔

تو اس سوچ سے اگر درویش نفس کے الٹ چلتا ہے تو وہ دل کے فیصلوں کے قریب ہو جاتا ہے اور دل میں یقیناً طالب کو شیخ کی طرف سے القا کر دیا جاتا ہے۔ لہذا دل کے فیصلے درست ہوتے ہیں، بشرطیکہ دل کو شیخ کی جانب سے ذکر بھی عطا کر دیا گیا ہو اور تصور شیخ مکمل طور پر وارد ہو چکا ہو۔ ایسا طالب کبھی شیطان کے جاں میں نہ پہنچنے گا اور نفس کی قید سے ہر وقت آزاد رہے گا۔



کا کردار ان کے جانشین تک آگیا۔ اس طرح وہ وصف رسول ﷺ آپ ﷺ سے لے کر صحابہؓ تک نمونہ بتاتا ہے۔ تو بیعت ضروری ہے اس لئے کہ طریقہ اسلام کا تمام طریقہ شیخ سے لے اور نسبت در نسبت جو سلسلہ بتاتا ہے اللہ اور رسول ﷺ تک پہنچتا ہے اور جو کچھ اسے ملتا ہے وہ اللہ اور رسول ﷺ سے اس کے مرشد تک پہنچتا ہے اور طالب کو اپنا حصہ ملتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس کے علاوہ بیعت کا مفہوم اور کچھ نہیں ہے۔



تصویر حدیث میں ملتا ہے، وہ یہ ہے۔

فنا فی الشیخ ہونے کے ساتھ ہی نفس فنا ہو جاتا ہے۔ تو یہ ثابت ہوا کہ نفس کا مرنا فنا فی الشیخ کا مرہون منت ہے یعنی محبت شیخ میں مرنے کے برابر ہے۔ فنا فی الشیخ جو ہوا اس کے نفس کی موت واقع ہوئی۔ مرنے سے پہلے مرنے کا مفہوم ہیکی ہے۔ فنا فی الشیخ کا نفس خود مرتا ہے اور جس کا نفس مر جاتا ہے اسے حقیقی موت کی پرواہ نہیں رہتی۔ اس سے بیعت کا ثابت ہونا اس حدیث سے ثابت ہے۔ پہلا مرنا یعنی مرنے سے پہلے مرنا نفس کی موت ہے۔ یہ موت واقع نہیں ہو سکتی جب تک کہ رہنمائی و رہنمای میراثہ ہو اور ان سب کے لئے مرشد کا ہونا ضروری ہے۔ مرشد کو پکڑ لیا تو اس کی مطابقت ضروری ہے اور یہ بغیر محبت کے کبھی نہیں ہو سکتی۔ تو نتیجہ یہ ہے کہ جو محبت شیخ میں فنا ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کا نفس فنا ہو گیا اور وہ فنا فی الشیخ پر پہنچ گیا۔ اس طرح بیعت کی حقیقت فقط اتنی ہے۔

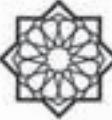
ہر کام کے لئے استاد کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح حقیقت کی راہ کے لئے بھی رہنمای کا ہونا ضروری ہے۔ حضور ﷺ کی نسبت میں جو بیٹھے اس نسبت نے انہیں صحابہؓ بنادیا اور ان میں تمام کردار محمد ﷺ موجود تھا اور صحابہؓ نے سرکار ﷺ کی بیعت کی تو ان میں وہ کردار آگیا اور اللہ کے تمام احکامات صحابہؓ تک آگئے۔ اسی طرح بیعت در بیعت یہ سلسلہ جاری رہا اور صحابہؓ



دل زندہ کی شناخت

دل وہ ہے جو ہمہ وقت اپنے یار کی یاد سے آباد رہے اور مساوئے
محبوب دوسرا تصور دل میں نہ آئے۔
بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ:

دل بحسب آور کہ حج اکبر است
از هزار ان کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ به نگاہ خلیل آذر است
دل گزدگاہ جلیل اکبر است
کہ ہزار کھوں سے ایک دل بہتر ہے۔ مراد وہ دل ہے جس میں تصور
محبوب پختہ ہو جاتا ہے اور جس میں یہ ہے وہی گزرگاہ جلیل اکبر ہے۔ تو جو دل
جلیل اکبر ہوا کرتا ہے، اس دل سے آواز بھی جلیل اکبر کی ہی نکلا کرتی ہے۔ کہ
اس کی ہر وہ عنکن اس جلیل اکبر کے نام کو لاپتی رہتی ہے۔ سبکی پہچان ہے دل
زندہ کی۔ دل زندہ ہونے سے پہلے ممکن ہے تم نفس کی مان رہے ہو، یعنی بغیر دل
زندہ کے انسان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ دل کی مان رہا ہے یا نفس کی۔ طالب کو
چاہیے کہ ہمہ وقت تصور شیخ میں رہ کے ذکر خفی میں رہے۔ اور اسم ذات کا تصور
اس قدر پختہ ہو جائے کہ وہ اس کی آنکھوں، دماغ، دل میں، دونوں ہاتھوں،



دونوں ٹانگوں میں، پورے بدن میں سا جائے اور واضح نظر آئے۔ پھر پیش اس
کا بولنا، اللہ کا بولنا، اس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا اور اس کا سنتا اللہ کا سنتا ہے جیسا کہ
حدیث شریف میں عبارت ہے:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو میرا ہو جاتا ہے، میں اس کا ہو
جاتا ہوں، میں اس کی آنکھیں، ہاتھ، پاؤں، دل، دماغ بن
جاتا ہوں، پھر اس کا دیکھنا میرا دیکھتا ہے، اس کا بولنا میرا بولنا
ہے، اس کا سنتا میرا سنتا ہے، اس کا چلتا میرا چلتا ہے۔“ (۱)

اصل بات ”دل کی زندگی“ کی ہے۔ اگر اللہ پاک یہ زندگی عطا کر دے
تو پھر کوئی علم انسان کی درس سے باہر نہیں رہتا اور کوئی ایسی چیز نہیں پہنچ جو اس
کی تغیری سے باہر ہو۔ جس کے دل میں اللہ کا نام آباد ہو جاتا ہے، تمام جہان پھر
اُس کے زیر امر آ جاتا ہے۔ یہ روحانیت کی اصل ہے، جو کچھ بھی ہے اللہ کے ذکر
میں ہے اور وہ ذکر شیخ کامل بتاتا ہے اور شیخ کامل سے طالب صادق ہی لیتا ہے۔
طالب صادق ہو اور شیخ کامل ہو تو پھر سُنگت کامڑہ آتا ہے۔



عشق میں امتحان

عشق میں امتحان کیوں ضروری ہے؟

عشق ایک مرتبے کا نام ہے۔ عشق وہ مرتبہ عطا کرتا ہے کہ ظاہری کوئی مرتبہ اس مرتبے کے شایان شان نہیں ہو سکتا۔ اور تمام ظاہری مرتبوں کو یہ فنا کر دیتا ہے۔ تو جب کسی ظاہری مرتبے کو حاصل کیا جاتا ہے، مثلاً پہلی جماعت سے دوسری جماعت کا مرتبہ حاصل کیا جاتا ہے تو امتحان پہلی جماعت کا ہوتا ہے اور مرتبہ دوسری جماعت کا ملتا ہے۔ اسی طرح دوسری سے تیسرا اور اسی طرح سے پر اگری کے مرتبے کا امتحان ہو گا تو پر اگری کا مرتبہ پائے گا۔ اور جب مذل کے مرتبے کا ہو گا تو ہائی اور پھر اسی طرح پائی سے اگلی جماعتوں میں پہنچے گا۔ تو ہر جماعت کا امتحان اس درجے کی نوعیت کے مطابق ہوا کرتا ہے۔

تو چونکہ یہ تو ظاہری درجات جو ہیں، یہ اس کا سلسلہ ہے اور عشق کا درجہ ان سے اعلیٰ ہے اور تمام ظاہری درجوں کو فنا کر دینے والا ہے اور اس وجہ سے اس کا امتحان سب سے سخت اور سب سے بڑا ہو گا اور تب جا کے عشق کے درجے پر کوئی شخص فائز ہو گا۔

سوال یہ تھا کہ عشق کا امتحان کیوں ضروری ہے؟ تو جب ان چھوٹے

چار راز

اسم اعظم، لیلۃ القدر، جمعد کی پوشیدہ ساعت، فقیر، یہ چاروں راز ہیں۔

ان کی حقیقت تب واضح ہو گی جب انسان مرشد کامل کے زیر درس رہ کر طالبو صادق بنے اور مکمل محبت شیخ میں فتا ہو جائے۔ اس کے بعد اس کو ان چار چیزوں کے راز سے آگاہی ہو گی۔ بنا توجہ شیخ یہ بہت محال اور ناممکن ہے۔

جب صحیح اور اصل معنوں میں محبت شیخ دل میں جا گزیں ہو جاتی ہے تو اپنے اثر بے مثال سے اور طاقتِ لازوال سے اغیار کی محبت کو تباہ کر دیتی ہے اور جس محبت کا یہ جزو ہے یعنی محبتِ محمدی ﷺ، اس تک پہنچا دیتی ہے اور وہ محبت تو محمدی ﷺ جس محبت کا جزو ہے یعنی محبت اللہ، اس تک پہنچا دیتی ہے۔ یوں طالب فنا کا مقام حاصل کر کے بھاکے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ پھر اس خوبیوئے ذات کو تمام جہانوں میں بکھیر دیتا ہے اور لاکھوں کروڑوں طالبین حق اس سے مستفیض ہو کر اپنے دلوں کو جگگاتے ہیں۔



علم ایقین، عین ایقین، حق ایقین

علم کا معنی ہے ”جانا“۔ یقین کا معنی ہے کسی ایک نقطے پر جم جانا مکمل یکسوئی کے ساتھ۔ اس (علم) کی مثال یوں ہے کہ ایک گھر ہے، دور پڑا ہے۔ نقطہ یہ علم ہے کہ اس میں پانی ہے۔ اس کو آنکھوں سے پاس جا کر نہیں دیکھا۔ فقط علم کی حد تک ہے۔ اس میں کوئی اور چیز ہو سکتی ہے۔ تو فقط جانے کی حد تک معلوم ہوتا، یہ ”علم ایقین“ ہے کہ اس میں پانی ہے۔ اور جب نزدیک جا کر اس کو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس میں پانی ہے تو یہ ”عین ایقین“ بن گیا۔ لیکن مکمل بات اب بھی نہیں کہ دیگر مانعات پانی سے مماثلت رکھتی ہیں کہ وہ پانی کی طرح ہوتی ہیں۔ مگر دیکھنے سے یہ پتہ چلا کہ کوئی مانع ہے اور پانی بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب اس کو چکھ لیا، پھر مکمل یقین ہو گیا کہ یہ واقعٹا پانی ہے۔ اسے ”حق ایقین“ کہتے ہیں کہ یقین تو پہلے بھی تھا، جانے کی حد تک۔ دیکھ کر بھی مکمل نہ ہوا۔ مگر جب اس کو چکھ لیا، ذائقہ محسوس ہو گیا، جانے کا حق ادا ہوا تو حق ایقین بن گیا۔

جب مرشد کے متعلق طالب کے ذہن میں خیال پیدا ہوتا ہے تو یہ علم ایقین ہوا۔ بارگاہ مرشد میں حاضری سے عین ایقین ملتا ہے اور مطابقت کر کے اس کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے تو جس کی محبت میں فنا ہو جائے تو اس ذات میں گم



درجات کو پانے کے لئے امتحان ضروری ہے، جن کی وقعت عشق کے آگے کچھ بھی نہیں ہے تو اتنے بڑے درجے کو حاصل کرنے کے لئے کیا امتحان ضروری نہیں ہے؟

درجہ عشق، مقام عشق فقط وہیں تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ مقامِ رضاپہ فائز کر کے محبوبِ حقیقی تک جاملاً تا ہے۔ تو وصال یا رکیلے آتشِ عشق کا ہونا لازم ہے۔





فق البشر

اللہ نے قرآن میں فرمایا:

تِلْكَ الرَّسُولُ فَضَلَّنَا بِعَضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ - (۱)
”رسول ہند کوہم نے ان میں ایک کو دسرے پر اٹھل کیا۔“

یعنی: ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے مگر سب پر فوقيت آتا ہے کون نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ سے جن لوگوں کو نسبت ہوئی، الہمیت ﷺ و صحابہ ﷺ تھے۔ ان کو دیگر بشروں پر فوقيت حاصل ہوئی۔ پھر آپ ﷺ کی امت کے اولیائے کرام کو دیگر بشروں پر فوقيت حاصل ہوئی۔ جو شخص اپنے نفس کو مٹا دیتا ہے، اپنی ذات کو مٹا دیتا ہے، وہ لباس بشر میں تو رہتا ہے مگر تمام بشریت پر اللہ اس کو فوقيت عطا کرتا ہے۔ تو جس نے نفس کو ختم کیا، تقویٰ اختیار کیا، اللہ کی معرفت کو پالیا۔ اللہ پاک کی طرف سے اس کو فوقيت بشر عطا ہو جاتی ہے۔ جب انسان نفس پر کنشروں کرتا ہے، اس کی روح و دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ دل کی آنکھیں کھلتی ہیں، روح زندہ ہوتی ہے، اس کی باطنی طاقتیں اجاءگر ہوتی ہیں۔ اس کا چلننا، پھرنا، بولنا کچھ اور معنی رکھتا ہے، یہ سب فطرت کے تمام تقاضوں سے ہٹ کے ہوتا ہے۔ انسانی فہم

ہو کر اس کا مزہ چکھ لیتا ہے تو یہ حق الیقین ہوا۔

ای طرح احادیث اور سیرۃ الرسول ﷺ سے آپ ﷺ کے متعلق علم الیقین حاصل ہوتا ہے اور پھر توجہ شیخ سے زیارت انبیاء ﷺ ہوتی ہے تو یہ حق الیقین بن جاتا ہے۔ یہ حق الیقین اس پر جاتا ہے جو پڑھا اور دیکھا ہو۔ پھر مثل سابق جیسا کہ پہلے وہ فنا فی الشیخ ہوا تھا، ای طرح وہ فنا فی الرسول ﷺ ہو جاتا ہے اور پھر اس ذات عالی ﷺ کا فیض خاص اسے نصیب ہوتا ہے تو اس فیض کا مزہ چکھتا ہے تو اسے حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی پڑھا، دیکھا اور فیض نصیب ہوا، وہ بھی ٹھیک۔

اللہ کے متعلق جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا، سن کر علم کی حد تک یقین ہوتا ہے۔ پھر جب طالب ہمیں دونوں منازل طے کر کے مرشد و رسول ﷺ میں فنا ہو جاتا ہے تو اس کو دیدار تعالیٰ بھی نصیب ہوتا ہے۔ یہ حق الیقین بن جاتا ہے اور پھر جب قنافی اللہ ہوتا ہے، اپنی ذات کو ختم کر دیتا ہے اور اس کی ذات کا وجود اس پر وار ہو جاتا ہے، غالب ہو جاتا ہے تو اس طرح وہ اس کی محبت کا مزہ چکھتا ہے، تو اس طرح اس کو حق الیقین نصیب ہوتا ہے اور وہ بھا کی منزل پا کر سب سے اعلیٰ منزل پر قائز ہو جاتا ہے۔



بقول شادقلندر:

اپھے راہ نہیں بر جوگی اس دی طرز عجیب اے
اللھ کچھ نہیں تکیا جاندا امیر اے یا غریب اے
سمجھیں یا، نوں سب توں اُتے تو محمود
اللھ آپ نوں ماریے تد ہوندا یا، نصیب اے
یا لا إلهَ إلَّا هُوَ تَعَالَى۔ اپنے آپ کو ختم کیا، تمام موجودات کو ختم کیا۔ إِلَّا اللَّهُ، تَوَحِّدَ
خود میں اور تمام موجودات میں اللہ کا نور اُتر آیا۔ مُحَمَّدُ الرَّسُولُ اللَّوْلَاهُ
حضور ﷺ سے رحمت نصیب ہو گئی۔ گویا کچھ نہیں، اللہ ہے اور اس کے
محبوب ﷺ کی رحمت پاک ہے۔ اس تصور کے ساتھ کلمہ پڑھنا یعنی فقر ہے۔

وادراک اس کو نہیں پہنچ سکتا۔ آنے والے حالات اس کے قلب پر مشکل ہوتے
ہیں۔ وہ صاحبِ کشف ہو جاتا ہے۔ دیگر ان انوں کے راز اس پر کھل جاتے ہیں
۔ جس طرف توجہ کرے وہ حقیقت سمجھ لیتا ہے اور اس کو ایک خاص باطنی قوت
نصیب ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب کسی مردِ قلندر نے اپنے نفس کو چھوڑ کر تقویٰ اختیار کر
کے اللہ کی معرفت حاصل کی اور جب اس کو تمام لوگوں پر فوقيت عطا کر دی گئی تو
اگر وہ کسی دشوار گزار مقام، جنگل میں بھی بیٹھ گیا تو لوگ جو ق در جو حق فقط اس کی
زیارت کو چھپتے ہیں۔ وہ یقیناً کوئی ماقوم الفطرت شے بن گیا کہ یہ فطرت میں تو
ایسا ممکن نہیں کہ انسان کسی خطرناک مقام پر، دشوار راستے سے جائے۔ لیکن لوگ
آج تک ایسی شخصیات کے پاس جاتے ہیں۔ ایسی شخصیات ہی فوق البشر اور
ما فوق الفطرت ہیں۔

”اللَّهُ جَلَّ جَلَّهُ دِي بُوْثِي هُرْشِدِ مِنْ مِدِرَے وَلَاجِ لَاهِي هُو“

میں تمن چیزیں ہیں۔ فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، اور فنا فی اللہ۔ طالب ذکر اللہ ہو
کرتا رہے، لفظ دل پر کرتا رہے تو پھر خوشبو آنے لگتی ہے۔ اور وہ ہے چنبے دی
بُوْثِی۔ چنبے کے پھول میں پانچ پتیاں ہوتی ہیں۔ اللہ اس سے جتا ہے، پانچوں
کلیوں سے اور بھی پانچ تن کی خوشبو ہے۔



مل کے کچھ قدرت کا نور حاصل کرتا ہے، کچھ صفات سے نسبت کر کے قدرت کا نور حاصل کرتا ہے۔ تو چونکہ لکھنے والا کیا کیا نہیں لکھ سکتا مگر ہر لکھنے والا شاید مرضی کے مطابق نہ لکھ سکے مگر مندرجہ بالا طریقہ جو میں نے بیان کیا، اس سے لکھنے میں بہت سی چیزیں آسکتی ہیں۔

اب بات یہ ہے کہ جو کچھ ایک انسان لکھ رہا ہوتا ہے، وہ دراصل خود سے نہیں لکھ رہا ہوتا، لکھنے میں سے لکھ رہا ہوتا ہے۔ چونکہ پہلے قدرت نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ہر چیز کے علم کے مطابق لکھ دیا ہے۔ تو چونکہ جو کچھ ہوتا ہے یا لکھتا ہے تو یہ تو پہلے ہی لکھا جا چکا ہے۔ اب لکھنے والا جو کچھ لکھتا ہے، سابقہ تحریر سے لکھتا ہے۔ اسی وجہ سے جب ایک لکھنے والا کسی مضمون کو پیش کرتا ہے تو وہ بہت سے لوگوں کے لئے نئی چیز کا لکھنا ہوتا ہے۔ تو اس طرح مختلف قسم کے لکھنے والوں سے بہت سے نئے مضمون اور علوم سامنے آتے ہیں جو ہمارے لئے تو نئے ہیں۔ چونکہ وہ علم تو پہلے سے موجود ہے اور اسے ظاہر ہونا ہوتا ہے۔ اب لکھنے والا لکھتا ہے تو وہ علوم ظاہر ہوتا ہے اور آشکار ہوتا ہے اور یقیناً جو طلب رکھتے ہیں آشکار بھی انہی پر ہوتا ہے۔

ایک لکھنے والے سے بہت سارے لوگوں کو بہت سی مقدار میں علوم حاصل ہو گئے حالانکہ اس نے لکھنے سے لکھا تھا۔ تو جس نے سب کچھ لکھا ہے اور

بندگی کی حقیقت

پہلے انسان خدا کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر اس کو اپنے محظوظ بندے کے بندوں میں شامل کیا۔ جب وہ محظوظ بندوں سے مل جاتا ہے تو اس کو بھی شانِ محبویت عطا کر دیتا ہے یوں بندگی کے برداشت سے محبویت کا برداشت شروع ہو جاتا ہے۔ محبویت میں صاحبِ راز ہو جاتا ہے۔ ادھر بندگی میں یہ ہے کہ بندہ ہوں، بندہ ہوں اور ادھر یہ ہے کہ میں ہی ہوں، میں ہی ہوں۔

الَّذِي عَلِمَ بِالْقَلْمِ ○ عَلِمَ الْإِنْسَانُ مَا لَهُ يَعْلَمُ۔ (۱)
”جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔“

لکھنے کو کیا کیا نہیں ہے۔ ہر چیز کو لکھتا، یہ لکھنے والے کا کام ہے، ہر کوئی کام اپنی مرضی سے کرنا چاہتا ہے اور اس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں ہے انسان کے لئے مگر سوائے جتنی اس نے کوشش کی۔ یعنی ہماری کوشش کے تالیع ہمارے کام رکھ دیے گئے ہیں۔ جتنی کوشش کرتے ہیں، تقریباً اتنا ہی پالیتے ہیں۔ مگر کبھی اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ قادر اللہ کی ذات ہے اور ہر چیز اس کے تالیع ہے۔ انسان ذات سے



ہیں اور جو اس کو کیفیات میر ہوتی ہیں، ان باطنی توجہات سے وہ ایسے مصیبت زدہ لوگوں کے احوال کو بدل دیتا ہے۔ یہ اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے جو وہ اپنے بندے سے دیگر بندوں کے لئے ظاہر کرتا ہے۔

رب کی لکھت کا ایک اور مظہر کر میں نے دیکھا کہ ایک بیج کی قسمت میں کیا لکھا ہے کہ میں اس کو دیکھتا ہوں، ایک بے جان لکڑی، پتھر یا دھات کی طرح یعنی بے جان سا لکڑا محسوس ہوتا ہے۔ جب اس کو بودیا جاتا ہے تو اس سے ایک پودا لکھتا ہے۔ اب اس بیج کی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ بے جان لکڑی، پتھر کی طرح ہے۔ جب کسی مرد کے ہاتھ لگا، اس نے بودیا۔ وہ پودے کی ٹکل میں زمین سے نمودار ہوا۔ یعنی جب اس نے آنکھ کھولی تو وہ تنہاما منا چھوٹا سا پودا تھا۔

اب اس کی آبیاری اسی مرد کے زیر گرانی ہوتی رہی۔ اب جو بڑا ہوا تو کافی چھاث ہوئی۔ اب اس کی قسمت میں کافی چھاث لکھی تھی۔ اگلے قدم پر قدرت نے یہ لکھا تھا۔ اب وہ اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ ساییدے کا تو قدرت نے لکھا تھا کہ وہ ساییدے گا اور اس کے نیچے بندے بیٹھے کے راحت و سکون محسوس کرتے ہیں۔ اب ان بندوں کی قسمت میں رب نے یہ راحت و سکون لکھا تھا لیکن اس درخت کے نیچے بیٹھے کے لکھا تھا اور کہیں نہیں مل سکتا تھا۔

تو اگر سوچا جائے تو سکون دینے والی تو اس کی ذات پاک ہے۔ اب

اس سب کچھ لکھے کی دلیل قرآن کریم ہے۔ اس کے ساتھ دوستی کتنی زیادہ دول کو سکون دیتی ہوگی اور کتنے علوم کا مالک بنا دیتی ہوگی۔ کتنی قدر تسلی ایسے شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہوں گی اور اس سے کتنے لوگوں کو فتح ہو گا۔ اس کی مثال وہ اللہ کے ساتھ دوستی کرنے والے بندے ہیں، جن کو حیات ظاہری سے گزرے ہوئے سینکڑوں سال گزر گئے ہیں، آج بھی ان کے مزار روشن، چمکدار ہیں اور حیات باطنی کے ساتھ یہ لوگ زندہ ہیں اور لوگوں کی قسمت کے فضیلے اچھے انداز میں لکھ رہے ہیں۔ اور یہ اس کی قدرت کامل ہے جو سب کی تقدیر کا لکھنے والا ہے۔ اس کی دوستی سے اس کا دوست سب کے لئے اچھا لکھنے کا حامل بن جاتا ہے۔

یہ بارہا میں نے دیکھا ہے کہ لکھے سے بیکنگ لوگ ایسے اللہ کے دوستوں کے پاس آ کر اپنا لکھا درست کرواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ لکھے کو اچھا لکھ سکے۔ ویسے تو اس کی ہر لکھی ہوئی چیز اچھی ہے، کیونکہ محبوب پر گل نہیں ہوتا۔ لیکن بعض لوگوں کی لکھت میں سختیاں اور عذاب ہوتے ہیں۔ تو اللہ کا بندہ، اللہ کے بندوں کے یہ احوال دیکھ کر پریشان ہوتا ہے اور ان کے لئے دعا کرتا ہے کہ یہ بندے تو اللہ ہی کے ہیں پھر ان پر تسلی کیوں ہے۔ حالانکہ وہ تسلی ان کو منجانب رب العزت ہی ہوتی ہے۔ اس اللہ کے بندے پر جوانعماں ہوتے



اس ذات پاک نے دو کام لکھے۔ ایک یہ کہ ان بندوں کی قسمت میں سکون لکھا دوسرا یہ کہ اس درخت کے ویلے سے لکھا کہ ان کو سکون تو میر ہو گا اگر اس درخت کے سائے میں آ کر ہو گا۔ تو اسی طرح وہ جس کے لئے وہ اپنی شناسائی لکھتا ہے تو اسی کے لئے ایک ایسے مرد کامل کا سایہ بھی لکھ دیا کہ وہ شخص اس کی شناسائی حاصل کرنے کے لئے اس مرد کامل کے سائے تلتے آتا اور اسے شناسائی حاصل ہوتی۔ اور اسے تب جا کر سکون و قرار نصیب ہوتا ہے کیونکہ اس کا قرار تو حق تعالیٰ نے شناسائی میں لکھا تھا اور حق تعالیٰ کی شناسائی اس مرد کامل کے سائے میں لکھی تھی اور مرد کامل کا سایہ اس مرد کی قسمت میں لکھا تھا۔ تو میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہ لکھے کا دیتا تو ہے مگر اس لکھے کو اپنے اپنے انداز میں لکھ کے دیتا ہے۔

فقیر نے آج تک کسی سے زیادتی نہیں کی۔ جو یہ سمجھتا ہے میرے ساتھ زیادتی ہے وہ دراصل زیادتی نہیں دراصل اس کی اپنی کم فضلی ہے۔ محبت الہی کی طرف بلانے والے ہی اصل محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اصل محبت جو ہے وہ اعلیٰ چیز ہے۔ اس میں کھوٹ نہیں ہوتا اور اس میں کسی قسم کی غلطی نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں سے خرابی کی کیسے توقع ہو سکتی ہے۔ محبت الہی کو تقسیم کرنے والے اصل ہوتے ہیں اور نایاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ عام انسان کا طرف اتنا نہیں ہے کہ ان کو پہچان سکے۔ اور میں فقیر کا طرف ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ



ظرف ہو کر کم ظرف سے پیار کرتا ہے، کیونکہ کم ظرف کی اعلیٰ ظرف کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ اور اس طرح وہ بے وفا کی کرتا ہے۔ اور ان کم ظرفوں میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ حالانکہ بات بھی ہوتی ہے کہ وہ فقیر جیسا ظرف خود ہی نہیں رکھتے اور ان کی اپنی کم ظرفی ان کے اوپر غالب آجائی ہے۔ وہ فقیر کی بے وفا نہیں، دراصل ان کی اپنی کم ظرفی ہوتی ہے۔





حقیقی حب

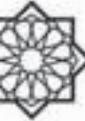
طلب، حاصل، محبت، عاشق، فنا، بقا، انا، محبوب

ہر ایک کو اپنے محبوب پر ناز ہوتا ہے۔ حسنِ محبوب کا طالب ہر عاشق والا ہوتا ہے۔ اور رُخِّ محبوب کو دیکھ کر دل کی اتحاد گہرا ہیوں میں ہر عاشق سکون محسوس کرتا ہے۔ نظرِ محبوب کا متلاشی ہوتا ہر عاشق کا شیوه ہے۔ الغرض ہر ایک عاشق اپنی جسارت کے مطابق اپنے محبوب کا خواستگار ہوتا ہے اور اس چاہت کو دل میں لئے پھرتا ہے کہ اس کا محبوب اس سے خوش ہو جائے اور الفتِ محبوب کو پاتا ہر عاشق کا آخری اور سب سے بڑا معاہد ہے۔ لیکن مزہ تب ہے کہ جب محبوب معبد ہو۔ پھر قلندر نے دیکھا ہے کہ رات دن عجیب کیفیات باطن منکشف ہوتی رہتی ہیں۔ پھر اس سے بھی بڑھ کے ایک بات یہ ہے کہ محبوب معبد اور طالب محمود ہوتا ہے۔ پھر بات پچھا اور دیکھی ہے۔

حقیقی حب بہت کم لوگوں کو نصیب ہوئی ہے۔ حقیقی حب کی ایک مثال یوں بھی ہے کہ ایک عاشق کو سنگار کیا جا رہا تھا۔ اسے کوئی فکر نہ تھی۔ تو اگر حاصل حب ہے، محبت ہے تو اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ فکر کو دور کرتی ہے اور ایک فکر میں بند کر دیتی ہے۔ کیونکہ وہ ایسی فکر ہوتی ہے کہ اس فکر میں

عاشق کو راحت و سرت نصیب ہوتی ہے اور وہ خوشی باطنی ہوتی ہے۔ اس خوشی کے ظاہری اثرات فکر کا سامانداز لئے ہوتے ہیں۔ جب اس عاشق کو سنگ سار کیا جا رہا تھا، تو اسے جوں جوں پتھر لگ رہے تھے، خون بہہ رہا تھا، وہ شدید زخمی ہو رہا تھا اور اس کے جسم کے لکڑے اڑ رہے تھے لیکن وہ اُس سے مس نہ ہوا۔ بہت سارے لوگ حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ایک خلاف عادت بات ہے کہ انسان کو تکلیف ہو اور اس میں کوئی آثار غم و غصے کے پیدا نہ ہوں اور وہ بدستور مطمئن نظر آئے۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے کہ تجھ پر اثر نہیں کسی چیز کا؟ اس نے کہا کہ میرا یا مریرے سامنے ہے۔ میری توجہ اس میں ہے۔ اس وجہ سے مجھے کسی اور چیز کا اثر نہیں تو اس واقعہ سے یہ بات عیال ہوتی ہے کہ جس وقت طالب مطلوب میں ضم ہو جائے تو مطلوب کا مکمل اثر لیتا ہے۔ دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں رہتی اور کسی تکلیف کا اثر نہیں ہوتا اور کوئی در داں پر حاوی نہیں ہوتا اور کوئی بھی ظاہری اثر سے پریشان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ اپنے یار میں اس قدر محبو ہے کہ اس کی کیفیات اپنے وجود میں دیکھ رہا ہوتا ہے۔

تو وہ لڑکا جو سنگ سار ہو رہا تھا، اس کا محبوب اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ اس قدر اس میں غرق ہو گیا تھا کہ اسے لکھنے والے پتھروں کا اثر نہ تھا کیونکہ اس کا محبوب اس پر وار ہو جو تو تھا۔ تو چونکہ اس نے اپنے وجود کی نقی کی ہوئی تھی اور وہ جو



دل

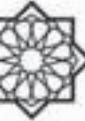
قلب المؤمن عرض الله تعالى۔^(۱)
”مؤمن کا دل اللہ کا عرش ہے۔“

اب خاص بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اسے پہنگ مشین کہتے ہیں کہ یہ خون شریانوں سے رگوں میں اور رگوں سے شریانوں میں پہنچ کرتا ہے۔ اب یہ عرش کیسے ہے؟ ایک انسان اور اس کے اندر مٹھی بھر گوشت کا لوتھرا، تو یہ دنیا کا ہر ڈاکٹر کہے گا کہ جب یہ پہنگ مشین بند ہو جائے تو انسان مر جائے گا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس کے بند ہونے سے انسانی جسم کا ایک بہت بڑا حصہ بند ہو جاتا ہے۔ اس کی پوری مشینی کا کام بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے ڈاکٹروں کے مطابق انسان مر جاتا ہے۔ توجہ جدید طب کے مطابق دل ایک پہنگ مشین ہے تو اس دل کے پہنگ کرنے سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔ جسے ہم دھڑکن کہتے ہیں۔ تو وہ آواز بند ہونے سے دوسرے لفظوں میں انسان مر جاتا ہے۔ پتہ

(۱) قول مولیٰ ہے جس کی تائید اس حدیث قدی سے ہوتی ہے: ”قال الله تعالى: ما وسعني أرضي ولا سمائي، ووسعنى قلب عبد المؤمن اللين۔“ تحقیق: ”الله تعالیٰ نے فرمایا مجھ کو نہ میری زمین سا سکتی ہے اور نہ میرا آسمان اور بھج کو میرے مؤمن بندہ کا قلب، جس میں نری اور اطمیتان ہے، سو لیتا ہے۔“ (کتاب الزہد، امام احمد بن حبل)

یار کو غالب کر لیا تھا۔ تو اس کا یار سامنے کھڑا اسلام تھا تو اس وجہ سے اسے کوئی تکلیف نہ تھی کیونکہ اس کے یار کا دجدو اس پر غالب آگیا تھا۔ اب اس کے جسم کو کاٹو، بکڑے بکڑے کرو، جلاو، تب بھی اسے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی اپنے وجود کی نفعی کر چکا ہے اور وجود یار کو پا گیا ہے۔

یہی صورت حال حقیقت کی زندگی میں ہے کہ فقیر کامل بجا ہے کے بعد مشاہدے میں پڑتا ہے تو یار اس کا اس کے لئے عیاں ہو جاتا ہے اور یہ اس کو بھی عشق کامل کے باعث یہ منزل نصیب ہوتی ہے۔ اور فقیر بھی اپنی ذات کی نفعی کرتا ہے اور ذات وحدہ لا شریک کو اپنے تن اور من پر دارو کرتا ہے اب فقیر کے ساتھ بھی چاہے جو کچھ ہو، یہ ایک سچا عاشق ہوتا ہے یہ بھی پرواہ نہیں جانتا۔ اس پر بھی عکسِ جمال یار ہوتا ہے۔ یار کی خاطر قربان ہونا عشق میں سب سے بڑا مقام ہے۔ اور فقیر کے لئے یہ عام بات ہے۔ عاشق مولا کے لئے بڑی بات ہمہ وقت محیت ہے چاہے وہ اس جہان میں ہو، چاہے اس جہان میں ہو۔ قلندر کے لئے دونوں جہان یکساں ہیں اور قلندر کی اعلیٰ منزل ہمہ وقت استغراق یار ہے۔



درویش اور فقیر

درویش و لفظوں سے مل کر بنا ہے ”ڈر“ جس کا معنی ہے ”موتی“ اور ”ولیش“ جس کا معنی ہے ”بکھیرتا“۔ ایسی بات لکھنے والا، بتانے والا جس سے معرفت کے سچے موتی بکھر جائیں اور جہاں بکھریں، وہاں صرف وہ معرفت ہی نہیں، معرفت کا گستاخ آباد ہو جائے، اسے درویش کہتے ہیں۔

بقول سلطان باہمود:

”درویش بن ، دبیش نہ بن۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ درویش کا کام ہے کہ معرفت کے موتی کو یعنی جو اس نے بکھیرتا ہے، طالب کے دل میں مانندِ گزر پچاہ کر دے۔ درویش، فقیر یہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ان دونوں لفظوں میں سارے جہاں پوشیدہ ہیں۔ یعنی جو درویش ہوتا ہے، درویش حاصل کرنے کے بعد اس کی منزل فقیری ہوتی ہے۔ اور آگے فقراء کے بہت سارے مقامات ہیں۔ جو صوفیائے کرام میں درج بندی ہے۔

فَضَّلًا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ۔ (۱)

”ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔“

یہ چلا کہ وہ آواز ہی انسان کی حیات ہے۔ حیات کیا ہے؟ حیات کے جانے سے روح چلا جاتا ہے۔ تو پتہ یہ چلا کہ حیات اور روح ایک چیز ہیں۔ اب روح کیا ہے؟ جو انسان کو حیات بخش رہا ہے۔ روح کے متعلق اللہ فرماتا ہے کہ روح میرا امر ہے۔ اب امر کیا ہے؟ اللہ کے مذہ سے نکلی ہوئی آواز کا نام ہے امر۔ پتہ یہ چلا کہ حیات گئی، روح گئی، اللہ کی آواز گئی اس بندے سے توباقی بندہ مردہ گیا۔

تو ثابت یہ ہوا کہ انسان کے دل کی آواز جانے سے حیات گئی، روح گئی، اور ایک اللہ کا امر اس بندے سے نکل گیا۔ جو آواز کی شکل میں تھا۔ تو اس سے تمیں یہ حقیقی نتیجہ حاصل ہو گیا کہ اللہ کی ذات انسانی دل میں دل کی دھڑکن کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ چونکہ روح اس کا امر ہے اور امر کا معنی ہے اللہ کی آواز تو وہ آواز انسان کے دل کی دھڑکن کی آواز کی پکار ہے۔ تو جب وہ دل کی آواز بند ہوئی تو وہ تب ہی بند ہوئی جب وہ اللہ کی آواز جو روح کی شکل میں موجود تھی، اس سے جدا ہو گئی۔ تو اسی وجہ سے کہ اللہ کا عرش دل کو کہا گیا ہے، جہاں اللہ کی آواز موجود ہے، وہی تو عرش ہے۔



کتابِ دل

جب دل کی کتاب کھلتی ہے تو اس کی ایک ایک سطر میں ہزاروں دل کے
جہاں نظر آتے ہیں اور اس کے ایک ایک لفظ پر ہزاروں اہل دل رقص کرتے
ہیں ان کے اس ایک رقص میں ہزاروں وجہاں مضر ہوتے ہیں اور ان کے اس
ایک وجہ میں ہزاروں قربتیں چھپی ہوتی ہیں اور ان کی اس ایک قربت میں
ہزاروں پیار کے سمندر چھپے ہوتے ہیں اور جب کوئی صاحبِ باطن اس ایک
سمندر میں غوط زن ہوتا ہے تو ہزاروں جواہرات کو دیکھتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی
ہوتا ہے کہ اس ایک کرہمہ قدرت میں ایسا فنا ہوتا ہے کہ ملاقاتِ نصیب ہو جاتی
ہے اور اس ملاقات سے کروڑا سکون پاتا ہے اور اس سکون کی صرف ایک
کیفیت اُسے عرش سے لے کر تحتِ الشرمی تک تمام اشیاء کو سکون بخشنے والا بنا دیا
جاتا ہے۔ یہ رحمت کی ایک شان ہے اور یہ اس رحمتِ اللعالمین سے ہے۔ آگے
انسان خود سوچ لے کہ جو بے شمار جہاںوں کے لئے رحمت بنا دیا گیا ہو۔ اس کی اور
رحمتوں کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے؟ اور کون کر سکتا ہے؟ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے،
جب کسی نظرِ با اثر کا اثر ہو جائے اور اس سے پھر دل کی کتاب کھل جائے۔

کے مطابق بعض فقیران مقامات سے بری ہوتے ہیں۔ یعنی عاشق فقیر کا مرتبہ
سب سے اوپر چاہے۔

بقول سلطان بادھو بھٹکہ :

”غوث قطبِ رہنِ اُمریمے، عاشقِ جانِ اگیدے ہو۔“

میرے ذہن میں ایک ایسی کتاب ہے جو ماقومِ الفطرت (Super Natural) ہوا اور فقیر کا کلام واقعی ماقومِ الفطرت ہوتا ہے۔ اور یہ بات بھی
ذہن نشین کر لیں کہ فقیر کو فقیر ہی سمجھتا اور جانتا ہے۔ سمجھنا آسان، جاننا مشکل
ہے۔ سمجھنا فقط ذہن کی حد تک اور جاننا دل سے نہیں بلکہ نفس، قلب، روح، بیرون،
خُفی اور انخلی، روح اور بیرون، نفس، خُفی اور انخلی تک ہوتا ہے۔ تو فقیر کو فقیر اس لئے
سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ فقیر نفس، قلب، روح، بیرون، خُفی، اور انخلی سے جب تک
واقف نہ ہو جائے، تب تک وہ فقیر نہیں ہوتا۔ اور وہی بات کہ درویش نہیں ہوتا،
ڈرپیش ہوتا ہے جو در در کتے کی مانند سرگردان رہتا ہے۔

بس فقراء کو پہلے مجاہدہ اس کے بعد مشاہدہ، پھر حضوری نصیب ہوتی ہے
جو کسی شیخ کامل کی نظرِ خاص اور توجہِ خاص کے بغیر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔



ہمارا رمضان شروع ہو گیا ہے۔ میں نے کہا جو اس چاند کو دیکھتا ہے، اس کو پھر ایک ماہ نہیں، ایک سال نہیں بلکہ عمر بھر کا روزہ رکھتا ہوتا ہے۔ اور وہ جب ساری عمر کا روزہ رکھ لیتا ہے، اور اس طرح اس کی عمر تمام ہوتی ہے، اس کے بعد اس کی عید شروع ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اگلی ساری عید ہی کرتا رہتا ہے۔

بہر حال یہ ان کا انداز تھا اپنے پیار کو ظاہر کرنے کا اور ہمارا ایک انداز تھا اپنے پیار کو ظاہر کرنے کا۔ اور ہمارا پیار ایک دن، مہینہ، سال نہیں بلکہ اس میں عمریں لگائی پڑتی ہیں۔ اور روزے سے مراد یہ ہے کہ ہر طرح کا روزہ رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ جب پیار ہو، جس سے پیار ہو، اسی میں انسان ختم ہو جائے۔ روزے سے مراد یہ ہے کہ ہر طرح کا روزہ رکھے۔ ہر بات کا روزہ رکھے، ہر کام کا روزہ رکھے، دیگر ہر محبت کا روزہ رکھے، ہر چاہت کا روزہ رکھے، ہر خواہش کا روزہ رکھے، ہر لذت کا، ہر سکون کا روزہ رکھے۔ ہر تمنا کا روزہ رکھے اور یہ سلسلہ ساری عمر یار کی خاطر قائم رکھئے تو اسی طرح جب اس کی عمر بیت جائے گی تو وہ عید اس طرح کرے گا کہ وصال یا راس کو نصیب ہو گا اور پھر یار کے یار کا وصال ہو گا۔ اس طرح تمام ابدی زندگی اس کی ایک نہیں ہزاروں عیدیں ہوتی رہیں گی۔ اس طرح سے وہ مقصدِ حیات بھی پائے گا اور مقصدِ حیات بعد ازاں ممات بھی پائے گا اور عشق کے سرو رکی انتہا کے لمحات بھی پائے گا۔

ایک چاند

CHANDE KI TRAJ KEE NMODAR HOTTETE RHE HAIN AUR HOTTETE RHE HAIN GE - KOONI
CHANDE RAMZAN KA HEE TO KOONI CHAND JUNG KA NMODAR HOTTAA HEE - AS KEE ULADOH KOONI CHAND JPHOTI
Ueid KI KHOSHJERI LATATA HEE TO KOONI BIZI Ueid KI - AJI TRAJ SAL MISH KONI AUR CHAND BIGHI
NMODAR HOTTETE HAIN - KSI KEE LENE KOONI CHAND KHOTI LATATA HEE KSI KEE LIYE KOONI CHAND UNGI
LATATA HEE - PHER AIK XAS BAT YEH BIGHI HEE KE HER UASHQ APNE MHOB KOOCHAND SE TSHIBHE
DITTA HEE - KOONI MHOB BLOOR ASTHARAH CHAND ASTHARAH KRTA HEE - KOONI KHTA HEE KE CHAND PER
CHHAISIAAN HAIN AUR MIRAYE MHOB KA CHERH CHAF HEE - BEHR HAL CHAND KOOCHBT MISH BIDA
AHM KR DAR HACHL HEE.

AJI TRAJ AIK UASHQ NEE HAM SE KHEA, SHAYID KLL RAMZAN HOGA - PHER KHEA
KE KLL RAMZAN HONNE HOO, HMEIN AJJ AJP KI SHKL MISH CHAND NFTZR AA GIA HEE, HAMARATO
RAMZAN SHROUE HOGIA HEE - YEH AN KAPIAR BUL RAHATHA KIOONKE KBHGII KBHGII PIYAR ANSAN KEE
DL MISH THA HERTA HEE, KBHGII AS KEE DHEN MISH THA HERTA HEE, KBHGII ZIBAN PR THA HERTA HEE
HEE, KBHGII AKHMOU MISH THA HERTA HEE, KBHGII CHERH SE PR THA HERTA HEE - BEHR HAL YEA AS
BND KEE PIYAR KI ULAMT HCHI KEE AS NEE YFQTRH KHEA KEE CHAND NFTZR AA GIA HEE, KLL SE



میں بند کر کے اس سے پہلے انسان کی پشت میں رکھ دیا تھا۔ پھر اس عظیم انسان نے اس امانت کو محفوظ رکھا اور پھر اسے آنے والی نسل انسانی میں منتقل کر دیا۔ الغرض اس طرح سے یہ بات اور رخ اختیار کر جائے گی میں ”بھول“ کی طرف آتا ہوں۔

تو پتہ یہ چلا کہ بھول ایک راز ہے جو آج کے انسان کی بھول میں بھی مضر ہے کہ وہ جب تک خود کو بھول کے دنیا میں جلتا ہے، تب تک وہ سراسر بھول ہی بھول ہے۔ اور جب وہ دنیا کو بھول جاتا ہے تو پھر یہ سمجھیے کہ صبح کا بھولا ہوا اگر شام کو گھر آجائے تو اس کو بھولا ہوانہیں کہتے۔ یہ تو اس کی وقتی اور عارضی بھول تھی۔ آج کے انسان کی بھول کا راز بھی رازِ رب العالمین ہے کہ جو نبی انسان نے بھول کا دامن چھوڑا، حقیقت بن گیا۔ تو اس کو اپنا جسم بھول نظر آیا اور جسم کو حرکت دینے والا راز نظر آیا۔ رب فرماتا ہے کہ ”کوئی چیز نہیں حرکت کرتی، ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا میرے اذن کے بغیر۔“ جب اس انسان نے جسم کو بھول پایا، باقی راز کو پا گیا کہ جو راز اس کو حرکت دے رہا ہے تو حرکت اس محرك حقیقی ہی کی طرف سے ہے۔

تو اسے پتہ چلا کہ میں بھول میں رہا اور محرك حقیقی کو بھولا رہا اور جب بھول کو بھول گیا تو حقیقت کو پا گیا۔ تو بھول اور اس کا راز ایک ساتھ چلتے ہیں۔

بھول

بھول کیا ہے؟ یہ نقطہ میرے ذہن میں گونجتا رہا۔ ایک دن بھولے سے بھول کی بھول نکل گئی۔

در اصل جب تک انسان اپنے آپ سے بھولا رہتا ہے، پھر ہمیشہ بھول بھلیوں کا شکار رہتا ہے۔ جب اپنی بھول کو بھول جاتا ہے، اس دن وہ جان جاتا ہے کہ میں آج تک بہت بڑی بھول کا شکار رہا ہوں۔

ایک خاص نقطہ یہ ہے کہ حقیقت میں انسان اور بھول کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انسان کی آفرینش جس انسان سے ہوئی، وہ انسان بھی ایک بھول کا شکار ہوا۔ حالانکہ اس درجہ کے انسانوں کو بھول سے دور رکھا جاتا ہے۔ مگر اس انسان کو بھلانا اللہ پاک کا خاص راز تھا۔ اس بھول کو میں بھول نہیں کہتا، ایک راز کہتا ہوں۔ شاید بھول میں بھی راز رکھ دیا تھا اللہ نے اور اس دن سے آج تک یہ بھول انسان کا مقدار بن گئی ہے۔ جب تک یہ بھولا رہتا ہے، تب تک عام انسان رہتا ہے۔ جب یہ بھول کو بھول جاتا ہے تو پھر خاص انسانوں میں اس کا شمار ہونے لگتا ہے۔ پہلے انسان کی بھول چونکہ رازِ خدا تھی اور اس بھول میں اللہ نے جو راز رکھا تھا وہ اس کی اپنی حقیقت ہی کا راز تھا۔ وہ حقیقت ایک نور کے پیکر



شجر نور

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کے دو وجود رکھے ہیں۔ ایک ظاہری، ایک باطنی۔ اپنی حقیقت کو باطن میں چھپا کے اس نے رکھا ہے۔ جب کوئی صاحب باطن بتا ہے تو حقیقت کی حلاش کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ مگر اس راہ میں وہ خود ہی چاٹ ہتا ہے اور وہ خود ہی منزل بتا ہے۔ یوں وہ اپنے طالب کو اپنی حقیقت سے آشنا کر دیتا ہے۔ اس میں تمام تر رہنمائی شیخ کامل کی طرف سے ہوتی ہے۔ یوں سمجھیں کہ اللہ کا نور بصورت شیخ راستے میں روشنی کا موجب بتا ہے، اور منزل پر پہنچانے کا سبب۔

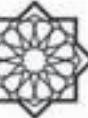
اس کی مثال یوں ہے کہ ایک شجر ہے اُس پر بہت سارے پتے ہوتے ہیں۔ اب وہ شجر زمین سے دور دور تک اپنی جڑوں کے ذریعے پانی اور دیگر نیکیات کو کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے اور پھر وہ اپنے اوپر گئے ہوئے پتوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ جس سے سابقہ پتوں پر حسن آتا ہے اور مزید نئے پتے جنم لیتے ہیں اور اسی طرح وہ شجر پروان چڑھتا رہتا ہے۔ اور بتدر تج وہ پورا ایک درخت بننے کے باوجود اپنی ترقی میں مشغول رہتا ہے۔

اسی طرح شیخ کامل کی مثال ہے کہ وہ ایک حقیقت مولا کا شجر ہے اور اس

جب کسی قلندر کی صحبت نصیب ہو جائے تو بھول ختم ہو جاتی ہے اور بھول کا راز عیاں ہو جاتا ہے۔

بھول بھول کر میں نے یہ مقام پایا
کہ اب داد دیتا ہوں میں اپنی خطاوں کو
(عیرستہ قلندر)





مغزِ حقیقت

عرفِ عام میں مشہور ہے اور تقریباً یہ فقرہ میں بچپن سے لے کر آج تک
ستا آرہا ہوں کہ محبت کی نہیں جاتی، ہو جاتی ہے۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ اس بات
سے واقف صرف اہلِ محبت ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جس نے جو کوئی چیز دیکھی ہو،
وہ اسے شیک طرح سے بیان کر سکتا ہے اور دوسری بات یہ اظہر من اشنس ہے کہ
اہلِ محبت ہی دراصل اہلِ دل ہوتے ہیں۔ اور اہلِ دل وہ ہوتا ہے، جسے اللہ
پاک دلوں کا اختیار عطا کر دے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا محبت کسی ایک دل کا دروس رے دل پر آجائے کا نام
ہے۔ اگر یہ واقعی ایسا ہے تو پھر ہر اہلِ دل کسی بھی دل کے ساتھ تعلق رکھنے پر قادر
ہے۔ پھر آگے یہ بھی ہے کہ محبت ایک سے ہوتی ہے۔ توجہ کسی اہلِ دل کی بے
ثمار دلوں پر دسترس ہے، وہ محبت کا ہی تعلق ہے تو پھر جب ایک سے محبت ہوتی
ہے تو اتنے ساروں کے ساتھ کیا ہے؟

تو اس مقام پر میں یوں کہوں گا کہ سب کا وجود، وجود غصری ہے۔ چار
عناصر سے بنتا ہے۔ آگ، مٹی، ہوا، پانی،۔ ہوا ہوا کے ساتھ مل جائے گی، پانی
پانی کے ساتھ، آگ آگ کے ساتھ اور مٹی مٹی کے ساتھ۔ باقی جو بچے گا وہ اصل

کے پتے اس کے طالب اور مریدین ہیں۔ اب یہ شیخ کامل اپنے شیخ، اجداد اور
اسلاف سے باطنی فیض جذب کرتا ہے اور باطنی خوراک جذب کرتا ہے اور آگے
اپنے طالبوں اور مریدوں میں تقسیم کر دیتا ہے بالکل شجر کی مانند۔ اور پھر اس طرح
ان پتوں کی مثل وہ طالب اور مریدین باطنی نشوونما پاتے ہوئے پروردش پا جاتے
ہیں اور ساتھ ساتھ اسی شیخ نوریتی شیخ کامل کے ساتھ نئے طالبوں اور مریدوں کا
اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جیسے اس شجر سے نئی کوپیں پھوٹی رہتی ہیں۔





ہے، اسے روح کہتے ہیں۔ اور روح کو موت نہیں ہے۔ اور روح سب میں ایک ہی ہے۔ تو اس طرح سے اہلی دل کا سب کے ساتھ پیار ہونا دراصل ایک سے پیار ہونا ہے۔ اور وہ ایک ”روح“ ہے۔ اور روح کی تعریف خود اللہ نے یوں بیان فرمائی ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ قل الرؤح من امر ربی روح اللہ کا امر ہے اور امر سے مراد ہے وہ آواز جو آواز صاحب امر کے پر قوت ارادے کو ظاہر کرے اور ارادہ بذاتِ خود کوئی چیز نہیں، اس کا تعلق صاحب ارادہ سے ہوتا ہے۔ اب یہ چیز واضح ہے کہ ارادہ، صاحب ارادہ سے بعید نہیں۔ اب جہاں ارادہ ہے، وہاں صاحب ارادہ موجود ہے۔ تو پتہ یہ چلا کہ وجود عذری کے ختم ہونے کے بعد امر اور صاحب امر موجود ہے۔ یوں ہر ایک میں اس کی ذات کا ظہور رہن اور سامنے ہے۔

تو اس طرح سے اہلی دل کی محبت سب سے ہوتی ہے۔ مگر وہ سب کسی ایک چیز کا ہی نام ہے۔ اس طرح محبت واقعی ہزاروں سے نہیں، ایک سے ہوتی ہے اور یہ شکی جاتی ہے، نہ ہو جاتی ہے، یہ فقط عطا ہوتی ہے۔ اسی لئے اہلی محبت عطا کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ سب شان اللہ کی ہے کہ اس نے انسان کو بنایا اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔

میری یہ تحریر ہر کسی کوشاید سمجھنا آئے۔ ہر چند کہ میں نے آسان طریقے

سے وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی اس تحریر کو سمجھ گیا تو اس کے لئے حقیقت تک پہنچنا بعید نہیں ہے اور یقیناً مندرجہ بالا رسموز طالبِ حقیقت کے لئے ایک مرشد کا کام کرے گا۔





ہاں اقبال محبوب کی بات ہو رہی تھی تو اقبال کا تعلق سلسلہ قلندریہ سے تھا وہ ظاہر اور باطن کے اسرار و رموز کو بخوبی جانتے تھے اور اگر ان کی کتب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو انسان اس چیز سے بخوبی آگاہ ہو سکتا ہے کہ واقعی اقبال ظاہر و باطن کے رموز کو ضرور سمجھتا تھا۔ تو اس نے یہ بات یوں ہی نہیں کہہ دی کہ فیضان نظر تھا یا کہ کتب کی کرامت تھی۔

اس سے یہ چیز ظاہر ہوتی ہے کہ فیض کا تعلق نظر سے ہے اور نظر بھی عام انسان کی نظر نہیں "خاص" انسان کی نظر ہے اور وہ نظر اس وقت تک کسی طالب نظر کو نظر نہ آسکے گی جب تک وہ اپنے اسab کچھ مذہر نہ کر دے بس جان کو مذہر کرنے کے بعد کوئی بھی طالب حقیقت فیض کا نظر حاصل کر سکتا ہے۔ یہ ایک فیض کا نقطہ تھا جو قلندر نے بیان کیا صرف اس کو بھی جو سمجھے گا وہ ضرور کسی صاحب فیض شخص کی نظر فیض کا طالب ضرور بنے گا اور اس طرح وہ اپنے پیدا ہونے کا مقصد حاصل کرے گا۔

وہ راستہ فیض کا "صحبت" ہے کہ انسان جب دنیا جہان کی صحبتیں چھوڑ دیتا ہے کسی ایک صحبت میں بیندھ جاتا ہے تو اس پر پھر صحبت کا رنگ چڑھتا ہے اس رنگ کا نام بھی فیض ہے۔ کیونکہ جب اس پر اس صحبت کا رنگ چڑھتا ہے تو وہ صحبت کا رنگ نہیں صحبت والے کا رنگ ہوتا ہے وہ اس کے سارے سابقہ رنگ ہے۔

فیض

فیض کیا ہے؟

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل ہو آداب فرزندی

اقبال محبوب کے اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیض کسی نظر کے کمال کو کہتے ہیں کیونکہ اقبال محبوب نے فیضان نظر کا لفظ استعمال کیا اور فیضان نظر سے مراد ایک فیض نہیں بلکہ یہ لخت ہزاروں فیض نصیب ہو جاتے ہیں۔

اقبال محبوب کا قلندریہ سلسلے سے تعلق تھا یہ بات عام لوگوں کو معلوم نہیں اس میں اقبال محبوب کا قصور نہیں کیونکہ اقبال محبوب نے خود کہا تھا کہ:

"اقبال لیٹ(late) آتا ہے۔"

تو میرے خیال میں اقبال محبوب اس قوم کو بہت لیٹ(late) سمجھ آیا ہے۔ اس قوم پر بہت افسوس ہے کہ اس قوم کو کسی کی یاد اس کے جانے کے بعد آتی ہے۔ باقی قومیں ماضی سے سبق، حال پر نظر اور اس کے نتیجے میں مستقبل کو بہتر بناتی ہیں۔ ہماری قوم ماضی کو محول کے حال پر روتی ہے اور مستقبل نام سے ناواقف ہے۔



باب پنجم



اتار دیتا ہے اور اس کو اپنے رنگ سے سنوار دیتا ہے اور اس رنگ میں اس کو رنگ نظر آتے ہیں وہ عاشق ہوتا ہے مولا کے رنگ کا پھر اسی رنگ میں وہ خود کو رنگ لیتا ہے۔ یہ بھی دراصل کسی محبت سے اس کو رنگ نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ رنگ بھی ایک فیض ہے اور یہ فیض محبت سے تعلق رکھتا ہے۔ عاشق کو لیلیِ مجتوں، ہیر راجھا، سوہنیِ مہیوال، شیریں فرہاد، یوسف زلخا، ان تمام عاشق کی طرف سے فیض ہتا ہے اور اس فیض کا پیغام یہ ہوتا ہے کہ ”یار“ میں ختم ہو جاؤ۔





- ۹۔ جو تسلیم و رضا اور عشق کے خبر سے قتل ہو گئے ان پر ایک نئی نئی جان آتی ہے۔
- ۱۰۔ اسلام مجتب کا نام ہے۔
- ۱۱۔ مجتب کی واضح نشانی ہے، یہ جب بھی آتی ہے دل کو زم کر دیتی ہے۔
- ۱۲۔ جس نے اصل راہ کو چھوڑ دیا اس کا نام بھی نہیں رہا۔
- ۱۳۔ مرید کو چاہیئے کہ مرشد کے فرمان سے ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہ ہو۔
- ۱۴۔ جو شخص خدا کا فرض بجانبیں لاتا، وہ خدا کی پناہ میں نہیں رہتا۔
- ۱۵۔ پیار بے ولیل ہوتا ہے۔
- ۱۶۔ جس سے سرکار بیٹھا ہے کی سُت ترک ہو جائے، اسے ڈرنا چاہیئے کہ کل قیامت کے دن یار کو کیسے مند کھائے گا۔
- ۱۷۔ عارف ایسے شخص کو کہتے ہیں، جس پر روزانہ خدا کی طرف سے ایک لاکھ جگی نازل کی جاتی ہو۔
- ۱۸۔ اللہ پاک کی قدرت کا اظہار اس کے بندے کی زبان سے ہوتا ہے۔
- ۱۹۔ بغیر شریعت کے معرفت نہیں ہے۔
- ۲۰۔ معرفت اللہ کی پہچان ہے۔

اقوال قلندر

پیر سید محمود الحسن شاہ خاکی مستوار قلندر

- ۱۔ ہر طالب کو مرشدِ کامل کی تلاش ہوتی ہے۔ لیکن مرشد کو بھی کسی طالب صادق کی تلاش ہوتی ہے۔
- ۲۔ یار بنتا سکھو، جو یار بنتا ہے۔ پھر اس کا زمانہ بنتا ہے۔
- ۳۔ ایک چاہنے والا اپنے محبوب سے کسی اچھے انداز میں مل لے یہ معراج ہے۔
- ۴۔ حق تعالیٰ سے ملاقات کا وسیلہ اول نماز ہے۔
- ۵۔ صرف نماز ہی منزل گاؤں عزت کے قریب ہونے کا ذریعہ ہے۔
- ۶۔ نماز ایک راز ہے، اور راز کہنے کے لئے کسی کا قرب چاہیئے ہوتا ہے، اور قرب وہی پاتا ہے جو قابل ہو، اور جو قابل ہوتا ہے وہ راز پاجاتا ہے، اور جو راز پاجاتا ہے وہ خود سراپا راز بن جاتا ہے۔
- ۷۔ جب کوئی پیار کرتا ہے کسی پیار والے سے تو اسے پیار ملتا ہے۔ اور پھر اس پیار والے سے اور پیار والے پیار لینے آتے ہیں۔
- ۸۔ عشق کی کوئی حد نہیں ایک سے بڑھ کر ایک عاشق موجود ہے۔



- ۳۴۔ آور حتی مصطفی ﷺ کے دارے میں آجائے زندگی حسیں ہو جائے گی۔
- ۳۵۔ اللہ کی سنت کی مخالفت کرنے والا مسلمان نہیں، لیکن ہے۔ (فہیلیت درود مسلم)
- ۳۶۔ را عشق میں مال و دولت کی کوئی حیثیت نہیں۔
- ۳۷۔ اللہ پاک کے دیوانے عشق میں پھرتے رہتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ تمام کائنات میں بکھرا ہے۔
- ۳۸۔ قرآن و حدیث کے بعد جب تک صوفیاء کا تذکرہ نہ ہو قرآن و حدیث کی روح کو سمجھا نہیں جاسکتا۔
- ۳۹۔ اللہ تعالیٰ جس سے پیار کرتا ہے، پھر سارے جہان کو اس کا تابع دار بنا دتا ہے۔
- ۴۰۔ اگر تو کسی کا ارادہ نہ کرے تو وہ بھی تیرا ارادہ نہ کرے گا۔
- ۴۱۔ تجھے چاہیے کہ درویشوں کی خدمت کرتا کہ تو بھی اللہ کا نیک بندہ بن جائے۔
- ۴۲۔ اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں ہے، کہ تو اللہ کی بارگاہ میں نماز کو باشرائظا ادا نہ کرے۔
- ۴۳۔ لفظ قسم کو چھوڑ دو، اپنا کروار ایسا بناو کہ قسم کی ضرورت نہ پڑے سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ۔
- ۴۴۔ کسی عاشق کے لئے محبوب کے دیدار سے بڑھ کر کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی۔

- ۲۱۔ راہ اور رہبر دونوں نصیب ہوں، تو معرفت مولیٰ پھر نصیب ہوتی ہے۔
- ۲۲۔ حسین اللہ کی بارگاہ میں وہی ہے، جو حسین طریقے سے جا کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو جائے۔
- ۲۳۔ اسلام میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے رازِ محبت ظاہر نہ ہو۔
- ۲۴۔ عارف کی ایک نشانی یہ ہے، کہ وہ ہر وقت مختبم رہتا ہے۔
- ۲۵۔ عارف ہر وقت ولولہ عشق میں ہوتا ہے، اور اس پر عالمِ حیرت وارہ ہوتا ہے۔
- ۲۶۔ عارف ہر وقت کائنات کے مختلف غوطہ زان رہتا ہے، کہ یہ کیا ہے۔
- ۲۷۔ عرفان بھی معرفت کا ایک محل ہے۔
- ۲۸۔ پاکوں کے لئے پاک مخلفین اور پاک محفل کے لئے پاک ہونا ضروری ہے۔
- ۲۹۔ جوڑخ، رُخ مصطفیٰ ﷺ کی طرف ہوتا ہے وہ قابلٰ دید چہرہ بن جاتا ہے۔
- ۳۰۔ کائنات کی اصل مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اسی وجہ سے کائنات کی ہر چیز کی بنیاد محبت ہے۔
- ۳۱۔ خشک علم رہنماء اور رہبر ہتا ہے، نہ بنے گا۔
- ۳۲۔ اگر علم سیکھنا چاہتے ہو تو اُس کو آگ لگانی پڑے گی۔
- ۳۳۔ احسان وہ ہوتا ہے جو کر کے بخلاف یا جائے جونہ بھولے وہ احسان نہیں ہوتا۔



- ۵۶۔ مقامِ قرب کے حصول کے لئے عبادت و زہد کے ساتھ نفس کی ماضروری ہے۔
- ۷۵۔ عارف کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ صفاتِ خدا اس میں پائی جائیں۔
- ۵۸۔ یہ سوچ کر تو جو عبادت کر رہا ہے، یہ طاقت کہاں سے آرہی ہے۔
- ۵۹۔ جب آپ کی سوچ بدلتے گی تو آپ کے اعمال بدیں گے۔
- ۶۰۔ تمام قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف Love Letter (محبت نامہ) لکھا ہے۔
- ۶۱۔ جس نے عاجزی کو پسند کیا مراد یہ کہ پھر اللہ پاک نے بھی اس کو پسند کیا۔
- ۶۲۔ عارف جب خاموش ہوتا ہے تو اللہ پاک سے محو گفتگو ہوتا ہے۔
- ۶۳۔ اپنے اندر سے برائی کو نکال کر چینک دے پھر تجھے پتا چلے گا، تو کس کا آئینہ ہے۔
- ۶۴۔ گناہ اتنا ذلت و رسوانی نہیں پہنچاتا جتنا لوگوں کی بے حرمتی اور بے عزتی نقصان دیتی ہے۔
- ۶۵۔ جب ندی کا پانی سمندر میں گرتا ہے تو ندی نہیں رہتا سمندر ہو جاتا ہے۔
- ۶۶۔ ہمیں سیاست سے نہیں ریاست سے غرض ہے۔ اور ہمارا مقصد روحانی انقلاب ہے۔

- ۲۵۔ ظاہری عبادات کی بجائے تمام اعمال کا دار و مدار نہیں پر ہے۔
- ۲۶۔ اگر نیت صاف ہو تو طالبِ قلندر کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ظہر سکتی۔
- ۲۷۔ اگر عاجز ہو گے تو اللہ کو اپنے دل میں لے کر پھر دے گے۔
- ۲۸۔ اللہ پاک کے قریب ہر اسم کا جسم ہوتا ہے۔
- ۲۹۔ الگ والی باتیں جگ کو نہیں پتا، یہ تب سمجھ آتی ہیں، جب بندہ جگ سے الگ ہو جائے۔
- ۳۰۔ جوں کر ذکر کرتے ہیں، اور اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں، وہ کامیاب لوگ ہیں۔
- ۳۱۔ عاشق کو طلب سے کیا کام وہ تورضاۓ یار پر فدا ہوتا ہے۔
- ۳۲۔ جو بد نیت ہے، وہ زندہ نہیں میت ہے۔
- ۳۳۔ جو بھی اللہ کی راہ میں چلا ہے کامیاب ہوا ہے، ناکام کوئی نہیں ہوا۔
- ۳۴۔ ایک مرشد کی رضا میں خوش رہنا چاہیے، طالب کو سوال و جواب سے کام نہیں ہونا چاہیے۔
- ۳۵۔ جب میں ختم ہو جاتی ہے تو عاشق ملعوق اور عشق سب ایک ہی نظر آتا ہے۔



- ۷۷۔ میری نظر میں سب طالب برابر ہیں۔ جو طالب نہیں ہیں ان سے بھی میرا بڑا پیار ہے۔ اللہ ان کو بھی طالب بناتے۔
- ۷۸۔ اپنی نیتوں کو درست کرو اللہ کسی کو بھوکا نہیں رہنے دیتا جو مقدر میں ہے ضرور ملے گا، کیونکہ اللہ کبھی کسی کو تباہ نہیں چھوڑتا۔
- ۷۹۔ محبت اس کائنات سے بھی پہلے کی ہے، اور آخر تک رہے گی۔
- ۸۰۔ پیار والوں کو صاحب پیار سے محبت ہوتی ہے اس سے آگے انہیں کوئی غرض نہیں ہوتی۔
- ۸۱۔ جن کو وہ اپنا بنتا ہے پھر کسی کو انہیں چھیڑنے نہیں دیتا۔
- ۸۲۔ نیت پلید ہو تو تمہارا رہنمای شیطان ہتا ہے۔
- ۸۳۔ جس کا کوئی مرشد نہ ہواں کو شیطان پکڑ لیتا ہے۔
- ۸۴۔ دل کو روشن کروان چراغوں سے جو اللہ نے جلا رکھے ہیں۔
- ۸۵۔ جہاں تک خدائی ہے وہاں تک رسالت ہے اور جہاں تک رسالت ہے وہاں تک ولایت علی المرتضی ہے۔
- ۸۶۔ حضرت علیؑ امام الاولیاء ہیں۔
- ۸۷۔ ہر قسم کا ذکر کسی جاندار کا ہوتا ہے۔ اور ہر جان اللہ تعالیٰ کی ہے۔

- ۷۸۔ جہاں تک دنیا قائم ہے وہاں تک محبت قائم ہے۔
- ۷۹۔ مرشد کی نظر میں چھوٹا بڑا سب برابر ہوتے ہیں، کیونکہ یہاں پر محمود وایز اکھٹے بیٹھتے ہیں۔
- ۸۰۔ اگر طالب کی ذات درست نہیں ہو گی تو مرشد پر حرف آئے گا۔
- ۸۱۔ ایک کے ہوجاؤ، دنیا کے دھندوں اور گند سے جان چھوٹ جائے گی۔
- ۸۲۔ خود یا کا آئینہ بن جاؤ، لوگ آپ کی شخصیت دیکھ کر خود خود مائل ہو جائیں گے۔
- ۸۳۔ جو طالب ایک دن فنا فی الشیخ ہو گا، وہ دوسرے دن فنا فی الرسول ہو گا۔
- ۸۴۔ اک طالب کے لئے اس کا شیخ سب کچھ ہوتا ہے۔
- ۸۵۔ جن کے پاس محبت نہیں ہے ان کی زندگی تک میں گزرتی ہے۔
- ۸۶۔ عاشق کا کام ہے، محبوب کو پیغام محبت سمجھتے رہتا، اسے جواب سے غرض نہیں ہوتی کیونکہ اسے پتا ہوتا ہے کہ اس کی طلب سمجھی ہے۔
- ۸۷۔ جو بھی پیار والا ہے وہ اپنے آپ کو شریعت والا سمجھے مگر شرط یہ ہے، کہ پیار دلیکی ہو بنا سکتی نہ ہو۔
- ۸۸۔ عورت جب تک پر دے میں رہتی ہے، اس کی قدر ہوتی ہے۔ جب پر دے سے باہر نکل جاتی ہے سب کی نظر میں اپنی قدر خود ہوتی ہے۔



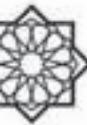
- ۱۰۰۔ لا یرید ہو کر آنے والے مرید ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئے ہیں۔
- ۱۰۱۔ بغیر ارادت شیخ کے نفس نہیں مرتا۔
- ۱۰۲۔ جو حضور ﷺ سے محبت نہیں رکھتا اس کی تمام عبادات میں فضول ہیں۔
- ۱۰۳۔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی انتہا قابِ قوسین آؤادنی ہے۔
- ۱۰۴۔ جو اتباعِ مصطفیٰ ﷺ میں کامل ہے وہ خدا کا محبوب ترین ہے۔
- ۱۰۵۔ تممازِ محبت میں دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات چیزی ہوئی ہے۔
- ۱۰۶۔ طالب شیخ جو ہو، اپنے شیخ کا نمونہ بن جاتا ہے۔
- ۱۰۷۔ روشنی کے راستے پر چل کر اپنے گوہ مراد کو پالیتا صراطِ مستقیم ہے۔
- ۱۰۸۔ باتوں میں سے کوئی بات، ”بات“ بتا دیتی ہے۔
- ۱۰۹۔ ایک حسین رات زندگی کی سب راتوں پر غالب آ جاتی ہے۔
- ۱۱۰۔ دعا اور دوا، بغیر اذنِ ربیٰ کچھ نہیں۔
- ۱۱۱۔ عقل کے لئے علم لازمی نہیں، علم کے لئے عقل لازمی ہے۔
- ۱۱۲۔ تصوف کو سمجھنے کے لئے علم اور عقل لازمی ہے۔
- ۱۱۳۔ بڑی خوش بختی، اہلی دل ہوتا ہے۔

- ۸۹۔ اللہ پاک جس کو جانتا ہے پھر اس کا نام عام ہوتا ہے۔
- ۹۰۔ اللہ کا کرم و سعیج ہے، مگر جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو اور زیادہ سعیج ہو جاتا ہے۔
- ۹۱۔ محبت کرنے والوں کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت ہر لمحہ یار کے خیال میں رہتے ہیں۔
- ۹۲۔ اسی کو داعیٰ نماز کہتے ہیں کہ وہ ہر وقت اس کی یاد میں دھڑکتا رہے۔
- ۹۳۔ جو نماز حضور قلب سے نہیں ہے وہ باعثِ عذاب ہے۔
- ۹۴۔ سجدے تو ہزاروں کرتے ہیں مگر نماز اسی کی ہے جسے بخش و قی سے ہم و قی نمازِ نصیب ہو جائے۔
- ۹۵۔ مقامِ قرب کی تمامِ مستیاں اُٹھی ہو جائیں تو پھر قلندر بنتا ہے۔
- ۹۶۔ جس کی آنکھ تیار ہے، وہ خدا کے جلوؤں کو دیکھنے کا حقدار ہے۔
- ۹۷۔ اپنی ذات کو ختم کرو، پھر ایک ذات تو ہے جو تمہاری ہے۔
- ۹۸۔ دعوت رسول ﷺ ہی اصل میں دعوتِ الی اللہ ہے۔
- ۹۹۔ اپنے ماضی سے سبق سیکھ کر حال کو بہتر بناؤ مُستقبل خود بخود ستور جائے گا۔



- ۱۶۶۔ انسان ہمیشہ دو چیزوں کی بنا پر پیار کرتا ہے۔
 ۱۔ حسن ۲۔ عادات
 ۱۶۷۔ قلندر جب لکھتا ہے تو رحمت کے پھولوں کو لفظوں میں بھی رہتا ہے۔
 ۱۶۸۔ قلندر کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ حلقة عطا ق رکھتا ہے۔
 ۱۶۹۔ نیک شخص مگدست کی مانند ہے، بد خوبصورت گندگی کا ذہیر ہے۔
 ۱۷۰۔ قلندر سے بہت لوگ پیار کرتے ہیں، ان سب کا پیار کم ہے قلندر کے پیار سے۔
 ۱۷۱۔ یہ بھی ہے کہ مجھے یاد نہیں رہتی، مگر یار کے سوا۔
 ۱۷۲۔ سوائے یار، دنیا بیکار۔
 ۱۷۳۔ دل اگر زرخیز میں کی مانند ہو اور اس میں پھول آگئیں تو دنیا میں تباہ کاریاں ختم ہو جائیں۔
 ۱۷۴۔ محبوب دو دلوں سے کھیلتا ہے۔ ایک عاشق کے اور ایک اس کا اپنا دل۔
 ۱۷۵۔ تین چیزوں ایک جان ہوتی ہیں۔
 ۱۔ عاشق ۲۔ محبوب ۳۔ دل

- ۱۱۳۔ اہل دل کو علم اور عقل خود بخونصیب ہو جاتا ہے۔
 ۱۱۵۔ اللہ کا عاشق کوئی درجہ قبول نہیں کرتا۔
 ۱۱۶۔ فقیر کو جو ملے۔ قبول کرتا ہے۔
 ۱۱۷۔ اچھا یا برا، فقیر کے لئے ایک ہے۔
 ۱۱۸۔ جو اللہ کی رضا پالے، لوگ اس کی رضا کے تابع ہو جاتے ہیں۔
 ۱۱۹۔ جسے خدا اپناہتا ہے، تمام حقوق اسے رہنمایتی ہے۔
 ۱۲۰۔ عزت کا مقام دل میں ہے اور ہر اہلی دل کی عزت ہوا کرتی ہے۔
 ۱۲۱۔ لوگ عزت کے لئے سب کچھ کرتے ہیں، مگر اللہ اللہ نہیں کرتے۔
 ۱۲۲۔ جب انسان ”اللہ اللہ“ کرتا ہے تو اللہ، ”میرے بندے میرے بندے“ کرتا ہے۔ اس وقت دونوں ایک دوسرے کے ذاکر ہوا کرتے ہیں۔
 ۱۲۳۔ جب عاشق، محبوب کو یاد کر رہا ہو اور محبوب عاشق کو تو وہ لمحات پیار کے سرستان ج ہوتے ہیں۔
 ۱۲۴۔ یاد میں وصال ہے، غفلت میں فراق۔
 ۱۲۵۔ فراق اور وصال، قرب محبوب کا نام ہے۔



- ۱۸۷۔ حسن بے مثال بھی ہوتا ہے، لا جواب بھی ہوتا ہے مگر ابھائے حسن کا اللہ ہی سزاوار ہے۔
- ۱۸۸۔ جسے اچھی سوچ ملتی ہے، اُسے ولی بنا دیا جاتا ہے۔
- ۱۸۹۔ تعمیری سوچ والا ہیرے کی مانند ہے، تخریجی سوچ والا گندے انڈے کی مانند ہے۔
- ۱۹۰۔ نظر بیمار کی کسوٹی ہے۔
- ۱۹۱۔ کوئی کوئی نظر دل چیر دیتی ہے۔
- ۱۹۲۔ کسی کی نظر لگ جائے تو بندہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی کی نظر لگنے سے بندہ صاحبِ نظر ہو جاتا ہے۔
- ۱۹۳۔ دعا سے تقدیر بدلتی ہے، نظر سے انسان بدلتا ہے۔
- ۱۹۴۔ جس بندے کی نظر درستک دیکھتی ہے، وہ کبھی پریشان نہیں ہوتا۔
- ۱۹۵۔ نظر سے نظر ملے تو دل کی نظر کھل جاتی ہے۔
- ۱۹۶۔ نظر کو صاف رکھو، دل صاف رہے گا۔
- ۱۹۷۔ اگر دل کی نظر ہو تو ساری دنیا، حسن یا نظر آتی ہے۔
- ۱۹۸۔ سارے عقل مند اکٹھے ہو کر بھی باطن کی گردہ نہیں کھول سکے۔

- ۱۷۶۔ انسان کے چلنے سے دو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک طرف سے اس کا فاصلہ منزل سے کم ہوتا جاتا ہے اور ایک طرف سے زیادہ۔
- ۱۷۷۔ منزل پر پہنچ کر راستے کی تکالیف بھول جاتی ہیں۔
- ۱۷۸۔ کئی لوگ منزل کی جستجو کرتے ہیں۔ کئی لوگوں کے لئے منزل جستجو کرتی ہے۔
- ۱۷۹۔ منزل امید میں ہے اور امیدوں میں اور دل دلدار کے پاس۔
- ۱۸۰۔ بد بخت ہے وہ شخص جو اللہ کی دوستی کا ارادہ کرے اور دوستوں میں گم ہو جائے۔
- ۱۸۱۔ میرا محبوب چاند کی مانند نہیں۔ وہ تو چاند ہے۔
- ۱۸۲۔ تین چیزیں انسان کے ذہن پر غالب آ جاتی ہیں۔
- ۱۔ دولت ۲۔ عورت ۳۔ ثیبت
- ۱۸۳۔ حسن جادو ہے۔ حسن والے جادوگر ہیں۔
- ۱۸۴۔ درخت پتوں کے بغیر سایہ نہیں دیتا، عبادتِ محبت کے بغیر حشر میں سایہ نہ دے گی۔
- ۱۸۵۔ زبان کی کوئی کوئی آواز تا شیر کھتی ہے، دل کی ہربات تا شیر کھتی ہے۔
- ۱۸۶۔ عشق شخصیت اور ذات کا قائل نہیں۔



- ۲۱۱۔ کسی داشمند کی بات مان لو، اس سے پہلے کہ خود تجوہ کر کے مانو۔
- ۲۱۲۔ منافق کی بات میشی اور نتیجہ کڑوا ہوتا ہے۔
- ۲۱۳۔ فقیر علم سے نہیں، عطا سے بات کرتا ہے۔
- ۲۱۴۔ وفا کا معنی تلاش کیا تو لفظ فقیر لکلا۔
- ۲۱۵۔ نفسانی ملابس سے بڑا شیطان ہے۔
- ۲۱۶۔ گفتگو میں سے کوئی کوئی گفتگو ضرب المثل بن جاتی ہے۔
- ۲۱۷۔ مرشد سے حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا خول پہن لو۔
- ۲۱۸۔ تصویر شیخ طریقت کی روح ہے۔
- ۲۱۹۔ انسان ذاتِ قدر تین طرح سے محسوس کرتا ہے۔ زبان سے چکھ کر، کان سے سن کر، آنکھ سے دیکھ کر۔
- ۲۲۰۔ فقیر کی منطق، منطقوں کی ماں ہے۔
- ۲۲۱۔ اصولوں پر چلنے والا اصول وضع کرتا ہے۔
- ۲۲۲۔ محبت میں راحت بھی ہے، فنا بھی۔
- ۲۲۳۔ کپڑے انسان کے جسم کو ڈھانپتے ہیں اور گفتگو اس کی شخصیت کو۔

- ۱۹۹۔ جنون کی ایک ضرب کام کر جاتی ہے۔
- ۲۰۰۔ جب عقل انتہا کو پہنچتی ہے، تو انسان پا گل ہو جاتا ہے۔
- ۲۰۱۔ کسی کے لئے پا گل ہونے سے بہتر ہے کہ اس کا ممتاز نہ بن جائے۔
- ۲۰۲۔ مستی محبوب کے دل سے نکل کر عاشق کے دل کو پکڑ لیتی ہے۔
- ۲۰۳۔ مستوار کی مستی، مستی میں ہے اور نیستی ہوش میں۔
- ۲۰۴۔ تمام نشوں کا سردار نہ ہے عشق ہے۔
- ۲۰۵۔ تمام علوم کا سردار علم عشق ہے۔
- ۲۰۶۔ تمام کلاموں کا سردار کلام عشق ہے جو صورتِ قرآنی موجود ہے۔
- ۲۰۷۔ تمام ملاقاتوں کا سردار ملاقات عشق ہے جو عرش پر ہوئی۔
- ۲۰۸۔ تمام حسروں کا سردار حسن اللہ ہے جو عرش پر محبوب بیوی کو دکھایا گیا۔
- ۲۰۹۔ تمام دنوں کا سردار جمعہ ہے، تمام زخموں کا سردار دل کا زخم ہے۔
- ۲۱۰۔ عاشق کو بیلی بخون، بہیر راجحہ، سوہنی مہیوال، شیریں فرباد، یوسف زنجما، ان تمام عاشق کی طرف سے فیض ملتا ہے اور اس فیض کا پیغام یہ ہوتا ہے کہ ”یار“ میں ختم ہو جائے۔



- ۲۳۵۔ ایک چیز کو پکڑنے سے تمام چیزیں حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ زندگی ایک چیز ہے، اس سے بے شمار چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔
- ۲۳۶۔ لوہا آگ میں جائے اور آگ جیسا ہو جائے، اور ایک عالم دین، دین میں جائے مگر دین جیسا نہ ہو سکے، یا ایک حیران کن بات ہے۔
- ۲۳۷۔ جسمانی بیماری کا علاج طبیب کے پاس اور روحانی بیماری کا علاج طبیب القلوب کے پاس ہے۔
- ۲۳۸۔ اولیاء کی کتب کا مطالعہ باطنی گرہ کھولتا ہے۔
- ۲۳۹۔ شیخ کی زیارت ایمان کی خواراک ہے۔
- ۲۴۰۔ نفس کو مارنا اور دل پر محنت کرنا، انسان کو ولایت کے مقام پر پہنچادیتا ہے۔
- ۲۴۱۔ انسان پر زندگی میں کئی رنگ چڑھتے ہیں۔
- ۲۴۲۔ عام طور پر رنگ انسان کو کھینچتا ہے مگر کوئی انسان رنگ کو کھینچ کر اپنے اوپر چڑھاتا ہے۔
- ۲۴۳۔ رنگ اللہ کا نور ہے اور نور اللہ کا رنگ ہے۔
- ۲۴۴۔ قرآن پیغام والے بڑے ہیں، پڑھنے والے کوئی کوئی!
- ۲۴۵۔ عشق باطن کی زینت کا نام ہے۔

- ۲۲۲۔ فتحِ شکستگی میں ہے اور شکست غرور میں۔
- ۲۲۵۔ جب دل منور ہوتا ہے تو اس کی کرتیں دماغ پر پڑتی ہیں۔
- ۲۲۶۔ آنکھیں کیفیات ظاہر کرتی ہیں۔
- ۲۲۷۔ قیمتِ مال کے اعتبار سے ہوتی ہے اور عزتِ عقل کے اعتبار سے۔
- ۲۲۸۔ ہر ایماندار کو ٹھنڈا جاتا ہے لیکن ہر ٹھنڈے کو ایمان نہیں ملتا۔
- ۲۲۹۔ چگاہڑ کو روشنی میں نہیں اندھیرے میں نظر آتا ہے مگر وہ فقیر نہیں ہے۔
- ۲۳۰۔ محبتِ آتش سے تو چیز گرم ہو جائے مگر محبتِ درویش سے اثر نہ ہو، یہ ممکن نہیں ہے۔
- ۲۳۱۔ کامل ہونے کے بعد ہی تمام واقعات ہوتے ہیں۔
- ۲۳۲۔ جس طرح سرمه آنکھ کو زینت دیتا ہے، اسی طرح فقیر کی باتِ دل کو زینت دیتی ہے۔
- ۲۳۳۔ ذکر سے روح اس طرح خوش ہوتا ہے جیسے کسی محظوظ کے مکرانے سے اس کا چہرہ اور زیادہ خوشمند ہو جاتا ہے کیونکہ روحِ محظوظ کا ذکر ہے۔
- ۲۳۴۔ موسم بھی اگر پیار والا ہو، عاشقانہ موسم ہو، لیکن دل میں پیار نہ ہو تو وہ موسم عاشقانہ نہیں ملتا۔



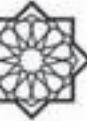
- ۲۶۰۔ بناؤٹی پھول حسین آؤ ہوتا ہے مگر خوشبو دار نہیں ہوتا۔
 ۲۶۱۔ فقیر اپنی دنیا، اپنی قوت باطن سے سجاتا ہے۔
 ۲۶۲۔ اپنے پاس گن ہو تو اسلاف کا فیض بھی اثر کرتا ہے۔
 ۲۶۳۔ پیار تکبر کو کھا جاتا ہے۔
 ۲۶۴۔ مقصد کو بھول کر دنیا و آخرت دونوں جاتے ہیں۔
 ۲۶۵۔ اصل اور کم اصل کی پہچان وفا ہے۔
 ۲۶۶۔ حلال شخص احسان یاد رکھتا ہے۔
 ۲۶۷۔ یار کی ادائیں نشہ بند ہوتا ہے۔
 ۲۶۸۔ یار کی ادائاعاشت کے لئے توار ہے۔
 ۲۶۹۔ یار کی کوئی ادا، زندگی کی قضا ہوتی ہے۔
 ۲۷۰۔ خُن کے جوبن کا نام ادا ہے۔
 ۲۷۱۔ بعض ادا کیس قاتل اور بعض جان بخش ہوتی ہیں۔
 ۲۷۲۔ جاہلوں میں دانا پریشان ہوتا ہے۔
 ۲۷۳۔ ہیرے کی قیمت جو ہری کے پاس اور بندے کی قیمت فقیر کے پاس!

- ۲۳۶۔ فقیر تن نہیں "من" دیکھتا ہے۔
 ۲۳۷۔ رسولی کڑوی اور لذت دار ہوتی ہے۔
 ۲۳۸۔ کرامت فقیر کی خواہش نہیں، اللہ کی رضا ہوتی ہے۔
 ۲۳۹۔ جو اللہ کی رضا کے لئے چیتا ہے، وہ مر کے بھی چیتا ہے۔
 ۲۴۰۔ اللہ کے ولی اللہ کی سدا بہار نشانیاں ہیں۔
 ۲۴۱۔ نام اور شان کھو کر ہی نام زندہ ہوتا ہے اور شان دو بالا ہوتی ہے۔
 ۲۴۲۔ عاش قما پاتا ہے، بیقا چاہتا ہے۔
 ۲۴۳۔ اعلیٰ طرف، عجز سے اعلیٰ ہو جاتا ہے اور کم طرف اکڑ سے سکو جاتا ہے۔
 ۲۴۴۔ طالب مانند پتگ ہوتا ہے جس کی ڈور شیخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔
 ۲۴۵۔ اندر کے چور کو پکڑ لو، اللہ کی مراد بن جاؤ گے۔
 ۲۴۶۔ پیار، انداز گفتگو کو بدلتا ہے۔
 ۲۴۷۔ محبت ایک سے ہوتی ہے مگر وہ ایک "ہر" - "ہر" میں ہوتا ہے۔
 ۲۴۸۔ خُن و جمال کی کشش ہی یار کی دلیل ہے۔
 ۲۴۹۔ بناؤٹ سے سجادوں نہیں ہوتی۔



- ۲۸۶۔ لفظ کا غذ پکم، دل میں زیادہ جگہ گھیرتے ہیں۔
- ۲۸۷۔ داشمندی علم سے ہی نہیں، حالات سے بھی آتی ہے۔
- ۲۸۸۔ دل کی بات اہل عقل سے کرنا کم عقلی کی دلیل ہے۔
- ۲۸۹۔ پیار کا لطف درو میں چھپا ہوتا ہے۔
- ۲۹۰۔ قوتِ ساعت، قوتِ قلبی پا اڑانداز ہوتی ہے۔
- ۲۹۱۔ اللہ کی نظر انسان کے دل پہ ہے اور انسان کی اپنے نفس پہ ہے۔
- ۲۹۲۔ اہل دنیا من سے نہیں مراد سے غرض رکھتے ہیں۔
- ۲۹۳۔ ہر چیز کا برعکس دلچسپ نہیں ہوتا۔
- ۲۹۴۔ کشش کئی طرف سے ہوتی ہے پیار ایک طرف سے ہوتا ہے۔
- ۲۹۵۔ تخلیل اشعار کی زینت ہے اور تصور پیار کی زینت ہے۔
- ۲۹۶۔ پیار انسان کے بھیس کو بدلتا ہے۔
- ۲۹۷۔ عشق حرارت بھی دیتا ہے، جسارت بھی۔
- ۲۹۸۔ عشق آتش ہے مگر انسان کو قائم النار بنادیتا ہے۔
- ۲۹۹۔ عشق، مفکر اور حُسن چھپ کے نہیں رہتے۔

- ۲۷۳۔ کوئی کوئی طالب مطلوب بھی بن جاتا ہے۔
- ۲۷۵۔ اخلاق انسان کا زیور ہے۔
- ۲۷۶۔ بغیر اخلاق کے، انسان حیوان سے بدتر ہے۔
- ۲۷۷۔ اعلیٰ اخلاق کا نام شریعت ہے۔
- ۲۷۸۔ ہر اچھائی اسلام ہے۔
- ۲۷۹۔ اسلام کو ظاہری لباس سے نہیں، اندر کی حالت سے غرض ہے۔
- ۲۸۰۔ عاشق نئے کا فتح نہیں۔
- ۲۸۱۔ فقیر کے پاس نام بدل جاتا ہے، پھر کھال بدلی جاتی ہے، پھر اندر بدل جاتا ہے۔
- ۲۸۲۔ رمضان میں لوگ روزے تو رکھتے ہیں مگر یار نہیں رکھتے۔
- ۲۸۳۔ بد بخت کو ہزار بار سمجھایا مگر جاہل پایا۔
- ۲۸۴۔ فقیر کے پاس رہنے والے کثرت شفقت کے باعث بے ادب رہ جاتے ہیں۔
- ۲۸۵۔ انسان سوناتب بتتا ہے، جب مٹی ہو جائے۔



- ۳۱۳۔ طنے سے غم غلط ہوتے ہیں اور درد بھی ہوتے ہیں۔
- ۳۱۴۔ ان کا دیکھنا قیامت ہے مگر رحمت سے بھر پور!
- ۳۱۵۔ آنکھ کارونا بہتر ہے مگر دل کارونا جیسا تاثرا دیتا ہے۔
- ۳۱۶۔ کسی کی اصلیت اس کی تقریر سے نہیں، تمہیر سے پہچانی جاتی ہے۔
- ۳۱۷۔ جو لوں کو نجاح کے رکھ دے، وہ قلندر ہوتا ہے۔
- ۳۱۸۔ دن اور دل کارا کب قلندر ہے۔
- ۳۱۹۔ قلندر کی نظر مستقیمیتی ہے اور قلندر کا اثر ہوش دیتا ہے۔
- ۳۲۰۔ ان کے حضور حاضر ہونے کا سوچتا رہا، ایک دن وہ حاضر ہوئے، میں غیر حاضر تھا۔
- ۳۲۱۔ میرے لفظوں کی حقیقت، حقیقت والوں کا مقدر بن چکی ہے۔
- ۳۲۲۔ اس قافلہِ عشق سے دور رہ کر پچھتا وہ تنہیں، تباہی مقدار بُتی ہے۔
- ۳۲۳۔ مستوار سے دوری، شیطان کا قرب ہے۔
- ۳۲۴۔ مستوار غلط بات نہیں کرتا، کیونکہ وہ پوچھ کے کرتا ہے۔
- ۳۲۵۔ میری بات کو اہلِ عقل کم، اہلِ مستقیم زیادہ سمجھیں گے۔
- ۳۲۶۔ میری بات کو اہلِ عقل کم، اہلِ مستقیم زیادہ سمجھیں گے۔

- ۳۰۰۔ جس کی گفتار میں اثر نہ ہوا س کا کردار صحیح نہیں۔
- ۳۰۱۔ نلا اسٹچ پر صحیح اور نیچے اُتر کر خراب نظر آتا ہے۔
- ۳۰۲۔ عاشق کی خواراک مطلوب کو یاد کرنے میں ہے۔
- ۳۰۳۔ عشرت کی زندگی بس کرنے والوں کو عشرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
- ۳۰۴۔ جادو برا باد کرتا ہے مگر شکست دل کی آہ جلا کے رکھ دیتی ہے۔
- ۳۰۵۔ آرزو کا نومانا منزل میں تاکامی کی دلیل ہے۔
- ۳۰۶۔ عاشق صادق، امید وصال رکھتا ہے، اور کبھی بخشست خود وہ نہیں ہوتا۔
- ۳۰۷۔ آرزو و شیوه انسان ہے، نا امید تو بس شیطان ہے۔
- ۳۰۸۔ کسی کے لئے ترپنا، آرزو کو پانے کی دلیل ہے۔
- ۳۰۹۔ پیار والے کا دل آنکھوں کی زبان میں بات کرتا ہے۔
- ۳۱۰۔ مجھے سلسلہ سے نہیں، صلدے سے غرض ہے اور وہ میں اللہ سے چاہتا ہوں۔
- ۳۱۱۔ مجھے بندوں سے کوئی سروکار نہیں مولے ایک کے کوہاپنے دل کو تلاش کر لیں۔
- ۳۱۲۔ جو رحمت کی قدر نہ کرے، وہ زحمتوں کو شمار کرتا ہے۔
- ۳۱۳۔ کسی سے میل جوں مت رکھو، جب تک اس کے خیر خواہ نہیں بنتے۔



- ۳۲۹۔ انسان کو کچھ لوگ یاد رہتے ہیں اور کچھ لوگوں کو یاد کرنا پڑتا ہے۔
- ۳۳۰۔ انبیاء ﷺ اور اولیاء ﷺ کی گستاخی کفار کا شیوه تھی۔
- ۳۳۱۔ کتاب لکھنے والے اور کتاب پڑھنے والے سے بہتر کتاب پر عمل کرنے والا ہے۔



- ۳۲۷۔ مستوارِ کوستی شرابِ است سے ملی ہے۔
- ۳۲۸۔ پیار والوں کو مستوارِ کوستی دیتا ہے، انکار والوں کو انکرا!
- ۳۲۹۔ یار کے پاس بولنا منع ہے، دیکھنا منع ہے، مظہر ہونا جائز ہے۔
- ۳۳۰۔ دعا زقی حلال مانگتی، آذانِ عشق بلال مانگتی ہے۔
- ۳۳۱۔ کاش ملا چاہت کی چائے عشق کی آگ پر پکا کر محبت کے کنورے میں ڈال کر کبھی پی لیتا۔
- ۳۳۲۔ کئی لوگ حضوری میں جاتے ہیں کئی لوگوں کے دلوں میں حضور ﷺ ہوتے ہیں۔
- ۳۳۳۔ نقیر کے ساتھ خداری دل کو انداز کر دیتی ہے۔
- ۳۳۴۔ نقیر دل کے اندر ہیروں میں چراغ جلا دیتا ہے۔
- ۳۳۵۔ تسلیم پیار میں ہے اور پیار کا مجھ وہ قلندر ہے۔
- ۳۳۶۔ شیخ کی عطا، طالب کا ظرف دیکھتی ہے۔
- ۳۳۷۔ میں حضوری سے بہتر حضور ﷺ کو سمجھتا ہوں۔
- ۳۳۸۔ قلندر ہر سوال کا جواب محبت کی کتاب سے دیتا ہے۔



- دعا کی برکات *
- مہمان نوازی *
- پیاریوں سے شفا *
- تصور شیخ کی برکات *
- شادقلندر کے تصرفات *
- رجال الغیب کا مطیع ہوتا *
- آنے والے وقت کی پہلے خبر دے دینا *
- روحانی قوت و کمال *
- دولوں پر حکمرانی *
- نظروں کے سامنے سے غائب ہو جانا *
- خوبصورت آنا *
- حالات کا پلٹ جانا *
- دل کی پکار کا سن لینا *
- مستعمل ٹوپی کی برکات *
- دستِ شفقت کا فیض *
- نور و روشنی *



باب ششم

محاسن اخلاق

- چھ عاشق رسول ﷺ *
- معرفت و حقیقت *
- تفویٰ و طہارت *
- افراد کی اصلاح و تربیت *
- رعب و جلال اور پیار و محبت *
- انگریزی اور جدید تعلیم کی حوصلہ افزائی کرنے والے سخاوت و فیاضی *
- سفیر محبت *
- افراد کی ذہنی سطح کے مطابق تنگتو
- فہم و فراست *
- خلقی خدا سے محبت *
- کشف *



محاسن اخلاق

اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ (۱)

”اوہ بیک تھا ری خوب (خلق) بڑی شان کی ہے۔“

آپ ﷺ کی وصفات کے بارے میں رب جہانہ تعالیٰ نے لفظ عظیم لکایا۔ ایک آپ ﷺ کا علم اور دوسرا آپ ﷺ کا اخلاق۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا۔ ام المؤمنینؓ نے جواب دیا۔

”کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا۔“

فان خلق نبی اللہ کان القرآن۔ (۲)

”بے شک آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم ہے۔“

خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

بَعْثَتُ إِلَيْكُمْ لَا تَمْكِرُمُ الْمَحْلَاقَ۔ (۳)

”میں اس لئے بیجا گیا ہوں کہ شریفانہ اخلاق کی تمجیل کروں۔“

(۱) سورۃ القلم، ۲۸، آیت ۳

(۲) صحیح مسلم: ۴۳۹

(۳) الموطأ امام مالک: ۹۰۳

بیعت ہونے کے اسباب

• تلاش حقیقت

• خواب کے ذریعہ رہنمائی

• فیضانِ نظر

• مسائل و پریشانیاں

• اسیرانِ محبت کے اثرات

• فیضانِ غوث الاعظم

• تصور کا وارد ہونا

• جذب و مسی

• بیعت کے اثرات

• خود شناسی

• رغبت دین

• شخصیت میں تبدیلی

• مضبوط قوت ارادی

• کاموں میں بہتری

• خشوع و خضوع

• مرافقہ



بے مثال کا آئینہ آقاعدہ ﷺ کو بنایا۔ اب آئینہ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے زاویہ درست کر کے آئینہ پر آئینہ رکھتے چلے جائیں ہر آئینہ میں جمال مصطفیٰ کریم ﷺ نظر آئے گا۔ جمال مصطفیٰ ﷺ ہی جمال خدا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ جو کوئی دل کے آئینہ کو مادی آلاؤشوں سے پاک صاف کر لے گا اس کا زاویہ درست کردے گا بے شک اس میں ذات مصطفیٰ ﷺ نظر آئے گی۔ کوئی بخداو میں ہے، کوئی اجیر میں ہے، کوئی لاہور میں ہے، کوئی مخدوم پور میں ہے، کوئی باہمی ملاقات بھی نہیں۔ ایک دوسرے سے ملنے نہیں، سینکڑوں سالوں کا فرق مگر! بات ایک، اخلاق ایک، اعمال ایک، سورج ایک، مگر ایک۔ کیوں؟
کیونکہ: ”ہر ایک میں اصل تو وہی ہے۔“

قندر کی کوئی بات، کوئی کام خالی از حکمت نہیں ہوتا۔

فعل الحکیم لا يخلو عن الحکمة۔

”حکیم کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔“

افراد کی وجہ کی اور ایک اللہ کے پیار کی میں لوگوں کو پلاٹتے رہنا بھی ان کی زندگی کا مرکز و محور رہتا ہے۔ شادقلندر چیرستوار کی عادات کریمانہ کو الفاظ اور جملوں میں سمیٹتا اور ڈھالنا آسان نہیں۔ ہر قدم پر ایک نیا انداز، ہر کام میں ایک نئی حکمت اور قندر انہ شان کے ساتھ، سادگی اور وقار کا حسین امترزاج ہر کام میں

آپ ﷺ کو اخلاقی الہیہ سے مزین کیا گیا۔ آپ ﷺ کے قلب اطہر کو پاک اور مطہر کیا گیا پھر اسے انوارِ الہیہ سے بھر دیا گیا۔ شبِ مرحاج آپ ﷺ کو اسماءِ الہیہ، افعالِ الہیہ، صفاتِ الہیہ اور ذاتِ خدا کے رنگوں میں رنگ دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کو دیکھنے کی خواہش اور دعا کی تھی۔ اس دن انہیں راستے میں کھڑا کر دیا گیا کہ جمال مصطفیٰ ﷺ کا نظاراً جمال خدا کا نظارا ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ اخلاقِ الہیہ ہیں۔ آپ ﷺ کی تفہیم کی صفات ہوتا ہے۔ قرآن اللہ پاک کا کلام ہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ فرمان ہے کہ بے شک آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم ہے یہ بتلار ہاہے کہ صفاتِ الہیہ اور صفاتِ محمدی ﷺ ایک ہی ہیں۔

آپ ﷺ سے محبت کرنے والے، آپ ﷺ کے عاشق، آپ ﷺ کے پیارے، آپ ﷺ پر جان قربان کرنے والے صوفیاء، اولیاء اور صاحبوں میں آپ ﷺ کے اخلاق کا رنگ نظر آتا ہے۔

الله تبارک و تعالیٰ نے چاہا کہ میں جانا جاؤں، پیچانا جاؤں تو رب نے نو و علی نور اپنے محبوب ﷺ کو تخلیق کیا۔ سورج کو اپنی آب و تاب کی شدت کے باعث براؤ راست دیکھنا اور برداشت کرنا مشکل ہے۔ مگر ایک خاص زاویہ پر آئینہ رکھوں یہ تو وہی سورج آئینہ میں سٹ آتا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنے حسن



پچ عاشق رسول ﷺ

ہمارے ایمانیات کا مرکز و محور سرکارِ کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ ہماری عبادات سنت رووفِ الرحیم ہیں۔ آپ ﷺ سے تھی وعشقی تعلق کو تعلیماتی تعلق پر فوقيت حاصل ہے۔ یہی عشقِ محبوب خدا (ﷺ) انسان کو مظہرِ خدا بناتا ہے۔

شاو قلندر عشق وستی میں فرماتے ہیں:

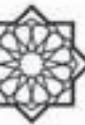
ہم نے دریبیبؑ کو قبده بنا دیا
دنیا میں کفسرو شرک کا جھگڑا منڈا دیا
پوچھا کہ بر ق نور چمکتی ہے کس طرح
پردهِ اٹھا کے یار نے ملکھڑا دکھا دیا
اذان قلندر

شاو قلندر پیر مستوار کی ہر دھڑکن، ہر سانس، رواں رواں عشق نبی ﷺ سے محظوظ ہے، پا کیزہ و منزہ ہے۔ آپ جناب کا سینہ عشق نبی کریم ﷺ کا شخصیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ آپ کا نقیبہ کلام باذوق، اہلِ محبت لوگوں کے دلوں میں حبیورِ رسول پاک ﷺ کو فزوں ترکرتا ہے۔

دکھائی دیتا ہے۔

آج کے مادی عقلی دور میں خوگر پیکرِ محسوس ہر بات کو سامنے نہ کر طرزِ فکر سے دیکھتا ہے۔ ہر بات کی دلیل اس کا تجزیہ، مشاہدہ اور تجربہ وقت کی ضرورت ہے۔ اس باب میں جناب سرکار شاہ قلندر پیر مستوار کی شخصیت، آپؑ کی عادات کریمانہ، آپؑ کے تصرفات، کرامات کی جملک، آپؑ سے بیعت ہونے کے اسباب اور اس کے اثرات پر روشی ڈالی گئی ہے اور اس کی بنیاد تاچیز نے اپنے مشاہدے اور تجربے پر رکھی ہے۔ اس کے بعد خلفاء، ناظمین اور ان خاص لوگوں کی آراء جمع کی ہیں جو ہر صاحب کی صحبت سے مستفیض ہو رہے ہیں، آپؑ سے محبت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ معاشرے کے عاقل، بالغ، بعمل، باعزت، مفید اور صالح افراد ہیں۔ ان کے ذریعے جو واقعات اور باتیں ملیں وہ ایک باب میں نہیں آسکتی تھیں۔ ان کے لئے علیحدہ ایک کتاب مرتب کرنی پڑتی۔ یہاں چند واقعات کا انتخاب کیا۔ کچھ واقعات، کچھ باتیں، اہل علم، اہل عقل کے سوچ و فکر کے لئے راستے ضرور کھولیں گی کہ بے شک یہ اللہ والے ہیں جو بندے کو اللہ سے ملا دیتے ہیں۔

امتیازِ جاوید غاکوی



آپ جب عشق وستی کے رنگ میں ہوں تو کبھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رض کا رنگ نظر آتا ہے اور کبھی امام بوسیری رض کی جملک دکھائی دیتی ہے اور کبھی سب سے جدا اپنی ہر ہر ادا، ہر ہر عمل سے اس عشق وستی کی می ہیار والوں کو پلاٹے چلے جاتے ہیں۔

ذکرِ اہل بیتِ اطہار بہت محبت سے کرتے ہیں کہ اپنے گھروالوں کی بات ہے۔ ان کے فضائل و مناقب بیان کریں تو وقت بیتنے کی خبر نہیں رہتی۔ آپ جناب کی شاعری کا بڑا حصہ اہل بیت کے ذکر پر مشتمل ہے۔

میں کسی سے بیوں مانگوں مجھے محبوب پروردگار دیتے ہیں
سائل ہوں الی رسولؐ کا مجھے تو خود سرکار دیتے ہیں
مسیدی ابتدا میری انتہا غلامی حین ہے
جب سے زیر نظر ہوا محمود حسید رکار دیتے ہیں

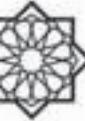
گجرات سے غلیفہ محمد یونس صدقی لکھتے ہیں:

”پیر مستوار قلندر کی زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز محبوب اور قابل قدر وصف جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہیں جو والہانہ عقیدت ہے اس کا اظہار ان کی چشمِ ناک اور دیدہ تر سے ہوتا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا مشرب، مشرب محبت ہے۔

کھو کر تیرے حین جلوؤں میں اے جان جاتا
چھر مجھے میرے آقا نہ کچھ میری خبر ہو
نہیں پھر کوئی تنا مجھے کسی در کی
اُدھر ہو میرا قبلہ میری سرکار پھر ہو
اذاں قلندر

جان کا ناتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زرخ انور کی بات ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خم کھاتے خوبصورت گیسوئے عنبرین کا ذکر ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات روز و شب پر گفتگو ہو جناب پیر و مرشد کا لجھہ پیار اور محساس سے بھر جاتا ہے۔ مدینہ پاک کا ذکر چھڑ جائے تو محفل کارنگی ہی اور ہوتا ہے۔ آپ جناب عمرے پر تعریف لے گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیرا قدس ہے رمضان کا مہینہ ہے دنوں کا سردار جمحد ہے ستون حنانہ ہے اور شادقلندر کس طرح بارگاہ شہنشاہ کوئین میں حاضر ہیں۔ اس کی وضاحت آپ کے لکھے اس قطعے سے ہوتی ہے۔

آن کی سرکار میں بھیر تھی مجرکرم بھی تھا
محوا تبا لوگ تھے، میں تھا، حدم بھی تھا
لکھتے جاتے تھے سب کا مقدار محمود
جان عالم کے پاس لوح بھی تھی قلم بھی تھا
مقامِ محمود



معرفت وحقیقت

اسلام کا حسن ہے کہ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم زندگی گزارنے کا مکمل طریقہ عطا کرتی ہے۔ اخلاق و کردار کی بلندی اور عبادت و بندگی کا سلیمانی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ہر عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔ کچھا ملی محبت اور مشتاقِ ذوق و شوق، خشوع و خضوع اور حضوری کے طالب ہوتے ہیں۔ قرب الہی کے خواہاں، طالبِ مولا افراد کے لیے اللہ نے نظامِ ولایت، معرفت و حقیقت کے راستے پر چلتے کے لیے ہر دور میں اپنے ولی کامل عطا کیے ہیں۔ جن کی نصیحت زبانِ قاتل سے نہیں زبانِ حال سے موثر ہوتی ہے۔ مرشدِ کریم پیر مستوار قلندر طالب کو توجہ، مراتبے، ذکرِ ختنی، روحانی ریاضت کی بھٹی میں تپاتے اور نکھارتے ہیں۔

خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”کتاب اللہ چار چیزوں پر مشتمل ہے؛ عبارت، اشارت، لطافت اور حقائق۔ عبارتِ عوام کے لیے ہے، اشارتِ خواص کے لیے ہے، لطائفِ اولیاء اللہ کے لیے ہے اور حقائقِ انبیاء کرام کے لیے ہیں۔

کراچی سے محمد علی کامار کی باتیں بہت سے لوگوں کی ترجمانی کر رہی ہیں:

”یہ دنیا فانی ہے، انسان بھی فانی ہے۔ مگر ہے!

یہ سوال ہمیشہ سے میرے ذہن میں ایک الجھن بنے ہوئے تھا۔ اپنے

پیر و شاہ کے قریب موضع بھوآ میں خالدنا می ایک شخص رہتا ہے جو پہلے کہیں اور بیعت تھا۔ جناب پیر صاحب کا جلوہ دیکھ کر وہ آپ سے بیعت ہو گیا۔ اس کے اہل خانہ اولیاء اللہ کے قائل نہیں تھے۔ وہ ان کی باتوں میں آ کر کھاش کا شکار ہو گیا۔ دو تین سال وہ دربار شریف پر نہ گیا۔ جب پیر مستوار قلندر کو معلوم ہوا تو جناب نے فرمایا بلا نے والے اسے بلا لیں گے۔ ایک دن خواب میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور دیکھا کہ لوگ قطار بنائے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ فرمائے ہیں۔ کہتا ہے میں بھی قطار میں کھڑا ہو گیا جب میری باری آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رزخ انور پھر لیا میری جنین کل گئیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کیا غلطی سرزد ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو نے میرے محمود مستوار کو ناراض کیا ہے پہلے اسے راضی کر پھر میں تم سے ملوں گا۔ صحیح اللہ کروہ محمود پور شریف پہنچا اور دستِ مستوار پر تو بکی۔

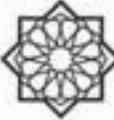
کسی نے کیا خوب کہا ہے:

چے توں رب نوں منانا ہم لیاں نوں منا
رب من جاند ایاں نوں منانا او کھا اے



نفس کو مارنا ہی جہاوا کبر ہے، اگر نفس مر جاتا ہے تو قرآن نے بار بار نفس کو کیوں مخاطب کیا؟ انسان کو موضوع کیوں بنایا؟ اور انسان خود کو یا اپنے نفس کو فنا کر بھی لے تو فنا کے بعد بھی انسان کا موجود ہونا سمجھنیں آتا تھا۔ دیدارِ الہی کے لیے بھی آنکھوں کا ہوتا یعنی انسان کا ہونا ضروری ہے۔ اگر فنا ہوا تو دیدار کون کرے گا؟ اور اگر دیدار کرنے والا انسان موجود ہے تو بھی فنا کون ہوا؟ اسی طرح کے کئی سوالات میرے لیے الجھن بننے ہوئے تھے۔ پیر صاحب کی صحبت، سگت نے یہ آشائی بخشی کرنی پکھ کھونے کا نام نہیں، کیونکہ نفسی کے ساتھ ہی اشیات ہے۔ دنیا اور انسان کا مادی وجود فانی ہے۔ اور اس فانی وجود کی نفسی ثابت وجود کو آشکار کرتی ہے۔ انسان منفی اور ثابت توانا نہیں کا مجموعہ ہے۔ شیخ کامل چونکہ سراپا اشیت توانائی کا حامل ہوتا ہے۔ لہذا صحبت شیخ سے انسانی وجود پر ثابت توانائی حاوی ہوتی ہے اور منفی کی نفسی ہو جاتی ہے۔ مجلس یا محفل میں مرشد چاہے کسی بھی موضوع پر بات کر رہا ہو یا خاموش بھی ہو تو اس کے وجود سے نکلنے والی شعائیں آس پاس بیٹھے مریدین کو بھی منور کر دیتی ہیں۔ اور اگر مرید طالب صادق ہو تو شیخ کی توجہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور جب شیخ کی توجہ خاص عطا ہو جائے تو طالب مطلوب بن جاتا ہے۔ سبی کلمہ طیبہ کا مقصد بھی ہے۔ پیر صاحب سے ملاقات سے پہلے انہی سوالوں کے جواب کی تلاش میں کئی معروف علماء، فضلاء اور پیر انظام سے ملاقاتیں کیں، کتابیں کھنگالیں۔ جواب ملتا تو درکنار، اکثر

نے مجھے گمراہ قرار دیا۔ نتیجہ یہ لکھا کہ میں خدا کا بھی مگر ہو گیا۔ اور اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھنے لگا، مگر ایک بے چینی ہر وقت موجود تھی۔ اسی عرصہ میں کئی مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی زیارت کا شرف بخشنا، ان میں سے ایک خواب یہ تھا کہ: ”دوفرشتے مجھے پکڑ کر کہیں لے جا رہے ہیں، سامنے سے آقا کریم ﷺ تشریف لاتے ہیں اور ان فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ اسے چھوڑ دو! میں نے اللہ سے بات کر لی ہے۔“ اس خواب نے مجھے عجیب حرمت میں جلا کر دیا۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ اگر تو ہے، اور اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے اور میں بھی تیرا بندہ ہوں تو اپنا آپ ثابت کر۔ اس دعا کے بعد گویا ساری خدائی محو ہو گئی، ساری کائنات اوجھل ہو گئی۔ صرف اپنا آپ ہی ہر جگہ محسوس ہونے لگا۔ میر اتعلق چونکہ میدیا سے ہے اور مشہور و معروف لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، ان میں سے چند شخصیات سے میں بھی متاثر تھا، جن لوگوں سے میں متاثر تھا وہ حقیر لگنے لگے۔ جب پیر مستوار قلندر سے ملاقات ہوئی تو پہلی ملاقات میں گویا اپنا آپ جسے میں سب کچھ سمجھتا تھا، بھی حقیر لگنے لگا۔ پیر صاحب ان دنوں کراچی میں تشریف فرماتھے۔ پیر صاحب سے کسی نے کہا کہ اللہ کے ذکر کا کوئی ایسا وظیفہ بتا گیں کروں مطمئن ہو جائے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہمارے پاس جو اللہ کا ذکر ہے وہ دلوں کو بے چین کرنے والا ہے۔ اس جواب سے مجھے یوں لگا کہ یہ تو وہی بے چینی





تقویٰ و طہارت

تقویٰ کیا ہے؟ نفس کو ہر طرح کی آلاتوں سے پاک صاف کر کے دل کو انوار و تجلیات سے بھر لینا، جسم و جاں کو احکامِ شریعت کا پابند بنالینا کہ غیر ارادی طور پر بھی ہر لمحے نیکیوں کا صدور ہو رہا ہو۔ جناب پیر و مرشد تقویٰ و طہارت میں باکمال ہیں۔

میں خود عرصہ دراز سے فقہ، تفسیر، نماز، وضو، طہارت کے مسائل وغیرہ بتا رہی ہوں۔ فرائض، سنتیں ہی پڑھاتے پڑھاتے عمر کا پیشتر حصہ گزرا۔ مگر جب مرشد پاک کو وضو کرتے دیکھا، ہر عضو کی طہارت کا اتنی شدت سے اہتمام کرتے ہوئے کہ مجھے محسوس ہوا کہ میں خود طفل کتب ہوں۔ جس نے وضو ابھی ابھی کسی استاد سے سیکھا ہے۔ پیر و مرشد نہ صرف شرعی احکام کو ہمیشہ مخوب خاطر رکھتے ہیں بلکہ پابند شریعت علماء کی بہت قدر و عزت فرماتے ہیں۔ جہاں آپ مریدین کے تذکیرے نفس اور اصلاح باطن کے لئے فکر مند ہوتے اور رہنمائی فرماتے ہیں وہاں اسلام کی دعوت و تبلیغ اس کی بقاء و حفاظت کے لئے خصوصی حکم اور تاکید فرماتے ہیں: لا ہو رے سیست الرحمٰن محمودوی بیان کرتے ہیں:

”میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے سفر و حضور میں مرشد پاک کی صحبت ملی۔ میں



کاذک فرمائے ہیں جو میرے اندر ہے۔ پھر یوں ہوا کہ اپنے دل میں سوالات لیے سرکار کی بارگاہ میں بیٹھتا اور ایسے جوابات ملتے جاتے کہ میں لا جواب ہو جاتا۔ اور جو ساری کائنات اوجمل ہو چکی تھی وہ پیر مستوار قلندر کی ذات میں نظر آنے لگی۔ خدا اور خدائی سرکار کے چہرے میں عیاں ہونے لگی۔ جے لفظوں میں بیان کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ اس ثابت ذات نے میرے وجود کی اُنہی کر کے اپنا تعارف ثابت کر دیا۔“





افراد کی اصلاح و تربیت

آن کل خانقاہی نظام اتنا بگاڑ کا فکار ہو چکا ہے کہ عوامِ انس کے نزدیک ایک پیر کا کام تعیین دینا اور دم کرنا رہ گیا ہے اور وہ جو حاصل کام تھا فقراء، صوفیاء کا کہ افراد کی اصلاح اور تربیت کریں۔ وہ اللہ کے راز کی باتیں جو کتابوں سے نہیں، علم کے دیوان چاٹ لینے سے نہیں، اور بقول شمس تبریزؒ کے:

ایں آن علم است کہ تو نمی دانی

جسے اہل علم، اہل عقل نہ جان پائے جو صرف اللہ والوں، پیار و متنی والوں کی صحبوں سے ملیں۔ انہیں لوگوں میں باشنا چاتا۔ ایسے میغانے بہت کم رہ گئے ہیں اور شاوقلندر پیر مستوار جیسے ساقی تو ملتے ہی نہیں۔ آپ جناب کی ہربات ہی کسی راز کی کنجی ہوتی ہے۔ آپ کے شب و روز تشویغانِ حق کی تعلیم و تربیت، ارواح بھی نوع انسان کی پیاس بچانے میں صرف ہوتے ہیں۔ رات رات بھر معرفت کے موئی، ہیرے جواہر بانٹتے رہنا ہی آپ کا خاصہ ہے۔ اپنے آرام اور کھانے پینے کی پرواہ کے بغیر ہر لمحہ مصروف عمل ہیں۔

ایک مرتبہ عرس کے بعد بہت ایکتو (Active) لوگوں میں سے دو افراد کے درمیان کسی معاملے پر تنازع اٹھا۔ آپ جناب پیر و مرشد نے دونوں سے

نے آپ جیسی مقنی، صالح، پرمیز گار خصیت نہیں دیکھی۔ بہت انہاں سے آپ کا نماز ادا کرنا، وظائف اور ذکر میں ہمد و قت مصروف رہنا، صفائی و طہارت میں حد درجہ احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔ کچھے پر ہلاکا سا داغ بھی آپ کی طبیعت پر گراں گز رہا ہے۔ یہاں تک کہ جوتا بھی انتہائی صاف سحر استعمال کرتے ہیں۔ ہاتھوں کو دھوتے وقت بہت وقت لگاتے ہوئے ملتے ہیں۔ صابن لگاتے ہیں اور پھر بار بار دھوتے ہیں۔ اذان بھی بستر پر لیٹ کر نہیں سنی۔ ہمیشہ اہتمام سے شرعی جواب دیتے ہیں۔ آپ کا ایک ایک لمحہ امرِ الہی کے عین مطابق ہوتا ہے۔ امر ہوتا ہے تو کام کرتے ہیں ورنہ نہیں کرتے۔“

آپ شب زندہ دار ہیں، رات رات بھر عشقِ الہی میں مست ہو کر طالبانِ حق کو اس کی میئے بلانا غصہ پلاتے رہنا آپ ہی کا کام ہے۔ اور اکثر فجر کی اذان تک بالکل ہشاش بٹاش ہوتے ہیں۔ سفر پر اگر صبح سورے جانا ہو تو سب سے پہلے بستر چھوڑنے والے آپ جناب ہوتے ہیں۔ خواہ بستر پر لیٹے ہوئے ابھی گھنٹہ بھر بھی نہ گزرا ہو۔

پیاری ہو یا صحت مندی، خلوت ہو یا جلوت، گرمی ہو یا سردی، آپ کا ہر کام مداومت، وقت مقررہ اور یکساں اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں، فرائضِ منصبی کو ہر صورت ادا کرنا اور خیال رکھنا آپ ہی کا کمال ہے۔



کہ میں مضبوطی کے ساتھ معاشرے کا مقابلہ کر سکو۔“
یہ صرف ذکیرہ ابڑو کی ہی نہیں ہر حقیقی مرید کی بھی رائے اور تحریک ہے کہ
سرکار عجیر و مرشد ہر برائی کو بتدریج دور کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس انداز سے
تربیت اور اصلاح فرماتے ہیں کہ آگے بڑھنے کا سفر کئے نہیں پاتا۔ نصیحت کے
لیے زبان حال کا مؤثر ہوتا اور توجہ سے مرید کے دل کو نیکی کی طرف لگادینا، ہر
مستوار قلندر کا خاصہ ہے۔

لاہور سے زیب النساء بیان کرنی ہیں:

”رمضان المبارک کا مہینہ تھا، جتاب نے پوچھا۔ روزہ کیوں نہیں رکھا؟
بہت سے جوابات زبان پر آئے مگر ادا نہ کر سکی۔ اس کے بعد روزہ نہیں
چھوٹا۔ اس طرح ہمیں گھونٹنے پھرنے کی عادت تھی۔ ایک دن فرمایا:
گھومنا پھرنا چھوڑو، داتا صاحب جایا کرو۔ اب اکثر داتا صاحب
حاضری عطا ہوتی ہے۔ میری عادتیں بھی چھوٹ گئیں اور قلبی سکون بھی
عطا ہوا۔“

معاملہ کی تفصیل دریافت کی۔ دونوں کو پاس بخایا اور اس طرح معاملے کو حل فرمایا
کہ غلط سوچ رکھنے والے کی اصلاح بھی ہو جائے اور اسے شرمندگی بھی نہ اٹھانی
پڑے۔ کسی بھی لمحے کسی فرد کی تربیت کو پس پشت نہیں ڈالتے۔ ہر طرح سے
اصلاح اور بہتری کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر فرد کو عزت دیتے ہوئے اسے اپنے
اپنے مقام پر رکھتے ہیں۔ شکستہ دل ہوں تو جوڑ دیتے ہیں، نفس تکبر میں ہو تو اس کا
سر چکل دیتے ہیں۔ کئی افراد کی غلط باتوں کو بھی برداشت کرتے ہیں۔

ایک دن فرماتے ہیں کہ جناب مولانا ڈیٹھو کی یہ شان تھی کہ وہ جب کسی
سے ملتے تو غلطی پر ہوتا اسے پسینا آ جاتا تھا اور مولانا ڈیٹھو سے یہ فیض ہمارے ہمراہ
مرشد کو بھی عطا ہوا ہے کہ آپ غلط کو جھوٹ کو پیچان کر اس کی تربیت فرماتے ہیں۔

کرامی سے محترمہ ذکیرہ ابڑو تھی ہیں:

”سرکار شادقلندر ہر مستوار خاہر آباطنا صاحب شریعت ہیں۔ میں نے
عجیر و مرشد کو میں نبی پاک ﷺ کی سیرت پاک پر پایا۔ اور آپ
نے اس انداز سے میری تربیت فرمائی کہ میں دنیا دار تھی مجھے چیزے ہر چیز
کی طلب، ہر چیز کی محبت سے بے نیاز کر دیا۔ میں کمزور، ڈرپوک،
حس تھی۔ مجھے دلیر، بے باک اور بے خوف بنادیا۔
حق گو بنادیا۔ ہر چیز کے اصل معنی سے روشناس کرایا۔ میں جاہل تھی
مجھے لفظوں کا اور اک، سوچہ بوجہ، معاملہ فتحی عطا کی۔ مجھے اس قابل بنایا



ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بات پوچھنے کے لئے کئی برس
گا دیے۔ پوچھنے کے لئے جاتا تو رعب اور دبدبے کی بناء پر بات پوچھنے پاتا۔
وہ رعب اور دبدبے کا فیض شادقلندر کو بھی عطا ہوا ہے کہ بارہ میں نے
خود کئی سوال پوچھنے چاہے مگر بہت نہیں ہو پاتی۔ اول تو آپ جناب کے پاس
جاتے ہی سارے سوالات ذہن سے مت جاتے ہیں۔ اگر بہت کوشش سے یاد
کر لیں، یا لکھ کر لے جائیں تو پوچھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ حالانکہ آپ
جناب بہت حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ بولنے کا موقع دیتے ہیں اور سوال پوچھو تو
غور اور توجہ سے سنتے ہیں۔ خواہ بے معنی بات ہی کیوں نہ ہو۔ مگر اس کے باوجود
آپ کی عظمت آپ کارعب دل میں سماں یار ہتا ہے اور روز بروز اس میں اضافہ ہی
ہوتا چلا جاتا ہے۔ نہ پوچھنے گئے سوالوں کے جواب بھی مل جاتے ہیں اور محضوں
یوں ہوتا ہے کہ گویا فرشتے آپ کے دائیں اور بائیں ہر لمحے آپ جناب کو
پر دو کوں دے رہے ہیں کہ کسی کو گستاخی کی جرأت نہ ہو۔
پیار محبت کے سفیر کی حیثیت سے تو آپ بے مثال ہیں۔ آج کے اس دور
پر فتن میں اپنے بھی اپنے نہیں لگتے، پیار اور محبت تو بالکل گھروں اور خاندانوں میں
نہیں رہا۔ مگر آپ جناب اپنے تو کیا غیروں کو بھی پیار اور محبت سے نوازتے ہیں۔
بعض لوگ تو ایسے بھی آتے ہیں جن کی بے سر و پا باتوں کو برداشت کرنا



رع و جلال اور پیار و محبت

جناب سرکار چیر و مرشد کی شخصیت میں رعب، دبدبہ اور جلال کا رنگ پایا
جاتا ہے۔ آپ کو دیکھتے ہی دل ادب و تعلیم سے بھر جاتا ہے۔ خیست کارنگ ہر سو
غلاب آ جاتا ہے۔ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے بھی آپ کی عظمت دل میں یوں رہتی
ہے کہ: تو گجا من گجا، تو گجا من گجا

خیال رہتا ہے کہ یہ عرش کی نسبت والے ہمارے ساتھ فرش پر آبیٹھے ہیں۔
ان کا مقام و مرتبہ بہت اعلیٰ ہے۔ اور اس کے ساتھ حیرت انگیز طور پر آپ کا سب
مریدین کے لئے پیار اور محبت کا انداز عجب امترانج دیتا ہے۔ آپ جب خوبصورت
لبسم کے ساتھ ازیزی سے گفتگو فرماتے ہیں تو اس پیار کی لذت رعب و دبدبے کے
ساتھ مل کر ایک خوبصورت کیفیت سے دل کر بھر دیتی ہے۔

صحابہ کرام زمان انعامی میہمین کے بارے میں آتا ہے کہ سرکار دو جہاں آقا و
مولیٰ ﷺ کی بارگاہ میں جاتے تو فرط ادب سے ساکن بیٹھتے۔ کاشانہ ثبوت پر حاضر
ہوتے تو ادب سے ناخنوں سے دروازہ بھاتے۔ آوازیں پست ہو جاتی تھیں۔

لے سانس بھی آہستہ کہ خلاف ادب نہ ہو
نازک ہے آئینے سے طبیعت حضور کی



انگریزی و جدید تعلیم کی حوصلہ افزائی کرنے والے
جناب سرکار شاہ قلندر ہیر مستوار جدید تعلیم کے حصول کے لئے ترغیب
دیتے اور حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ خود بھی حاضرین کے ذوق کے مطابق انگریزی
زبان استعمال کرتے ہیں۔
عشق پر بات چلی تو فرماتے ہیں۔

”عشق سے ٹینشن ریلیز (Tension release) نہیں انگریز
(increase) ہوتی ہے۔“

اب increase، tension اور release کا بہت خوبصورت
استعمال اور ساتھ لفظی معنوی رنگ بھی نمایاں ہے۔ نہیں مذاق کے موڑ میں ایک
مرتبہ محفل کے ذوق کو یہ فرماتے ہوئے دو بالا کر دیا۔

فقیر تو کم اور رئیر (rare) ہوتا ہے
باہر سے ہو جیسا اندر سے کلیسیر (clear) ہوتا ہے
خدا کا جب بن جباتا ہے پیارا محسوسہ
پھر ساری پبلک (public) کا ذییر (dear) ہوتا ہے

اس قطعے میں dear، public، clear، rare کو فی البدیہہ مزاج کے
رنگ میں استعمال کرتے ہوئے پیار بھرا پیغام حقیقت بھی دے دیا۔ اس طرح

ہم جیسوں کے لئے بہت مشکل کام ہے اور میں نے دیکھا کہ ہیر مرشد گھنٹوں نہ
صرف ان کو برداشت کرتے ہیں بلکہ پیار سے نوازتے ہیں۔
اگر کبھی غلطی ہو جائے تو آپ کی ذات ڈپٹ بھی اپنا سیست اور پیار کا
احساس لئے ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ مرشد پاک کی صحبت اور معیت ہمیشہ ملتی
رہے۔ اس سے کبھی محروم نہ ہوں۔





سخاوت و فیاضی

ارشادِ الٰہی ہے:

وَيُؤْتُرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ يُهْمَدُ خَصَاصَةً۔^(۱)
”اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کو جو دیے گئے اور انہی
جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔“

بے شک فقراء اور صوفیاء اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر دوسروں کا
خیال رکھتے ہیں۔ محبت و پیار کا تعلق مسکراہٹ، سلام، مل کر کھانے پینے، ایک
دوسرے کے لئے خیر خواہی کے جذبات، دعاوں اور خوبصورت پیار بھرے
تحقوں کے تبادلے سے بڑھتا ہے۔ شادقلندر یہ مستوار ان سب چیزوں کو پورچہ
اقم لوگوں میں سارا دن فیاضی سے تقسیم کرتے ہیں۔
حدیث مبارکہ ہے۔

تهادوا تھابوا۔^(۲)

”آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے باہمی محبت بڑھے گی۔“

شادقلندر نے ہمیشہ اپنے لئے اس اصول کو مدد نظر رکھا ہے۔



کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

بعض اوقات مریدین آکر اپنی کامیابیوں اور پیشہ و رانہ ذمہ داریوں
کے متعلق بتاتے ہیں تو سرکار ہیر و مرشد بہت دلچسپی سے ان کے شعبہ جات سے
متعلق گفتگو فرماتے ہیں اور ان سے گفتگو کے دوران قرآن و سنت سے ان
موضوعات کے حوالے سے پائی جانے والی معلومات کا اضافہ فرماتے ہیں۔

کائنات، علم طب، علم نجوم، سولار انجی (solar energy)، جدید
اسلک، ایتم بم کی تیاری کے مرحل اور اسی طرح کے بے شمار موضوعات پر سیر
حاصل گفتگو فرماتے ہیں کہ اس وقت امت مسلمہ کم تھن دور سے گزر رہی ہے۔ اس
میں ضروری ہے کہ ہر فرد عشقِ الٰہی کی آگ دل میں جلا کر جدید عصری علوم حاصل
کرے۔

بقول شادقلندر:

جو یار کے سوا اور کو سیلکٹ (select) کرتے ہیں
وہ پیدا اپنے اندر ڈیلفیکٹ (defect) کرتے ہیں
مر مٹے ہیں جو قدم یار پر محسوسہ
پیش کیا ہاں سے بات ڈائریکٹ (direct) کرتے ہیں

یعنی یار کے ہو جاؤ، رابطہ بر اور استقامہ کرو اور عصر حاضر کے تقاضوں کو سمجھو۔

(۱) سورۃ الحشر، ۵۹، آیت ۹

(۲) الأدب المفرد للبغاری: ۵۹۳، السنن الکبری للبیهقی: ۱۶۹



تقریباً ہر روز دور راز سے آنے والوں کے لئے چائے کھانے پینے کا سلسلہ دن بھر ہی نہیں رات بھر چلتا رہتا ہے اور آپ جناب کی توکیا بات آپ کے اہل خانہ اور خادمین بھی خندہ پیشانی سے آنے والوں کی تواضع کرتے ہیں۔

اصل سخاوت و فیاضی باطنی دولت عطا کرنے میں ہے۔ ہر مرشد ہر ایک کو روحانی و باطنی خزانوں سے بے دریغ عطا فرماتے ہیں۔

گجرات سے خلیفہ یونس صدیقی صاحب ایک شخص عدالت خان کی رواداد یوں سناتے ہیں:

”چودبری عدالت خان، دھوڑاں (پاکستانی شمیر کی سرحد پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے) وہاں چودبری عدالت کی دشمنی تھی۔ دشمن داری کی وجہ سے اس کے ہاتھوں 35 سے 40 افراد قتل ہوئے اور 100 افراد کے قتل میں اس کا ہاتھ تھا۔ وہ دربار شریف پر آیا اور اس نے عرض کی: ”جیسا صاحب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں“۔ آپ نے فرمایا: ”اگر بندہ سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ معااف فرمادیتا ہے۔“ آپ نے اس کو دوڑ کر لکھ کر دیے، اس نے وہ وظیفے پڑھے۔ ایک مینیٹ کے اندر اس کو حضور غوث پاک ہٹھلا کر اور رسول اکرم ﷺ کی اکٹھی زیارت ہوئی۔ وہ سویا ہوا تھا، پیر صاحب اس کے خواب میں آئے اور حکم دیا: ”فوراً انہوں اور عسل کرو“۔ وہ کہتا ہے: میں سویا رہا، اتنی دیر میں دیکھتا ہوں، میرے گھر

لاطمع لامعن لاجمع۔^(۱)
”طبع نہیں منع نہیں جمع نہیں۔“

عجب بے نیازی کارنگ ہے کہ بھی پرواہ نہیں کی کوئی کیا لاتا ہے۔ اہل محبت، طالبان حق جب شادقلندر سے ملنے آتے ہیں تو محبت سے تحائف لے کر آتے ہیں اور مرشد پاک اس سے کہیں زیادہ فیاضی سے آنے والوں کی دلجمی، خصوصی علم و فضل رکھنے والے باصلاحیت لوگوں، غریب لوگوں میں بانٹ دیتے ہیں۔ خود کہیں جائیں تو واپسی پر خصوصی لوگوں کے لئے تحائف لاتے ہیں۔

کپڑے، رقوم، کتابیں، خوشبویں، تسبیحات، سرمے، ڈیکوریشن پیسر، اور یہی نہیں موبائل، تبلیٹ پی سی (Tablet PC) اور بے شمار چیزیں اپنے مریدین کو حسپ موقع فیاضی سے دیتے ہیں حتیٰ کہ تعلق والوں کو شادی بیاہ پر خصوصی تحائف بھی عطا کرتے ہیں۔

شادقلندر پیر مستوار نے مادی اور روحانی دونوں حوالوں سے دریخاوت دار کھا ہے۔ دونوں خزانوں سے عطا فرماتے ہیں۔ سینکڑوں لوگوں کا ہر روز آنا اور ہر فرد کو انفرادی طور پر عطا فرمانا کہ اہل دل آتے ہیں تو گزری ساعتوں میں محروم رہ جانے کا افسوس ہوتا ہے۔ کہ آئے تو بڑی دیر سے۔ اور میں نے تو دیکھا ہے کہ

(۱) فرمان حضرت مسروق بن عقبہ علیہ السلام:

”رسول نبی ہے کہ کسی چیز پر میں نہ کرے، جب بے طلب کوئی لائے تو من نہ کرے اور جب لائیں نہ کرے۔“



سفیرِ محبت

محبت نور ہے، محبت طاقت ہے، محبت تحریر کائنات کی کنجی ہے۔ پیر
مستوار قلندر اس نور کے سفیر ہیں۔ بلا تفریق رنگِ نسل، زبان و طبقہ ہر ایک کو خواہ
وہ نیکو کار ہے یا گنہگار، تعلیم یا فنا ہے یا لذ اُن پڑھ۔ ہر ایک کو محبت سے اللہ کی راہ
کا مسافر بنا دیتے ہیں۔ اور راہِ الٰہ کے مسافر کوئی برطانیہ میں ہے تو کوئی
امریکہ میں۔ کوئی ہانگ کانگ میں تو کوئی ساؤ تھہ افریقہ۔ یو اے ای ہے یا
یورپ۔ محبت کی خوبیوں سے معطر روز و شب کے امور بھی چلا رہے ہیں، اور روحانی
سز بھی طے کر رہے ہیں کہ:

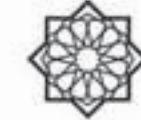
ہاتھ کاروں، دل یاروں

برطانیہ میں مقیم اقتدار حسین شاہ لجھتے ہیں:

”انسان اسکول سے کالج کی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو تجویں و تلاش کی
دنیا میں آتا ہے۔ اس جستجو میں مختلف نظریات اور مکاتیب فکر کا سامنا
ہوتا ہے۔ ایسا ہی کچھ میرے ساتھ بھی ہوا۔ مذہبی اور تبلیغی جماعتوں
میں شرکت کی، چلے بھی گائے۔ کارل مارکس کے نظریات کے تحت یہم
دہریہ بھی ہوا۔ مگر جستجو کم نہ ہوئی۔ میں بھری جہاز کا آفیسر ہوں،
2011ء میں ملائشیا میں ڈیوٹی پر تھا کہ سخت یہار ہوا، ہسپتال میں تشیع

کے سامنے تمام جگہ پر ایک پہاڑی کی چوٹی ہے۔ وہاں پیر مستوار
کھڑے ہیں، ان کے سامنے دو ہستیاں ہیں۔ وہ کہتا ہے: میں پیر
صاحب کے پیچے چھپ جاتا ہوں، کیونکہ ان ہستیوں سے نظر لانا ممکن
نہیں۔ ایک ہستی فرماتی ہے: ”میرا نام عبد القادر جیلانی ہے۔“ اور وہ
میرا ہاتھ زور سے پکڑ لیتے ہیں، اور فرماتے ہیں: ”تمہارا میں ذمہ دار
ہوں۔“ اور وہ مجھے حضور پاک ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔
حضور پاک ﷺ میرے سر پر ہاتھ پھیر دیتے ہیں۔ اس کے بعد
چوہدری عدالت خان پیر مستوار قلندر کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا۔ اس
نے عرض کی: ”پیر صاحب، مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا گیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ
کا دیدار ہو جائے۔“ پیر صاحب نے اسے وظیفہ بتایا۔ ایک مہینے بعد وہ
کہتا ہے، میں جو ہر دیکھتا مجھے ہر جگہ اسم ذات ”اللہ“ نظر آتا۔ کشیر کے
ہر پتھر پر، ہر درخت پر۔ اس طرح اس کی توبہ پیر صاحب کے دلیلے
قبول ہوئی۔“





خواب دیکھوں یا بیداری کی حالت میں ہوں۔ میں تجھے ہر وقت اپنے قریب، اپنے ساتھ، اپنے ہمراہ دیکھتا ہوں۔ جس طرح بس بدن سے دور نہیں ہوتا، اے میرے محبوب اسی طرح تو بھی میری جان سے زیادہ میرے قریب ہے۔ کوئی میری بات کا تھیں کرے یا نہ کرے، میری حالت تو یہ ہے کہ تیرے پاک، مبارک و مقدس ہاتھ کی عطا ہے جو شخص کی تمثیل سے میری ذات، میرے وجود میں نور آیا ہے۔ میرا تن من دھن تجھ پر قربان، میرا تن نثار ہوا پنے محبوب کے ہاتھ کی تجابت (بزرگی) کی سوز پر میں مرشد کی محبت میں یوں بخوبی گیا ہوں کہ میری اپنی ذات نہیں رہی۔ بس وہی ہیں دل میں بھی، ظاہراً بھی، باطنًا بھی)۔

اسکی کیفیات اور احساسات پہلے بھی تجربے میں نہ آئے تھے۔ جناب سے بہت توجہ اور محبت کا فیض ملا۔ انہی دنوں علاج بھی چلتا رہا لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ایک دن جناب قلندر پاک سے فون پر بات ہوئی اور انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے عرس پر آنے کی دعوت دی، سخت سردیوں کے دن تھے اور سردیوں میں خون کے خلیے ٹوٹنے لگے، ہیموگلوبین کم ہونا شروع ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے بندہ کو مدد میں جا سکتا ہے، ڈاکٹروں نے سردیوں سے بچنے کا کہا ہوا تھا۔ مگر میں عرس پر چکوال گیا، رات کی نشت میں سردی کی وجہ سے بلڈ کنڈیشن ٹھیک نہیں تھی۔ ہیموگلوبین کم ہونا شروع ہو گیا، جناب نے میری طرف نکاہ کی اور فرمایا: ”ان کو کمبل لا کر دو، ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔“ یہ عجیب کرامت تھی کہ بن کہے ان کو خبر ہو گئی۔ کمبل آیا اور

کی۔ ڈاکٹروں نے بلڈ کنڈیشن تشخیص کیا اور مزید ٹیسٹ کروائے کہ دن بدن خون میں کمی کیوں ہو رہی ہے۔ 2012ء میں جنکی علاج کی غرض سے کراچی گیا۔ انہی دنوں میرے بیٹھے علی عباس شاہ سے بیٹھک بھی رہتی تھی۔ علی عباس نے میر مستوار قلندر کا ذکر کیا اور ڈنیپس میں ہمار صاحب کے نامزد کردہ محمد علی کامدار کے گھر روحانی نشت ہوتی ہے۔ میں نے سوچا کہ معلوم نہیں کس قسم کے لوگ ہوں، یا کوئی عامل یا جادوگر کا چکر نہ ہو۔ ایک دن علی عباس مجھے محمد علی کامدار صاحب کے گھر لے گئے۔ پہلی ملاقات میں ان کی باتیں مختلف اور اچھی لگیں۔ دیوار پر پیر مستوار قلندر کی ایک خوبصورت تصویر لگی ہوئی تھی۔ بزرگ بس اور سرخ دستار میں ملبوس قلندر پاک کا ایک جنت نظیر چہرہ تھا۔ ایک خاص قسم کی کیفیت تھی، میں کافی دیر تک دیکھتا ہرا۔ کامدار صاحب نے پیر صاحب کا تعارف کروا یا۔ کچھ دنوں بعد پھر جاتا ہوا، محمد علی کامدار صاحب نے جناب قلندر پاک سے فون پر بات کروائی۔ جناب کی آواز میں ایک عجیب کشش تھی۔ اسی رات جناب کو خواب میں دیکھا اور ایسا لگا کہ:

خوابہ یا بیدارم تو با منی با من
ہمراہ و ہم سایہ نزدیک تراز پیر ہن
باور کنم یا نہ ہرم نسما تو
ایشارِ تن سوڑ نجیب دستا تو
(اے میرے محبوب! تو ہر گھری، ہر لمحے میرے ساتھ ہوتا ہے۔ میں نیند کے عالم میں



طبعیت یکدم بہرہت ہونے لگی۔ میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ دل نے گواہی دی کہ آپ جناب ولیٰ کامل ہیں۔ بے شک آپ وقت کے قلندر ہیں۔ آپ کے پاس جب بھی آیا، جب بھی بیٹھا، دل ایمان سے منور ہوتا چلا گیا۔ یہ سہرا میرے بیٹھے عباس کے سر ہے جس نے مجھے ولیٰ کامل، مستوار قلندر تک پہنچایا۔ اور میرا باطن محبت الہی، عشق رسول ﷺ سے روشن ہوا۔ اللہ پاک ہمیشہ جناب قلندر پاک کے ساتھ رکھے اور استقامت عطا فرمائے۔“

امریکہ سے مبشر مستواری بیان کرتے ہیں:

”ہماری پروردش امریکہ میں ہوئی ہے۔ امریکہ میں اسلام کی کافی development ہے، اور انسانی و سماجی اقدار بھی قائم ہے۔ یہاں اسکولوں میں ہر طرح کی تعلیم بھی ہے اور independence in career بھی۔ انسان کافی ترقی کر لیتا ہے۔ پھر بھی سب کچھ ہوتا نہ ہونے کے برابر ہے۔ انسان یہاں امریکہ میں ذہنی طور پر تنگ ہے اور بے سکونی ہے۔ پورا علم دین ہونا نہ ہونے برابر محسوس ہوتا ہے۔ ہر ایک طالب اپنی زندگی میں خالی پن محسوس کرتا ہے۔ قلندر پاک پیر سید محمود حسن شاہ خاکی، ہمارے father، mother، ہمارے best friend، ہمارے counselor، ہمارے طاہری دوست اور ہمارے باطنی کیفیت کے مالک۔ جب آپ سے بیعت ہوئی، جب اس دل کے رشتے کی نیت کر کے خدا تعالیٰ سے ملتا چاہا۔ پھر صاحب مج



نے حقیقت کا ثبوت دے دیا۔ آپ کی نظر نے ہمیں اپنے وجود سے باہر کر دیا اور رب تعالیٰ سے ہمیشہ کے لیے ملا دیا۔ یہ پھر صاحب کے بغیر ناممکن تھا کیونکہ ہم پوری زندگی اسلامی ماحول میں رہتے رہے مگر اللہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ پھر صاحب جی کی presence میں آ کر اللہ پاک کا موجود ہونے کی دل نے گواہی دی۔ آج کے دور میں آپ ہی صاحبِ تصوف ہیں۔ آپ ہی تور دینے والے ہیں، اور ایک حیوانی زندگی گزارنے والے کو انسان بنانے والے آپ ہیں۔“

برطانیہ سے کھتریں شاہ کھتی ہیں:

"My name is Katherine Shah and I said my Shahada over 10 years ago. Since then I have been slowly finding my way into Islam – at times quite reluctantly and with difficulty. I have met quite a few Muslims over the years, from different countries and sects of Islam, and many of them asked me, "What has changed in you since becoming a Muslim?" I had always found this question very difficult to answer, as I didn't really feel much had changed, apart from starting to have a fear in me that I was doing everything wrong. I had been told all the things that I shouldn't do; all the things I should do, and what would eventually happen to me if I didn't do them. I began to realise that I had been



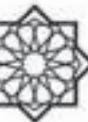
exceptional and unique but at the same time meeting a very close friend.

My Urdu is very, very weak, so when I find myself sitting for several hours at a time in the presence of this gentleman feeling filled-up with contentment and peace, it's very strange. I can't understand most of his teachings there in the moment, but somehow I am absorbing some sort of spiritual calm that is not linguistic in its way of communication. How can I explain it? Through the translation of his speeches, but more importantly by spending time with him, I understood he was talking about God, Allah, in a COMPLETELY different way from those Muslims I had mixed with before. He was explaining the REAL Love of God – that Love which is 70 times greater than a mother's love, that Love which is all consuming and ever-present. Qalandar Sahib teaches us about our beloved Prophet ﷺ and his family; he teaches us about the purification of the soul, through self-reflection and self-recognition. He teaches us about love for all Humanity; and we are further reminded of this by saying, "Rabal Alameen", not "Rabal Muslameen" and Prophet Muhammed ﷺ "Rehmat al Lil Alameen", not "Remat al lil Muslameen". I think many Muslims have forgotten this and are far too

introduced to a God of fear and terror, a God to be frightened of all the time. I thought to myself, is THIS Islam? How can this be the same Creator who loves us 70 times more than our own mother? The same Creator of the world in which we live? The same Creator of all the beautiful and diverse beings that inhabit this world?

If I'm honest, I didn't feel attracted to this picture of Islam being passed to me. That was until I met Mastwaar Qalandar Sahib, in Lahore a few years ago. By chance, he was also visiting Lahore and my husband, Iqtidar Hussain Shah, and I had the opportunity to visit him one evening during a mehfil. I felt quite nervous, as I had been told he was a great Sufi and wondered what he would think of this white, English woman, dressed in Pakistani clothes! There were only a handful of people in the room and we were greeted very warmly by all of them, especially Qalandar Sahib, and made to feel very welcome. I thought it strange, at first, that such an important man, such a friend of God, should be sitting like that in a small room with so few people, in such a relaxed and informal way. I have since realised how very fortunate and blessed I was to have met him in such a way for the first time, in such close contact. It was like meeting someone





طرح سے داخل ہونے کے لیے جدوجہد کی۔ کبھی مشکل بھی ہوتی تھی اور اس دوران کئی مسلمان ملے جنہوں نے بارہا پوچھا کہ اسلام کے بعد آپ کے اندر کیا تبدیلیاں آئی ہیں؟ اور مجھے اس سوال کا جواب دینے میں بہت دقت ہوتی تھی۔ شروع ہی سے مجھے بتا دیا گیا تھا کہ کیا سمجھ ہے اور کیا غلط، اور کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔ اور خدا کا خوف اور رہشت طاری ہو گیا تھا۔ میں بارہا خود سے پوچھتی تھی کہ کیا خدا ایسا ہو سکتا ہے؟ وہ تو 70 ماوں سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے پھر اسلام ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ مجھے کہوں تو اسلام کی اس تناظر سے مجھے کشش محبوں نہیں ہوتی تھی۔ بس جب تک میری ملاقات چند سال پہلے قلندر صاحب سے نہ ہوئی تھی۔ اتفاق سے وہ لاہور کے دورے پر تھے، اور میرے شوہرا فائدہ ارشاد اور مجھے سعادت حاصل ہوئی کہ ایک محفل میں جسیں ان سے ملٹے کام موقع ملا۔ میں نے ساتھا کہ وہ بہت بڑے صوفی ہیں اور میں سوچ رہی تھی کہ اتنی بڑی ہستی کا مجھے جیسی ایک اگریز کو پاکستانی لباس میں دیکھ کر پڑے نہیں کیا تاثر ہو گا۔ اور میں حیران تھی جب ہم ایک چھوٹے سے کرے میں داخل ہوئے اور جس طرح کا دیکھ میں کیا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے میرے شوہر اور مجھے بڑا دارم و دیکھ کیا۔ مگر قلندر صاحب کی گرم جوشی اجتماعی تاثر کرن تھی۔ میں سوچ رہی تھی کہ اتنی عظیم شخصیت اور اللہ کے ولی ایک چھوٹے سے کرے میں لوگوں کے ساتھ اتنے آرام اور بے لکھنی سے بیٹھے ہیں، اس وقت مجھے احساس ہوا کہ یہ کتنی بڑی سعادت کی بات ہے کہ مجھے پیر مستوار قلندر جیسی بڑی ہستی سے ملاقات کا اعزاز حاصل ہوا، وہ بھی اتنے قریب سے۔ ایسا لگا چیز کی منفرد ہستی سے ملاقات ہو رہی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مجھے کوئی خاص یا قریبی دوست سے۔

میری اردو بہت ہی زیادہ کمزور ہے، اور مجھے اس کرے میں اتنے گھنے گزارنے پر بھی ایک بیگب سر اور سکون ال رہا تھا، جو کہ حیرت انگیز تھا۔ میں ان کی

busy pointing out the mistakes of others, criticising and hating each other, rather than looking for the common ground that could unite us all – beyond the bounds of Islam – LOVE.

Returning to the question, "What has changed in you since becoming a Muslim?" Actually, the question should now be, "What has changed in you since meeting Qalandar Sahib?" The answer is easy – everything!

I was attracted to Mastwaar Qalandar Sahib's teachings because they are a message of love; a message that we should show kindness and forgiveness, regardless of a person's social status, wealth, skin colour, nationality or language spoken, or whether they call Our Divine Creator by any other name than Allah. Instead of focusing on the faults in others, we must first try to recognise all the faults within ourselves, only then can we attempt to change, only then can we begin to change our heart into a mirror that reflects only the Divine Light. This is the only message I am interested in, a message of peace and love for all humanity and it is the message of Peer Mastwaar Qalandar, my teacher."

(میرا نام کی تحریر شاہ ہے۔ میں یونیورسٹی آف ایسٹ اسٹبلیا میں پڑھ رہوں، مجھے اسلام قبول کیے دس سال ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد سے میں نے اسلام میں پوری



پیغام سے دلچسپی ہے۔ ”جو ہے ان کا پیغام، اور محبت سب کے لیے۔ یہ ہے میرے
قیمتوار قلندر کا پیغام۔“

کیپ ناؤن، ساؤ تھاریقہ سے فہیم پیر سن لکھتے ہیں:

This is Faheem Peterson, Muhabbat Misison has really taught me about myself. And when I said that myself I'll be referring to our true self, which is the self. But important to make contact with our self we need an echo beated heart. Because only with love we are able to make contact with our self and the moment soul makes contact with itself. It starts falling love with itself. And in the moment of love we are able to give love because only with love we are able to heal ourselves and around us. And in the moment of love, we start seeing God in everything. And we realize that we are not separate from Him and all experiences are not separate from Him. We earn what we are seeking.

Thank you Muhabbat Mission,
thank you Pir Mastwaar Qalandar.”

(محبت من نے مجھے اپنے بارے میں جاننا سکھایا۔ اور جب میں اپنے بارے میں کہدا ہوں تو اس کا مطلب حقیقی ”میں“ ہے۔ لیکن اپنی حقیقت سے رابطہ کرنے کے لیے ایک محبت سے دعویٰ کیا ہو اول چاہیے۔ کیونکہ محبت ہی سے اپنی حقیقت سے رابطہ ممکن ہے۔ اور اسی رابطے کے دروازے انسان کو اپنی حقیقت سے محبت ہو جاتی ہے۔ اور

زبان نہیں سمجھ پا رہی تھی مگر ایسے لگ رہا تھا جیسے ان کی باتوں کو سمجھنے کے لیے زبان کو سمجھنا ضروری نہیں۔ میں کیسے سمجھاؤں؟ ان کے ساتھ وقت گزارنے سے احساس ہوا کہ وہ اللہ کی بات کر رہے ہیں، مگر ان کا انداز اور سکھانے کا طریقہ دیکھنے ہی رہنا ہوں سے بالکل مختلف تھا۔ وہ اس محبت کی بات کر رہے تھے جو حقیقی تھی، یہ وہی محبت تھی جو 70 ماوں سے بڑھ کر محبت کی تھی۔ قلندر صاحب ہمیں رسول اللہ ﷺ اور الہی بیت ﷺ سے محبت کا درس دیتے ہیں۔ وہ اپنی روح کو پاک کرنے کا درس دیتے ہیں۔ ہمیں بارہ یاد وہاں کروائی جاتی ہے کہ اللہ رب العالمین ہے، رب اسلمین نہیں۔ رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، رحمۃ مسلمین نہیں۔ میرا خیال ہے زیادہ تر مسلمان اس بات کو بھلا کچے ہیں اور وہ ایک دوسرے کی غلطیوں پر تحکیم میں ہی مصروف ہیں۔ اور اس بات پر توجہ ہی نہیں کہ کس طرح ہم ایک ہو سکتے ہیں۔ بجاۓ اس کے کوحدت و اتحاد کی راہ ہموار کرنے پر توجہ ہیں۔ اور اس ایک لکٹنے پر غور کریں جو ہمیں انسانیت کا درس دیتا ہے اور کسی نہیں کی رسم و رواج سے بالاتر ہے، اور وہ محبت ہے۔

اب میں اسی سوال کی طرف دوبارہ آتی ہوں کہ ”کیا بدلا ہے آپ میں اسلام میں داخل ہونے کے بعد؟“ تو اب سوال یوں ہوتا چاہیے کہ ”کیا بدلا ہے آپ میں قلندر صاحب سے ملتے کے بعد؟“ تو جواب آسان ہے کہ ”سب کچھ۔“

میں مستوار قلندر کی تعلیمات سے اس لیے متاثر ہوئی کہ ان کا پیغام ”محبت“ ہے۔ ایسا پیغام کہ ہمیں رحم و ری اور در گزر سے کام لیتا چاہیے، بغیر ذات پات، رنگ و نسل دیکھے بغیر کہ کوئی ہمارے رب کو کس نام سے پکارتا ہے۔ ہمیں دوسروں کے بجاۓ اپنی غلطیوں پر نظر کرتی چاہیے، جب ہی جا کر ہم اپنے اندر اسی حبد میں لا سکیں گے جو ہمارے دلوں کو ایسا آئندہ بنادے گی کہ جس سے وہ نور جھکتے گا۔ مجھے اسی



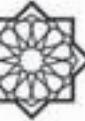
والوں کو پریشان کرتے ہیں، ان کا بھی حال ہوتا ہے۔ ”باقی تمام لوگ یہ دیکھ کر اور ہم سب یہ دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں، اور قافلہ آگے بڑھتا ہے، اور تھوڑا آگے جاتے ہی سب حضرت امام حسین علیہ السلام کے روپے کی زیارت کرتے ہیں۔ جب آنکھ کھلی تو بس یہ شکر ادا کیا کہ ہمیں اللہ نے اتنے پیارے سرکار پیر مستوار قلندر کی محبت عطا فرمائی ہے۔ ان سے بیعت اور قربت نے ہم سب کی زندگیوں کو بدل دیا ہے۔

میری بیٹی عیشل جب 4 سال کی تھی، اسے Squint (آنکھوں کی پراپلیم ہوتی ہے جس میں آنکھوں میں بھینگا پن آنے لگتا ہے) ہوئی۔ پاکستان میں یہ مرض diagnose ہوا۔ ڈاکٹر نے فوری آپریشن کا کہا، کہا کہ اگر فوری آپریشن نہ کروایا تو نظریں بہت تیزی سے کمزور ہو جائیں گی۔ میں بہت پریشان تھی، پیر صاحب کے پاس گئی اور ان سے دم کروایا۔ سرکار نے عیشل کو دیکھا اور سکراتے ہوئے فرمایا ”اسے کسی آپریشن، دوایا یا ثریثٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ وقت کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گی“۔ واپس ہاگ کا ہاگ آکر آئی اسپیشلٹ کو دکھایا۔ یہاں چائیز ڈاکٹر نے لفظ بالفظ وہی کہا جو سرکار نے فرمایا تھا کہ، اسے کسی میڈیسن، آپریشن یا ثریثٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ وقت کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گی۔ اور نظریں بھی ٹھیک ہیں، جبکہ ہمارے ساتھ ہی ایک اور بھی کے ساتھ بھی بھی مسئلہ تھا۔ اور اسے ثریثٹ اور آپریشن دونوں کروانا پڑا، عیشل اب 11 سال کی ہے، اور سرکار کے کرم سے

محبت کے اسی رابطے سے ہم محبت بانٹ سکتے ہیں۔ اور یہ محبت ہی ہے جس سے ہم اپنی اور گرد کے لوگوں کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اسی محبت سے ہمیں اپنی اور گرد ہر شے میں خدا کا انکار نہیں ہے۔ اور اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ خدا ہم سے جدا نہیں۔ اور ہمارے احساسات بھی اس ذات سے جدا نہیں ہیں۔ اور یہ احساس ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہم وہ حاصل کر رہے ہیں جس کی ہمیں تلاش ہے۔ (شکریہ محبت میں شکریہ پیر مستوار قلندر)۔

ہاگ کا ہاگ سے زگس شفقت بیان کرتی ہیں:

”پیر صاحب سے بیعت ہونے کے پچھا ماہ بعد میری شادی ہوئی، چونکہ خاوند ہاگ کا ہاگ میں مقیم تھے۔ اس لیے مجھے بھی پاکستان سے ہاگ کا ہاگ نہیں ہوتا پڑا۔ میری والدہ کی خواہش بھی تھی کہ ان کے سب پنج سرکار پیر مستوار قلندر سے محبت کریں، وفا کریں اور مرشد کی اہمیت کو سمجھیں۔ اور چہاں بھی ہمارے نصیب جڑے ہیں وہ بھی ہماری باتوں کو سمجھیں اور سرکار سے محبت کرنے والے ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم ایک قافلے کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں اور ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ہریدی مریدی اور مرشد کی اطاعت پر تھیک کیا کرتے تھے۔ وہ اس بات سے غافل تھے کہ مرشد پاک کی محبت اور محبت ہر کام کو آسان بناتی ہے۔ ان لوگوں کی تھیکیہ جاری تھی کہ اچاٹک سے سب تھیک کرنے والے پتھر کے بن جاتے ہیں۔ اور ایک آواز آتی ہے کہ ”جو لوگ اللہ کے ولیوں کی مخالفت کرتے ہیں، ان کے چاہنے



محبت مشن کی خدمت میں گزرے۔ آمین۔“

ٹکاگو (امریکہ) سے عنبرین زیری الحسی یہیں:

”میں ہیر مستوار قلندر کی مرید ہوں۔ ان سے ملنے سے پہلے مجھے پڑے نہیں تھا کہ اصل مسلم کون ہوتا ہے۔ میں بہت پریشان تھی، جب میں ان سے ملی اور بیعت کی، میری پوری لائف بدل گئی۔ مجھے ایک نئی زندگی ملی، مجھے لائف کی happiness ملی، مجھے میری پوری دنیا مل گئی، after I found Him، ہے کیونکہ میں امریکہ میں پہلی بڑھی تھی۔ لیکن جب میں نے امریکہ میں ہیر صاحب کی زیر سرپرستی تصوف کی studies شروع کی تو مجھے پڑے چلا کہ بیعت کتنی ضروری ہے۔ مرشد کا ہونا بہت important ہوتا ہے۔ اگر آپ کے پاس مرشد نہ ہو تو شیطان آپ کا مرشد بن جاتا ہے۔ ہیر صاحب کی وجہ سے میری پوری لائف تبدیل ہو گئی۔ مجھے اصل میں ہیر صاحب نے teach کیا کہ اللہ کون ہے، اور ہمارے رسول ﷺ کون ہیں۔ ہیر صاحب نے مجھے سکھایا کہ اصل محبت کیا ہے، دوسروں کے لیے، اپنے حضور پاک ﷺ کے لیے اور اللہ کے لیے۔ ان سے پہلے میں گراہ گھی اور مجھے نہیں پڑھا کہ اصل محبت اور اسلام کیا ہے۔ ہیر صاحب نے مجھے اصل محبت کرنا سکھایا، اصل اسلام کے بارے میں سکھایا، اصل زندگی کے بارے میں سکھایا۔ ان کے بغیر میں بالکل

بالکل شیک ہے۔ کبھی کسی دوا یا ٹریٹمنٹ کی ضرورت نہیں پڑی۔ چند ماہ پہلے ہی ڈاکٹر کا چیک اپ تھا اور انہوں نے اس کی فائل کلوز کر دی، کہ اسے اب روشن چیک اپ کی ضرورت نہیں ہے۔“

بیک سے ہشام رفیق لمحتے ہیں:

”2014ء کا واقعہ ہے کہ میں فیکٹری کے کام سے واپس گھر جا رہا تھا، اس دن بیکاک میں تیز بارش ہو رہی تھی اور اس روز میرا تنگین رود ایکسٹر ہو گیا اور میرے بچپن کی امید بالکل نہیں تھی۔ گھر والوں نے فوراً سرکار سے دعا کی التجا کی، ان کے کرم سے میں موت کے منہ سے واپس لوٹ آیا۔ لیکن سر میں شدید چوٹیں آنے کی وجہ سے میرے سر میں شدت سے تکلیف رہتی تھی۔ جبکہ میرا CT scan ہو چکا تھا اور رپورٹ بھی صحیح تھی۔ گھر درکی شدت ایسی تھی کہ ہوا کی تیزی اور شور سے تکلیف برداشت نہیں ہوتی تھی۔ جب سرکار بیکاک تشریف لائے تو میں نے ان کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا، اور درد کے بارے میں بتایا۔ تو سرکار نے توجہ بھری نگاہ سے مجھے دیکھا اور فرمایا ”تمیک ہو جاؤ گے۔“ وہ دن اور آج کا دن مجھے دوبارہ کبھی درنہیں ہوا۔ میں یہ کہوں گا کہ میں آج ہوں تو ان کے کرم سے، اور یہ زندگی ان کی طرف سے ہے، اور ان ہی کے لیے ہے۔ غرض کر سرکار نے مجھے نہ صرف نئی زندگی عطا کی بلکہ محنت و تندرتی بھی عطا کی۔ میری دعا ہے کہ یہ زندگی



Manchester UK. I studied Law and work in the social housing sector as a housing officer.

It is important to note that I had no knowledge of spirituality before I met Hazrat Ji. I believed in Auliya but I didn't know much about tasawuf and the realities. I was just living a simple life but always trying my best to please Allah swt.

I met Hazrat Ji in August 2017 whilst he was in the UK, I visited him in Derby, UK so he could make dua for me regarding a personal matter. I didn't really know anything about him but knew he was a true wali of Allah swt. When he entered the room I felt something in my heart and felt that just by sitting in his company in silence was a blessing and that he didn't need to talk I could just feel it. I could feel his Nur spreading all around me. After a brief conversation about Zikr I was invited to attend the London sittings to learn meditation. This was something unknown to me and intrigued me to drive more than 200 miles alone from Manchester as I thought I might learn something new, however I had no expectations and was just going with the flow.

A week later I arrived in London and together with the Mureeds and hazrat sab we all went to a park. When we all got out the cars, I remembered a story my mother told me about the importance

اہوتی۔ جب ان کی صحبت میں بیٹھتی تو لگتا ہے کہ میں پرانے زمانے میں چلی گئی ہوں۔ وہ زمانہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمارے حضور پاک ﷺ کی تشریف فرمائتے تھے۔ لگتا ہے کہ پورا دربار میں مدینے جیسا منظر ہے۔ پیر صاحب کے اندر وہی نور ہے جو ہمارے سرکار ﷺ کے دل میں جملگا تا تھا۔ پیر صاحب اتنے محبت والے ہیں، ہمارے لیے اتنا sacrifice ہے۔ آپ اپنے لیے کچھ نہیں کرتے۔ یہاری میں بھی اللہ کا پیغام دنیا میں پھیلانے میں مصروف رہتے ہیں۔ میں سوچتی ہوں، واقعی میں یہ اللہ کے ولی ہیں۔ اس لیے کہ کوئی عام بندہ نہیں کر سکتا جو وہ کر رہے ہیں۔ وہ اس دنیا میں اللہ کی طرف سے بیسیے گئے ہیں۔ بس ایک اللہ کا ولی آپ کی آنکھ کھول سکتا ہے۔ وہی اللہ اور حضور پاک ﷺ کی پیچان کرو سکتا ہے، وہی اصل حقیقت سے آشنا ہے۔ اس دور میں بہت ضروری ہے کہ انسان مرشد کامل کی صحبت اختیار کرے، especially پیر مستوار قلندر کی صحبت اور سُنگت۔ وہ تو حسنه اور حیثیت ہیں، وہ واقعی میں ہمیں سکھا سکتے ہیں جو حضور پاک ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ بہت سے مسلمان اس لیے پریشان ہیں کہ وہ صحبوں سے دور ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتی رہوں، اور یہ پیر صاحب کی تربیت کا نتیجہ ہے۔“

ماچھڑ (برطانیہ) سے شناہ عامہ حسین بیان کرتی ہیں:

"My name is Sanaa Amira Hussain and I reside in



the blessings of my Murshid. Everything has changed for the better, not only did my problem get solved (which was the waseela for meeting Hazrat Ji) but I feel I am understanding the true meaning of Islam, tasawuf and Allah swt which is all summed up in the name of 'M u h a b b a t Mission'. May Allah swt always raise my Murshid in his ranks, give him health and bless him for carrying on the legacy of Rasool salallahu alayhi wasallam to spread love- ameen."

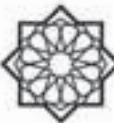
(میں نے دکالت کی ہوئی ہے اور اب ایک سو شش ہاؤسگ آفیسر ہوں۔ حضرت صاحب سے ملتے سے پہلے مجھے کوئی روحانی علم نہ تھا۔ اول یاء کرام پر تین تھامک تصوف کے بارے میں مجھے کچھ پڑھنا تھا، اس ایک سادہ زندگی گزار رہی تھی۔ اللہ کو خوش رکھنے کی کوشش جاری تھی۔ حضرت جی سے یو کے میں ملاقات ہوئی، انہیں اپنی ایک دعا کروانے کا کہنا تھا اور ان کے بارے میں زیادہ کچھ جانتی تھی۔ اتنا پڑھنا کہ سچے ولی اللہ ہیں، مگر ان سے ملاقات کے لیے جب گئی اور وہ کمرے میں داخل ہوئے تو مجھے ایک روحانی سرور تھا اور صرف ان کی موجودگی میں کچھ دریافت ہوتا جیسے بہت مبارک تھا۔ اور میں اس کیفیت کو اپنے آس پاس محسوس کر رہی تھی۔ مجھے مرائب کی حظلوں میں مدح کیا گیا جو میرے لیے بالکل نیا تھا۔ میں سرا تپہ سکھتی ہیں مگر ایک دن جب میری نظر حضرت جی کے قدموں پر گئی تو مجھے اٹھ گئی۔ بھین میں کی ہوئی والدہ کی ایک بات یاد تھی کہ اول یاء کرام کا کیا مقام اور ان کا کیسے ارب کیا جاتا ہے۔ مجھے ان قدموں کو سمجھنے سے لگا جیسے میں ایک خاص ہستی کو پا پہنچی ہوں۔ جبکہ میں نہیں جانتی تھی کہ قائد کیا ہیں، مگر ایک ایسا نشانہ اور احساس تھا کہ کوئی سوال سوچنے یا سمجھنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

of the adab of Auliya and out of respect I looked at Hazrat Ji's feet. The second I looked at his feet I was given a taste of divine wine. I couldn't take my eyes off his feet and knew that I was looking at someone very special connected to Allah swt—a true high raking wali, a Kalander. At that point I didn't even know what a Kalander is but it didn't need to be explained as this experience was more than enough to define it. Although this was very strange and surreal for me I was too deep in the state of Awe to question or think anything else. It just felt right in my heart and I knew this was the truth.

During this period I learnt meditation, more about tasawuf but more importantly just sitting in silence in Hazrat Ji's company was doing something to my heart. I felt myself slowly waking up from the dream I had been living all these years. Hazrat Ji's way of teaching was very unique and I found his message always to be full of love. During my stay I felt so much love and joy in my heart. Before I gave Hazrat Ji Bayah I realised that my heart already gave him a batani bayah the first time I met him. This was then followed by a zahari beth.

Since then my journey back to Allah swt continues but now it continues in peace and with





know this energy I'm feeling came to life. To me a sign and something that really mystified me was I don't speak his language and we hardly spoke however there was this unseen communication, I use to sit with Pirsab for hours alone or in gatherings just gazing at him in. In every meeting I felt this feeling of divine love being poured within me. Every feeling had a message and every message had its own unique experience, the relationship kept getting stronger..I keep coming back for more.

Pirsab helped me understand that there is a part of us that has no limitation his message is realize yourself, not this body there is something much greater that exists within the body.

Many times I would go with questions but everything I needed to know was answered in that one glance. It was the most complete feeling I have ever had and changed my entire perspective on life.

We have lost our identity as divine beings, so little I knew about the innerself or what it was.

Pirsab made me realize not just who I am but was I given a direct experience. Through his blessings i now share this beautiful awakening reviving the Hearts of mans people in the West of all background beliefs in the UK.

مرا قرتو میں سے کوہی تھی لیکن حضرت جی کی صرف نگت میں خاموشی سے بیٹھتا، وہ کچھ عطا کر رہا تھا جیسے مجھے ایک خواب سے جگایا گیا ہو۔ مجھے لگا جیسے میرا دل ان سے بالٹی بیعت پہلی نظر میں کر چکا ہے۔ اور پھر میں نے ظاہری بیعت حاصل کی۔ بس اب سب کچھ بدلتا چکا ہے، ان کے دلیل سے میرا مسئلہ بھی حل ہو گیا اور اب مجھے اسلام کا اصل مطلب سمجھا آ رہا ہے۔ تصوف کیا ہے اور اللہ کیا ہے، اس کا ایک تی خلاصہ ہے ”محبت مشن“۔ اللہ میرے مرشد کی عمر دراز کرے اور صحت و ملائی عطا کرے کر انہوں نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حقیقی تعلیمات کی طرف گامزن کیا ہے۔ یعنی محبت پھیلانے کا مشن)۔

لندن (برطانیہ) سے فہم پیڑن لکھتے ہیں:

"The most important meeting for any Human Being.

My name is Shahiem.

I would like to share a few words meeting of a Great Saint Peer Mastwaar Qalander (I address as Pirsab) now a proud student of his teaching. Curious and hungry for deeper understanding about this life and everything In it, 6 Years ago I met Pirsab in London where he made his second tour visit. Upon my first meeting I felt immense love filling my entire being, at first I was not sure what was happening but it felt beautiful and very Sacred.

In this moment I experienced my real identity, something started to blossom within a desire to



کمیرے وجود کی حقیقت کیا ہے)۔

لندن (برطانیہ) سے ماریہ تاج بیان کرتی ہیں:

On the morning of 19th May 2016 as I was making my way to school for my GCSE Chemistry exam. I encountered an event that has changed my whole outlook on life. My name is Maria Taj daughter of Raja Tariq Mehmood and I will be talking about my near death experience. Recalling an experience that occurred over 2 years ago makes me feel strangely nostalgic yet very grateful that I am lucky enough to be here to tell others of it and also be currently in sixth form studying my A levels. The night before the incident I was up all night trying to get any last revision I could possibly cram in to my mind. The morning that followed was a consequence of zero hours of sleep living solely on coffee. I left the house normally saying my prayers and kissing my mother goodbye hurrying in anticipation for what may follow of my revision. I left with my sister and we were talking as we usually do about the most trivial of things. Bustling through the busy streets of London we approach a pelican crossing. I felt anxious as I hurriedly pressed the button on my right slightly paranoid that I may be running late. I cross

Theres a treasure within us all waiting to be discovered, thank you Peer Mastwaar Qalander for you unconditional love and this beautiful awakening. You did something that no normal human being can give, unlocking a part of me I never knew existed.

(میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہوں گا، مستوار قلندر سے ملاقات کا (جنہیں میں ہر صاحب کہہ کر مخاطب کرتا ہوں) اور ان کا مرید ہونے پر فخر ہوں گرتا ہوں۔ اس زندگی اور اس سے مختلف ہر چیز کو جانتے کی پیاس اور جنس لیے چھ سال پہلے میں ہر صاحب سے میں لندن میں ملا۔ جو کہ ان کا دوسرا دورہ تھا۔ پہلی ہی ملاقات میں مجت ایک شدت کے ساتھ میرے پرے وجود میں اترتے ہوئے ہوں گے۔ پہلے پہل تو مجھے سمجھنیں آیا لیکن یہ کیفیت بہت خوبصورت اور مقدس تھی۔ اس لمحے میں میں نے اپنی اصل پیچان ہوں گے کی۔ اندر ہی اندر ایک پر کیف توانائی نے مجھے پہنچا شروع کیا۔ جبکہ میں ان کی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔ بس ایک ناقابلی بیان رابطہ تھا۔ میں ہر صاحب کے پاس گھنٹوں بیٹھا رہا اور نہ اپنیں سمجھتا رہا، اور ہر کیفیت میں ایک پیغام اور ہر پیغام میں منفرد تجربہ اور یہ رشتہ گہرا ہوتا چلا گیا۔ انہوں نے سمجھایا کہ اپنے آپ کو پیچانو، یہ جسمانی حدود سے بہت بڑھ کر ہے۔ جو ہر انسان کے باطن میں ہے۔ ہر بار ایک سوال لے کر جاتا اور صرف ان کی ایک نظر سے مجھے سوال کا جواب مل جاتا۔ ہم اپنے اصل وجود کی شاخت کو پکے ہیں، اور جو کچھ مجھے سمجھا آیا اس نے میرا بطن بدلتا دیا۔ آج ان کی توجہ اور عنایت سے میں یوں کے میں لوگوں کو اسی بیداری کے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں فکر گزار ہوں مستوار صاحب کا کہ جو آپ نے کیا وہ کوئی عام انسان نہیں کر سکتا۔ مجھے میں اپنے وجود کی پیچان ایسے کروائی کہ جس کا مجھے خود علم نہ تھا،



At the time I didn't realise that Mastwaar Qalandar was behind this but the more I think about it the more it makes sense.. His warm presence guarding me from all harm.

At the dawn of this year I can say without a doubt that my beloved Mastwaar Qalandar was the reason for my second life and me being able to be here to say all of this is all due to him.

I was the lucky one. I was kept safe. By my guardian angel.

If anyone wishes to see the video footage of the incident it is attached here

<https://m.youtube.com/watch?v=8O-3JWqlxag>

(۱۹) می ۲۰۱۶ء کی صبح جب میں اپنے کیسٹری کے پرچے کے لیے لٹکی تو جو حادثہ ہوا اس نے میرے پوری زندگی بدل دی۔ میرا نام ماریہ تاج دختر راجہ طارق محمود ہے۔ اور آج میں اپنے موت کے قریب تر حادثے کی بات کروں گی۔ اس حادثے سے ایک رات پہلے میں لمحہ بھر بھی نہ سوئی تھی کونکہ میں اپنے پرچے کی تیاری میں ایک لمحہ بھی صائم فیض کرنا چاہتی تھی۔ صبح حسب معمول والدہ کو خدا حافظ کہہ کر لٹکی اور اپنی بہن سے روزمرہ کی طرح بات چیت کرتی جا رہی تھی۔ اپنی دھمن اور جلدی میں احمدن کی ایک معروف شاہراہ سے میں اس تھیزی سے گزری کہ بس کی تھیزی کا دھیان یاد رہا۔ اس بس نے مجھے زور سے گمراہی اور میں اس کے نیچے تھی، پھر انہیں اچھا کیا اور قوری بعد ایک روشنی تھی۔ میں بس کی نکر سے کچھ دور گری اور اس کے نیچے سے صحی سلامت لٹکی۔ لوگوں کا سورا اس پاس تھا مگر میں ایک دھمن میں تھی کہ میرا بچہ ہے اور بچہ بہنچتا ہے۔ مگر بچہ ہبتال لے جایا گیا، مگر حیرت انگیز طور پر اسی شام بچہ ہبتال

Immediately as it turns green on my right side.. Darkness.

And then immense light.

I get up in a daze and rise sluggishly then proceed to fall on the road. I hear chatter as people begin to surround me. I try to get up saying "I have my exam I need to go" ..but to no avail. Everything felt hazy.. but I know for sure that there was something that saved me from a fate far worse. It pushed me.

The light..

Where ever I would go I had been hearing the same thing

"It was a miracle. No one could have possibly escaped that with no injuries.."

"Phenomenal.."

The bus hit my right side at around 20 mph. it dragged me under and pulled me along a couple of yards until I was pushed out..

But by what

I was discharged from hospital the very same day with no injuries not any minor or major. I attended school normally the next day.

After that day my whole view on life was changed. I remembered that the latter is something so fragile that can be snatched away from you so easily..



افراد کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو

وجْ خلیقیت کا نات اسرکار دو عالم آقا و مولیٰ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

کلمواالنَّاسُ عَلَى قَدْرِ عِقْلِهِمْ۔^(۱)
”لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات چیت کرو۔“

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَسِرُوا لِلَّاهُ تَعَصِّرُوا۔^(۲)
”آسانی پیدا کرو اور تنگ نہ کرو۔“

شاوقلندر کے پاس آنے والے لوگ ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کی استعداد، ذہنی سطح، شوق مشتعلے جدا ہوتے ہیں۔ سرکار جیو مرشد ہر ایک سے اس کی ذہنی سطح اور اس کے میلانات کے مطابق بات کرتے ہیں۔ افراد کی ذہنی سطح اور ان کے مشاغل کے مطابق موضوعات بدل لیتے ہیں۔ لوگوں کے لئے آسانیاں فراہم کرتے ہیں۔

علماء سے گفتگو کے موضوعات اور ہوتے ہیں۔ نوجوانوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق، سیاست سے چیزیں رکھنے والوں سے معاشرے کی صورت

(۱) مشتوی مولوی معنوی، دفتر چہارم

(۲) مسندا حمد بن حبیل

سے یہ کہ کرچھی دی گئی کرنے کوئی چوتھے نہ خواہ۔ (نقابیہ قین) مجھے یقین تھا کہ وہ روشنی کوئی معمولی نہ تھی۔ وہ مستوار قلندرے تھے جنہوں نے بس کے نیچے مجھے ختم ہونے سے بچا لیا اور نی زندگی عطا کی۔ میری سوچ بدل گئی کہ ہمیں یہ احساس ہی نہیں کہ کسی بھی لئے ہماری جان جا سکتی ہے، اور آج میں احسان مندوں کے پیارے مستوار قلندر کی بدولت میں آج بھی یہاں موجود ہوں اور ہر ایک کو یہ واقعہ سناتی ہوں، مجرماً واقعہ۔ اگر کسی کو اس واقعے کی ویڈیو دیکھنی ہو تو وہ اس لئک پر دیکھ سکتا ہے۔

<https://m.youtube.com/watch?v=8O-3JWqkxag>





فہم فرات

سید المرسلین، خاتم الانبیاء، محبوب خداوند ﷺ کا فرمان ہے:

انَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظَرُ بِنُورِ اللَّهِ۔ (۱)

”مؤمن کی فرات سے ذرہ بیکھ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔“

رحمتِ ریزِ وال، غیر تاباں شاہ قلندر چیر مستوار بلاشبہ اس فرمان کا عملی
ظاہر کرنی مرتبہ فرمائچکے ہیں۔ آپ جناب اپنی فہم و فرات کے باعث دیقیق
مسائل کو بھی بڑے احسن طریقے سے حل فرمائیتے ہیں۔ جن مسائل کے ظاہر اصل
ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہوتی۔ مثال کے طور پر یہ ایک دو واقعات
یہاں لکھ رہی ہوں۔

میاں چنوں میں دو بھائیوں میں تنازع ہوا۔ مادیت زدہ معاشرے میں
گھروں میں ناچاقیاں اور ولوں میں دوری کا سبب بھی مادی ساز و سامان بن
جاتے ہیں۔ چیر و مرشد حتی الامکان افراد کو جوڑنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ دونوں
بھائیوں میں شیشوں کی دکان پر جھگڑا ہوا۔ بڑے بڑے چوہدری لوگ بیٹھے مگر کسی
سے تصفیر نہ ہو سکا۔ ایک بھائی چیر صاحب کے پاس آیا اور ساری بات سنائی۔ چیر

(۱) سنن ترمذی: ۳۱۷۲

حال، موسیقی کا شوق رکھنے والوں سے مختلف سازیوں، وحنوں اور گیتوں پر
مباحثت، شاعری کا لطیف ذوق رکھنے والوں سے اشعار سننے اور سنانے۔
غزلیات اور گانوں کے چند جملوں میں محبوب حقیقی کی جانب نسبت دے دینا،
ان میں صوفیانہ رنگ نکال لیما جناب کے دامیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

پچوں میں اگر خصوصی صلاحیتیں ہوں تو ان کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے
ہیں۔ ان کی کارکردگی پر خصوصی انعام بھی دیتے ہیں۔ اور توجہ سے بھی نوازتے
ہیں۔

ایک مرتبہ ایک ہی لشت میں مختلف افراد سے گفتگو ہوتی رہی اور چند
گھنٹوں میں دس مختلف موضوعات پر بحث مباحثت ہوتا رہا۔ ہر شعبے سے متعلق
مرشد پاک کی معلومات حیران کن ہوتی ہیں۔ اور آپ ہر ایک سے گفتگو اس
انداز سے کرتے ہیں۔ گویا سب سے زیادہ دلچسپی آپ جناب کو اسی شخص کے
پسندیدہ شعبے سے ہے۔ بھی وجہ ہے کہ جو نیک نیت سے آتا ہے۔ وہ در مرشد سے
ایسا لگ جاتا ہے کہ کہیں اور جانی نہیں سکتا۔



و مرشد نے ناظم مقرر کیا مگر ان سے معاملہ حل نہ ہوا۔ اور ناظم صاحب کو اس کے علاوہ کوئی حل نہ سو جھا کر دنوں بھائیوں کو لے کر پیر و مرشد کے پاس حاضر ہو جاؤں۔ جناب سرکار شاہ قلندر خاموشی سے دنوں بھائیوں کی باتیں صبر و تحمل کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے تک ساعت کرتے رہے۔ آپ کے پاس آجائے کے بعد سائل باعث پریشانی نہیں رہتے۔ اور یہ بھی آپ جناب کا ہی حوصلہ ہے کہ باتوں کی تکرار اور طوالت کو برداشت کرتے رہنا۔ عام افراد کے بس کی تو یہ بات ہی نہیں۔ آخر میں آپ نے فیصلہ سنادیا۔ چھوٹے بھائی کو حکم دیا کہ پچاس ہزار روپے بڑے بھائی کو ادا کرے۔ انتہائی کراماتی انداز سے آپ نے من و جہ ابھیرت ایک بہت دقیق مسئلے کو خوبصورتی سے حل فرمادیا۔

ای طرح ایک مرتبہ کلر کہار کی کے تین بھائیوں کی جائیداد کا مسئلہ تھا جو لڑائی جھنڈے اور قتل و غارت کا سبب بن گیا تھا اور ظاہری طور پر اتنا تنازع ہوا کہ اس کے حل کی کوئی صورت بھائی نہ دیتی تھی۔ فریضیں غصے میں ایک دوسرے کو برآ بھلا کہے جاتے اور دیگر چھوٹی چھوٹی باتیں لڑائی جھنڈے کو طول دیئے جا رہی تھیں۔ اکیس (۲۱) مرلے کی جگہ تھی۔ ایک بھائی وفات پا گیا اس کی بیوہ موجود تھی۔ ایک بھائی نے دو شادیاں کیں اور اس کی دونوں بیویاں الگ الگ مکان میں رہتی تھیں۔ جگہ کی تقسیم کا مسئلہ اتنا پیچیدہ ہو چکا تھا کہ حل کرنے کی کوئی



ٹکل دکھائی نہ دے رہی تھی۔ پہلے آزمائشی طور پر پیر و مرشد نے فیصلہ سنایا کہ بیوہ خاتون جس بھائی کے ساتھ رہے گی وفات شدہ بھائی کا مکان اس کے پاس رہے گا۔ مگر یہ فیصلہ فریضیں قبول نہ کر سکے۔ اس پر پیر و مرشد نے تغیریں میں رو و بدلت کا حکم صادر فرمایا کہ ہر فریق مطمئن اور خوش ہو گیا۔ درست فیصلہ بھی ہو گیا۔ اور گھروں میں اطمینان و سکون کی فضا بھی بحال ہو گئی۔

یہ مرشد پاک کا کمال ہے کہ دل فیصلوں پر اطمینان و سکون میں آجاتے ہیں۔ جو کچے پیار والے ہوتے ہیں انہیں ان فیصلوں میں بہت سے مادی اور روحانی فوائد و ثمرات ملتے ہیں اور جدول کی تکلیفی محسوس کرتے ہیں وہ خود کو محروم کر دیتے ہیں۔ آج کے اس مادہ پرست معاشرے میں انسان پوری جائیداد پر بھی قبضہ کر کے قناعت نہیں کرتا اور حرص و ہوس کے اندر ہے کنو ہیں میں گرا رہتا ہے۔ مگر شاہ قلندر اپنے مریدین کی تربیت و اصلاح اس انداز میں فرماتے ہیں کہ یہ دنیاوی ساز و سامان روحانی سفر میں رکاوٹ نہ بننے اور جس حد تک ممکن ہوا فراد ان مسائل کے حل کو پا کر اپنی یکسوئی برقرار رکھ سکیں اور ان پریشانیوں میں الجھ کر پستی و ذلت میں نہ گریں۔



میں شادقلندر سے بیعت ہوئی تو آپ سے درخواستِ دعا کی میرے بچپاں سرکار نے دعا اور توجہ فرمائی تو ایک مینے کے اندر کنز الایمان کا ترجمہ کامل ہو گیا۔ اور بعد ازاں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنشنل نے خرید بھی لیا۔ وہ کام جو دو سال میں کمل نہ ہو پایا۔ مرشدِ کریم کی توجہ سے ایک ماہ میں کمل ہو گیا۔ بچپی رکھنے والے خواتین و حضرات اس ویب سائٹ کا وزٹ کر سکتے ہیں۔

www.kanzuliman.com

چکوال سے عرقان نسبیل صاحب لفظتے ہیں:

”ہمارے ہمائے میں ایک فاحشہ عورت تھی۔ جس نے اہل محلہ کے ناک میں دم کیا ہوا تھا۔ شریف لوگوں کو تجھ کرتی۔ جھوٹے الزام لگاتی اور پھر پیے بثوتی۔ اس عورت نے مجھے اور میرے گھر والوں کو بھی پریشان کیا۔ یہاں تک کہ نوبت تھانے کچھری تک جا پہنچی۔ سرکار پیر و مرشد نے جب دیکھا کہ خلقِ خدا اس عورت کی وجہ سے پریشان ہے تو آپ نے دعا فرمائی۔ اس دعا کی برکت سے اہل محلہ نے سکون کا سائز لیا۔ وہ عورت شہر چھوڑ کر چلی گئی۔ ہمارا مسئلہ بھی حل ہو گیا اور دیگر افراد بھی مطمئن ہو گئے۔“

آپ کے دربار عالیہ میں پریشان حال غریبوں، کمزوروں کی اکثریت اپنے مسائل سے پریشان حال آتے ہیں اور واپسی پر شاداں و فرحاں جاتے ہیں۔ ان کی ساری پریشانیاں سارے دکھانے والے قلندر اس طرح دوڑ کر دیتے ہیں کہ گویا تھے ہی نہیں۔

خلقِ خدا سے محبت

آقا مولیٰ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَيَالُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَأَحَبَّ خَلْقَهُ إِلَيْهِ أَنْفُغَهُمْ لِعِيَالِهِ۔ (۱)

”خلقِ خدا کے لئے اسی ہے جیسے آدمی کے لئے کنبہ تو خدا کو سب سے زیادہ پیارا وہ بندہ ہے جو کنبہ کے ساتھ بھلانی کرے۔“

شادقلندر بھیر مستوار ہر گھر میں ہر ایک کی مدد اور دل جھوٹی کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ غریبوں، بیوڑھوں، کمزوروں، محرومین کی ہر طرح سے دادرسی فرماتے ہیں۔ ان کے دکھنوں، تکلیفوں کو دور کرنے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔ تقاضائے بشریت تو ہے کہ دولت کے انبار اکٹھے کرو۔ مگر شادقلندر نے دنیا کو ہمیشہ بہت حقیر جانا۔ کبھی لائق نہ کیا۔ فقط اپنی ذمہ داریوں کو نجاتے ہیں۔ ہر ایک کو محبت اور پیار سے نوازتے ہیں۔ ہر ایک کی ہر طرح کے معاملے میں عد فرماتے ہیں۔

کرامی سے عغیفہ عالم قادری قلندری بتاتی ہیں:

”میں ۲۰۰۲ء سے کنز الایمان کے سافٹ ویئر پر کام کر رہی تھی۔ اختلافی اور مادی مسائل کی صورت میں بہت سی مشکلات کا سامنا تھا، ۲۰۰۳ء

(۱) ابو علی، والطبرانی فی المعجم الکبیر



آمنہ راولپنڈی میں اپنے گھر میں ہے اور مرشد پاک اپنے دربار عالیہ میں۔ آپ کا یہ فرمان کہ بیٹھ جاؤ گویا آپ براہ راست اپنے دربار سے اسے دیکھ رہے ہیں۔

کامرہ، کینٹ سے وزیر حسین بیان کرتے ہیں:

”ہمارا ایک دوست مظہر نظامی تو نہ ستریف بیعت ہے۔ ایک دفعہ اس کی ملاقات پیر صاحب سے ہوئی۔ میں نے تعارف کرایا تو پیر صاحب نے فرمایا ان سے ہماری ملاقات ہے۔ ہم جیران ہوئے کیونکہ وہ چکلی دفعہ ملا تھا۔ بعد میں جب اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میری خواب میں پیر صاحب سے ملاقات ہوئی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد ایک محفل میں پھر پیر صاحب سے اس کی ملاقات ہوئی تو حضور پیر صاحب نے فرمایا۔ ”تو وہی ہے جو خواب میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔“

کوئی کیا خواب دیکھتا ہے؟ کسی کو علم نہیں ہوتا۔ دیکھنے والے کوئی پتہ ہوتا ہے۔ اور اس کا تعلق خاص اس فرد کے اپنے محسوسات سے ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ جناب سرکار کی خواب میں ملاقات بھی گویا میں اصل ملاقات کے مثل تھی۔

کشف

کشف کے معنی ظاہر ہونا، اکشاف، غیب کی باتوں کا اظہار، الہام، القاء ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں کسی حقیقت کے ادراک کو ”مکافہ“ کہتے ہیں۔ قلندر، نصراء اپنی قلبی توجہ سے عرش و کرسی، لوح محفوظ الفرض کسی بھی قسم کا حال معلوم کر لیتے ہیں اور مشاہدہ حق، اپنے نور بصیرت سے حق کو بھی عین حق میں دیکھتے ہیں۔ یہ مقام جہادات و مراقبات کے بعد حضوری دل حاصل ہونے سے ملتا ہے۔ چونکہ مشاہدہ حق تو صرف ایسے مقامات پر فائز اولیاء اللہ ہی کرتے ہیں۔ مگر ان کی قوت مکافہ یا ”کشف“ کا اظہار عام افراد کے سامنے عام دنیاوی معاملات میں بھی ہوتا ہے۔ جو عام افراد سے کسی صورت ممکن نہیں۔

ناگمر آمنہ طیف راولپنڈی سے بیان کرتی ہیں:

”بیعت کے چند دن بعد کانج کے ایک مسئلے پر میں نے چکلی مرتبہ اپنے پیر و مرشد کا موبائل نمبر ملایا۔ کافی دیر بعد نمبر ملا اور جب پیر و مرشد شاوش قلندر کی پر جلال آواز آئی ”ہیلو“ تو میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکی اور وارثکی شوق اور احترام میں کھڑی ہو گئی۔ سلام کیا اور مسئلہ بتایا۔ پیر صاحب فرمانے لگے۔ ”علیکم السلام بیٹھ جاؤ۔“ یہ سن کر میرے چودہ طبق روش ہو گئے وہ جو کتابوں میں پڑھاتا تھا آج اس کی تصدیق ہو گئی۔“



رنا طارق ایڈ ووکیٹ لختے ہیں:

”محرم کے عروں پر میرے والد صاحب میرے ساتھ گئے۔ محفل کے اختتام پر لائن میں لوگ کے مصافحہ کیا۔ میں نے عرض کی سرکار میرے والد ہیں۔ عرصے بعد گھر میں آسیب کا مسئلہ ہوا۔ میں نے والد صاحب سے کہا آپ دربار شریف جائیں۔ والد صاحب پریشان تھے کہ وہ پچھا نہیں گئے تھیں اور مشکل ہو جائے گی۔ میں نے اصرار کیا تو بہت سے سوالات دل میں لئے دربار شریف آئے۔ سرکار بیرون مرشد دربار شریف اپنی مند پر رونق افروز تھے۔ والد محترم نے سلام عرض کیا اور کچھ حند بذب بیٹھ گئے۔ مرشد پاک نے حاضرین سے فرمایا: ”یہ طارق کے والد ہیں۔ جھنگ سے آئے ہیں اور ان کے گھر میں آسیب کا مسئلہ ہے۔ والد صاحب حیران و ششدر رہ گئے۔ سوالات بھول گئے اور بیعت ہو کر واپس آگئے۔“

اس واقعہ پر غور کریں کہ طارق صاحب کے والد محترم کا پریشان ہونا، حند بذب ہونا اس سے آپ جناب نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ آپ نے شفقت و کرم سے اس کا اظہار کر کے ان کو اس پریشانی اور گفر سے بھی باہر نکالا۔ انہیں عزت و احترام بھی دیا اور آسیب کا مسئلہ بھی حل فرمایا۔

دعائی برکات

شاہ قلندر بیرون مستوار فرماتے ہیں:

”دعا اور دوالمخیر اذنِ ربی کچھ نہیں۔“

ایک اور موقعہ پر آپ جناب نے فرمایا:

”دعا سے تقدیر بدلتی ہے۔ نظر سے انسان بدلتا ہے۔“

وہ لوگ جن کے دل عشقِ الہی سے معمور ہوتے ہیں۔ جو ذکرِ الہی میں فنا ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جب اللہ کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیں تو اللہ پاک ان کی دعاوں کی قبولیت کو خود پر لازم کر لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک جملہ ارشادِ پاری تعالیٰ ہے:

لَهُمْ مَا يَأْشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (۱)

”ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہے جو چاہیں۔“

یہاں ”یطلبوں“ یا ”یدیغون“ کے الفاظ نہیں استعمال کئے گئے بلکہ ان سے بڑھ کر ”یشاؤون“ کا لفظ بتارہا ہے کہ دعا کیلئے توہاتھ اور زبان حرکت میں آتے ہیں یہ لوگ تو صرف دل میں خواہش کرتے ہیں اور اللہ پاک اسے پوری کر دیتا ہے۔ جناب بیرون مرشد کی دعا سے برکات و ثمرات لوگ دن رات وصول کر رہے ہیں۔

(۱) سورۃ الزمر ۳۹، آیت ۳۲ سورۃ الشوری ۳۲، آیت ۳۲



بہت ہے آپ نے سراخایا اور پھر نیچے کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں بادل آگئے اور بارش ہونے لگی۔ اب جب بارش سے محفل متاثر ہوئی میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ پھر سراخایا اور نیچے کر لیا۔ بادل یوں گئے گویا تھے ہی نہیں۔ موسم بھی بدلتا گیا اور محفل بھی خوشگوار ماحول میں جاری رہی۔

دہکینٹ کے طارق محمود صاحب لکھتے ہیں:

”جو بھی مجھے دیکھتا ہے تیراہی نام لیتا ہے میں تو خاموش ہوں مگر نسبت تیری خاموش نہیں پیر و مرشد کا لطف و کرم ہمیشہ رہا۔ میری اولاد نہ تھی۔ گھروالے دوسری شادی کرانا چاہتے تھے۔ میرا دل پر یثان تھا۔ میری پریشانی حضور محمودی سرکار نے بھائپ لی اور فرمایا:

”جا اللہ پُر تر دے ی۔“ پیر صاحب کی زبان سے ایسے لکھا جیسے ”لَمْ يَقِنُوا“ اللہ پاک نے پیر و مرشد کی دعا سے مجھے بیٹھے سے نواز۔“

یہ مشاهدات مردوں کے ہی نہیں بلکہ خواتین کے بھی ہیں۔ طوالت کے پیش نظر صرف چند ایک منتخب شدہ دیئے گئے ہیں۔

فرحت بتوں کوٹ چودہ یاں سے لکھتی ہیں۔

”میری کزن کے شوہر کو بجلی کا کرنٹ لگا۔ وہ جگہ پہلے تین چار افراد کو لقمنہ

ہیں۔ چند ماہیں پیش خدمت ہیں۔

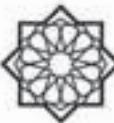
شیخ ریاض الحسن غاؤ کوی لکھتے ہیں:

”میری بڑی ہمیشہ کو فانج کا انتیک ہوا۔ دیاں حصہ مظلوم ہو گیا۔ علاج شروع ہوا۔ لیکن پریشانی ختم نہ ہوئی نہ ہی صحت مندی کے کوئی آثار تھے۔ مرہب پاک سے درخواست دعا کی۔ رات کو حضور پیر مستوار خواب میں تشریف لائے۔ ہمیشہ کہتی ہیں؛

”رات پیر صاحب کی مجھ تشریف لائے تھے۔ کیونکہ جب آپ پھونک مارتے تھے تو پھونک سے دو پسہ سر سے اتر جاتا تھا اور میری آنکھ کھل جاتی تھی۔ ہمیں دفعہ خواب سمجھا اور سوچی۔ جیسے ہی آنکھ لگی پھر پھونک کا احساس ہوا اور دو پسہ سر سے سرک گیا پھر آنکھ کھل گئی اور تیری دفعہ غیر معمولی بات یہ ہوئی کہ فانج زدہ ہے میں جان آگئی۔ خوشی سے میں پکارا گھی：“میرے خیر صاحب میری مدد کو آگئے۔“ الحمد للہ آج میری ہمیشہ اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کر رہی ہیں۔ پیر و مرشد نے انہیں بستر مرگ سے اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔“

غیفہ صوفی عبدالخالق صاحب پیر و مرشد کے کمالات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

”۲۲ صفر کو گوپاں گر میں ختم پاک کی محفل تھی۔ گری بہت شدید تھی۔ میں نے حضور پیر مستوار سے عرض کی۔ سرکار نظر کرم فرمائی۔ گری



عروہ بن زبیر رض نے حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت کی ہے:
 ”نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے۔
 جب آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں انہیں پڑھ کر آپ پر دم کیا کرتی تھیں
 اور آپ کے دستِ اقدس کو آپ جسمِ اطہر پر پھیرا کرتی۔“ (۱)
 حضرت عائشہ رض سے ہی ایک اور روایت ہے:
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ نظر لگنے کا دم کیا کرو۔“ (۲)
 صحیح بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ بکریوں کے بد لے سورة
 فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
 ”جن باتوں کی تم مزدوری لیتے ہو ان میں اللہ کی کتاب سب سے زیادہ
 اجرت کی مسحت ہے۔“ (۳)

چکوال سے ناصرہ ناہیہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ:
 ایک بار وہ سخت بیمار ہو گیں اور محسوس ہوتا تھا جیسے قریب المرگ ہیں پھر
 شادقلندر پیر مستوار سے دعا کے بعد وہ بالکل صحیح ہو گیں۔
 گویا دم اور تحویذات اور ان کی مزدوری یہ سب چیزیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کے عین مطابق ہیں اور ایسا عمل نہیں جس پر کوئی معرض ہو سکے۔ یہ صرف شادقلندر پیر

(۱) صحیح بخاری: ۵۰۱۶

(۲) صحیح بخاری: ۵۷۸، و صحیح مسلم: ۲۱۹۵

(۳) صحیح بخاری: ۵۷۹، و صحیح مسلم: ۵۷۳

اجل بنا چکی تھی۔ ان کے بچے کی بھی کوئی امید نہیں تھی۔ پیر صاحب کے
 پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کیا چاہیے۔ عرض کی صرف ان کی زندگی
 چاہیے۔ پیر صاحب نے دعا فرمائی تو گویا ان میں دوبارہ جان آگئی۔“

کوٹ لکھپت سے غلام نبی صاحب پیر و مرشد کی دعائیں برکات لھتے ہیں:
 ”میرے بیٹے کی پیدائش سے پہلے سرکار نے صرف مجھے خوشخبری
 سنائی بلکہ بیٹے کا نام بھی پہلے ہی تجویز کر دیا۔ ڈاکٹر نے آپریشن کا بتایا
 مگر سرکار پیر صاحب کی دعا سے پینانارمل ہوا۔ تو سرکار نے فرمایا:
 ”یہ بچہ بشارتی ہے۔“ سرکار کی دعا سے گھر میں رزق میں
 کشادگی ہوئی اور اطمینان و سکون آپ کے طفیل ملا۔“

دعا، دم اور تحویذات میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ سینہ بہ سینہ باقی علوم کے ساتھ
 ساتھ یہ علم بھی منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ بعد میں اہل اللہ، صوفیاء اور فقراء نے
 مجاہدات و مشاہدات کے بعد قرآنی آیات، ان کے اثرات اور ان کا استعمال
 کیا۔

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے:
 ”نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نظر بد سے بچنے کے لئے دعا،
 تحویذ کرائیں۔“ (۱)

(۱) صحیح بخاری: ۵۷۸، صحیح مسلم: ۵۶۲۰



مہمان نوازی

مہمان نوازی میں سنت نبوی ﷺ ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ ایک کافر مہمان کے لئے گھر میں موجود ساری بکریوں کا دودھ خود اپنے دست و قدس سے دوہ کرائے۔ اور وہ آپ ﷺ کی مہمان نوازی سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ یہ خوبی بھی شادقلندر پیر مستوار میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

عرفان نسبیل صاحب پیر صاحب کی مہمان نوازی کا مال سناتے ہوئے کہتے ہیں:

”ابھی چند دن پہلے میں رات کو دربار عالیہ میں حاضر ہوا، سارا دن میں نے کچھ کھایا نہ تھا، میری طبیعت خراب ہو رہی تھی۔ سرکار پیر و مرشد نے گرم دودھ میں مکھیوں نیاں ڈالو کر خصوصی طور پر میرے لئے تیار کروائیں اور پھر دوا بھی دی۔ نہ صرف طبیعت شیک ہو گئی بلکہ ظاہر و باطن میں تازگی و تشكیر نے مجھے مالا مال کر دیا۔“

یعنی الرحمٰن محمودوی پیر و مرشد کی مہمان نوازی کا ذکر کرتے ہیں:

”میرے پیر و مرشد نے خود میری شادی کروائی۔ قاری اصغر صاحب کو فون کیا اور فرمایا۔ ”یہ ہمارا پیٹا ہے۔ سمجھ لیں ہمیں بیٹے کے لئے رشتہ چاہیے۔“ آپ کے یہ الفاظ میرے لئے اعزاز و اکرام ہے۔ نہ صرف

مستوار ہی نہیں بلکہ اسلاف اولیائے کرام بھی دم، دعا، تஹیۃات کے ذریعے لوگوں کے ماوی و روحاں میں اور پریشانیاں دور کرتے رہے ہیں۔ جناب شادقلندر پیر مستوار بھی ہر روز دربار عالیہ میں آنے والے سینکڑوں لوگوں کو ان کے ذریعے مستفیض فرماتے ہیں۔

فاخرہ مخدومی لاہور سے بیان کرتی ہیں:

”پیر صاحب کی دعا سے میری بہن کو تین بیٹیوں کے بعد بیٹا ہوا، جبکہ ڈاکٹر نے بتا دیا تھا کہ اب اولاد نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح والدہ کو پہنچا نہیں تھا۔ دعا کروائی، والدہ مکمل صحت یا ب ہو گئیں۔“

صیحہ قلندری پشاور سے بیان کرتی ہیں:

”بیٹے کی شہادت کے غم میں تھی۔ بزرگ خواب میں آئے اور فرمایا: ”بیٹا واپس آئے گا۔“ ایک محفل میں گئی، پیر مستوار قلندر کو دیکھا کہ یہی وہ بزرگ ہیں جو خواب میں دیکھے۔ اب بیعت ہو گئی اور بیٹے کا انتظار تھا کہ وہ کب واپس آئے گا۔ اللہ نے تو اسے عطا کیا۔ جو ہو بہو بیٹے جیسا ہے۔“



بیماریوں سے شفاء

ایلو پیٹھک، ہومیو پیٹھک اور بے شمار جدید طریقہ ہائے علاج بھی بہت کی بیماریوں کے لئے ناکام ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ عجب معاملہ ہے کہ شاد قلندر ہر روز دربارِ عالیہ میں صبح اور شام باقاعدگی سے تشریف فرمائیں اور آنے والوں کا تانتا بند ہمارہ تھا۔ وہ لوگ جو سالہاں سال علاج سے ٹھیک نہیں ہوتے وہ جناب سرکار کے فیوضات و برکات کی بدولت روحانی و مادی شفا پا لیتے ہیں۔

حینہ نبی غلام اعلیٰ غاذی سیان کرتی ہیں:

”چند سال قبل مجھے ناسخہ نیڈ ہوا اور میری حالت اتنی خراب ہو گئی کہ بستر سے لگ گئی۔ ناگلیں کام نہیں کرتی تھیں۔ چار ماہ تک یہی حال رہا۔ ہوش نہیں رہتا تھا۔ کو ماہیں رہی۔ دماغی بیماری بھی رہتی تھی۔ میر و مرشد نے نگاہ کرم کی۔ ساری جسمانی و دماغی بیماریاں دور ہو گئیں۔ میں بس یا قلندر کا نزہہ لگاتی رہی اور میرے مرشد کریم نے مجھے موت کے منہ سے نکال لیا۔“

نواب صاحب را ولپنڈی سے لکھتے ہیں۔

”میری خوش قسمتی ہے کہ میر صاحب کراچی جانے سے پہلے ہمارے گھر میں تھوڑی دیر قیام فرماتے ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں میری بیوی بیمار تھی۔

یہ بلکہ ہماری شادی پہلی دعوت میر صاحب نے خود کی۔ ہمارے لئے پر تکلف کھانا پکوایا، ہمیں خاص مہماںوں کی طرح ٹریٹ کیا، منہ دکھائی بھی دی۔ میرے لچپاں مرشد با کمال ہیں۔ ان جیسا مہماں نواز میں نے کوئی نہیں دیکھا۔“

شاد قلندر میر مستوار خود فرماتے ہیں کہ جتنی محبت ایک مرشد اپنے مریدین سے کرتا ہے اگر مریدین اتنی بھی محبت کریں تو مجزات اور کرامتیں رونما ہونے لگ جائیں۔ آپ وقتاً فوقتاً ہر مرید سے اس محبت کا اظہار شفقت و کرم اور کبھی خوبصورت جملوں میں فرماتے ہیں۔ سیف الرحمن کو اپنا بیٹا کہہ کر متعارف کرانا آپ کی محبت کا اظہار ہے۔ پھر مہماں توازی اور اس انداز سے کہ اپنوں سے بڑھ کر پیار لٹاتا۔



تصویر شیخ کی برکات

روحانی نظام کا مرکزی نقطہ اپنے مرشد کا تصور ہے۔ جو نقطہ ولی کامل ہی دے سکتا ہے اور جو لوگ اس تصور کو پختہ کر لیتے ہیں۔ وہ ہر لمحے صحبت شیخ کا فیض کی حد تک اٹھاتے ہیں اور مادی و روحانی مسائل کا حل بھی پالیتے ہیں۔ اس تصور کے حیرت انگیر کر شے ہیں۔

قاضی عبد الرؤوف صاحب کراچی سے لکھتے ہیں:

”میں عرس کے موقع پر چکوال گیا اور وہاں سے پشاور چلا گیا۔ کراچی واپس آنے کے لئے نوشہرہ سے نکٹ لیا۔ چونکہ سیٹ اور برتحہ کا مسئلہ تھا۔ میں نے ضروری ادا یتگی تو کر دی۔ مگر نہ برتحہ نمبر الاث ہوانہ سیٹ۔ ٹرین میں آیا تو بہت پریشان۔ ریلوے کے ملازم نے کنٹریکٹر گارڈ سے طوایا اور اسے برتحہ کے لئے کہا۔ برتحہ نہ مل سکی۔ میں بہت پریشان ہوا۔ ایک جگہ بیٹھ کر مرشد پاک کا تصور کیا۔ یکسوئی کے ساتھ۔ اور عرض کی سر کار دو دن کا سفر بغیر سیٹ اور برتحہ کے بہت مشکل ہے۔

مجھے برتحہ چاہیے۔ میں نے آنکھیں کھولیں، آواز آئی۔ آپ کو برتحہ چاہیے۔ آئیے میرے ساتھ۔ مجھے سے نکٹ لے کر اس پر سیٹ نمبر اور برتحہ نمبر لکھا۔ اس ڈبے میں گیا۔ تو ایک پٹھان نے کہا: یہ چھوڑتھیں خالی ہیں۔ مسافر پشاور رہ گئے ہیں۔ جس پر چاہیں بیٹھ جائیں۔ کہاں تو اتنی

ڈیلیوری ہونے والی تھی جڑواں بچیاں تھیں، ڈاکٹر نے آپریشن کا بتایا۔ پیر صاحب نے دعا فرمائی۔ دونوں بچیاں بغیر آپریشن کے ہو گئیں۔

۲۰۰۵ء میں آپ جناب کراچی میں تھے۔ یہ بچیاں ایک سال کی تھیں۔ ایک بچی صحن میں کھیلتے کھیلتے سیز جیوں کی طرف آئی، پانی سے بھری بالٹی پڑی تھی، اس نے پانی سے کھینے کی کوشش کی اور بالٹی میں گئی۔ مسکین نای مستری نے ارشد بھائی کے گھر سے دیکھا اور شور مچایا۔ خیر ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو ڈاکٹر نے کہا کہ مردے کو اٹھا کر لے آئے ہو۔ زندگی کے کوئی آثار نہ تھے، ارشد بھائی نے حضور پیر صاحب کا نامبر طایا۔ پیر صاحب نے دعا فرمائی:

”ہن کجھ نہیں ہوندا خیر ہوئی۔ اللہ خیر کرے گا۔ پٹھانی توں آکھو بچیاں داخیال رکھیا کرے۔“ شادقلندر کی دعا سے بچی نے روتا شروع کر دیا گویا جان لوٹ آئی۔“

اسی طرح محمد نعیم کا مدار کراچی سے بیان کرتے ہیں:

”میرے مرشد کی بے شمار کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میری والدہ محترمہ ایک موزی مرض میں جلا تھیں، ڈاکٹر نا امید ہو چکے تھے لیکن مرشد پاک کی نظر کرم نے انہیں نئی زندگی عطا کی اور انہوں نے کم و بیش دس سال خیر و عافیت سے گزارے۔ وہ مرشد کریم کے عطا کردہ تعویذات با قائدگی سے استعمال کرتی تھیں۔ ڈاکٹر بھی حیران تھے کہ انہیں شفا کیسے نصیب ہوئی۔ وہ مرتبے دم تک آپ کی شکر گزار رہیں۔“



شادِ قلندر کے تصرفات و مکالات

انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے، ایک جسم اور ایک روح۔ جسم کو عالمِ خلق سے اور روح کو عالمِ امر سے نسبت ہے۔ اب ایک عاقل یا لغتی انسان اپنی جسمانی قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے میراً عقل کارناٹے سر انجام دے رہا ہے۔ جدید مشینیں بنانے والا، سائنس اور شیکنا لوگی کا استعمال کرنے والا، خلاؤں کی تغیری، بھروسہ کو تہہ دبلا کرنے والا انسان عالمِ خلق سے تعلق رکھتا ہے۔

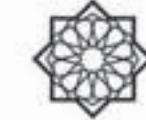
انبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) تو انبیاء ہیں، روحانی قوتوں کو حاصل کر کے عام انسان کے تصرفات اور مکالات کہاں سے کہاں تک جا پہنچتے ہیں۔ یہ مادرائے عقل ہے کیونکہ روح کو تو براؤ راست اللہ پاک سے نسبت ہے، صاحب امر سے تعلق ہے۔

عبداللہ پور (رحمۃ اللہ علیہ) سے خلیفہ افتخار حسین شاہ لکھتے ہیں:

”بابا یوسف گدانی ایک قلندر یہ مشرب کے بزرگ میں نے جناب قلندر پاک کی اجازت سے بھریاً چھ سال ان کی صحبتیں کی ہیں۔ ان کے مرشد کا نام بابا احمد یار تھا۔ اپنے مرشد میں فنا تھے۔ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن اگر خدا مجھے ملاتو میں کہوں گا: میں تجھے نہیں جانتا۔ جا بابا احمد یار کی شکل میں آ۔ فرماتے تھے کہ میرے مرشد جیسا نہ دنیا میں کوئی آیا ہے نہ آئے گا۔ بے پناہ پیار کرتے تھے۔ جناب سیدنا غوث

تگ و دو کے بعد بھی ایک برتھ بھی نہیں مل رہی تھی اور تصور شیخ کی برکت سے برتھوں کی بارش ہی ہو گئی۔“





پھر دیکھنے والی ہوگی۔ جناب باوا یوسف محدث کی ایک ہی ملاقات اچھرہ میں حاجی عنایت صاحب کے گھر ہوئی۔ جوں ہی جناب کے کمرے میں داخل ہوئے۔ پیر صاحب چارپائی سے اٹھنا چاہ رہے تھے کہ گلے ملوں۔ ادھر سے باوا یوسف محدث نے منہ کے مل دھرام چھلانگ لگائی اور جناب کے دونوں پاؤں مبارک پکڑ لیے۔ اور کافی دیر پاؤں پکڑ رہے، اور ساتھ ہی کہا ”یہ تو دیکھتے ہیں کہ پہل کون کرتا ہے۔“ (مقصد یہ کہ جناب کو سید حافظ بھی خیس ہونے دیا اور پاؤں مبارک پکڑ لیے)۔ پھر باوا جی محدث اٹھے، پیر صاحب نے بغل گیر فرمایا، راز و نیاز کی باتیں ہو گئیں، اور بہت ہی زیادہ خوش ہوئے۔“

کراچی سے ظیفہ مصطفیٰ جان اعجاز شا قلندر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”ہمارے مرشدِ کریم حضرت پیر سید محمود مستوار قلندر ایسی باطنی طاقت کے حامل ہیں کہ جسے بھی آپ نے خاص توجہ سے نواز، اُسے میں میں تصور یا رہنا کر کہ دیا حضرت غوث علی شاہ قلندری محدث تذکرہ غوشیہ میں فرماتے ہیں:

”گروہ کامیں تین قسموں پر منقسم ہے: ”کامل، اکمل، بکمل“۔ ”کامل، وہ ہے جو خود تو صاحب کمال ہو لیکن کسی کو فیض نہ پہنچا سکے۔ ”اکمل وہ ہے جو خود بھی صاحب کمال ہو اور قیضان باطنی اور بدایت خاہری سے اور وہ کو بھی فائدہ پہنچائے۔ ”بکمل، اس کو کہتے ہیں کہ اور وہ کو مشیت ایزدی اور تقدیرِ الہی کے موافق خواہ گھٹنے میں، خواہ میئنے میں، خواہ

اعظم محدث سرکار سے اور اہل بیت نبی ﷺ کی تعریف کا ان کا الگ انداز تھا۔ بہت ہی زبردست سیف زبان تھے۔ جو کہتے وہ ہو جاتا۔ مجھے ایک دفعہ سید رسول شاہ خاکی محدث نے فرمایا کہ کامل کی نشانی یہ ہے کہ جسے اٹھ کر ملے گا اگر تو اس سے ملنے جائے اور وہ بیٹھا رہا تو نقیر نہیں کوئی انداز ہی ہوگا۔ میں جب بکمل دفعہ باوا یوسف صاحب محدث کے پاس گیا تو انہوں نے میرے جو تے اخھائے اٹھے کیے، چو مے پھر اندر آ کر مجھ سے ملے۔ اپنے مرشد میں فنا ہونے کے باوجود انہوں نے رسول شاہ خاکی محدث کی طرز پر سرخ جوڑ اسلامیا اور پہنچا اور پھر جناب کی طرز کی ٹوپی بھی پہنچی اور اپنے کمرے میں جناب محدث کی تصویر بھی آؤیزاں کی اور اس دن مجھے فرمایا کہ: ”آج میں کیسا الگ رہا ہوں۔“ ان کی تربیت کا رنگ الگ ہی تھا، بالکل محلی اور تنگ و هرگز باتیں کرتے تھے۔ لیکن جب اس کا متن سمجھ میں آتا تو ہیرانی ہوتی کہ کتنی خاص بات کس انداز میں سمجھائی ہے۔

اک دفعہ جناب مستوار قلندر کا ذکر اس انداز میں کیا کہ: ”مجھے پوچھا کر آپ کی عمر کتنی ہے؟ میں نے کہا 35 سال، انہوں نے فرمایا کہ 35 سال کا ہی اندر بغض ہے، حد ہے، حداد ہے، جھوٹ ہے۔ غرضیکہ لفڑ کی ہر برائی 35، 35 سال کی ہو جگی ہے۔ ایک ایک برائی محمود احسن نے اندر سے نکالنی ہے۔ اور جسے بڑی لطفیں ہو گئی، برائیاں نکلواتے وقت۔ لیکن جب ہر برائی نکل جائے گی تو باقی جو چیز بچے گی وہ



رجال الغیب کا مطرب ہونا

لاہور سے قاری اصغر عسلی محمودی لکھتے ہیں:

”حضور پیر مستوار دامت برکاتہمہاری کافرمان ہے کہ اتنا انسان ہمارا اور اک نہیں رکھتے جتنا جن رکھتے ہیں۔ ناجائز نے پیر صاحب کی محبت میں اس بات کو ملاحظہ بھی کیا ہے اور عملی مظاہرے بھی دیکھے ہیں۔ ناجائز کو بھی حضور نے دم کرنے اور تحویل زینے کی اجازت دے رکھی ہے اور واقعہ ایسا ہوتا ہے کہ جنات شہرتے ہی نہیں۔ ”ایک مرتبہ خرسونامی دیو سے ملاقات ہوئی جو سکھ تھا اور ایک لڑکی پر آتا تھا۔ اُس نے مجھے اور باقی احباب جو موجود تھے سب کو مخاطب کر کے کہا:

”تمہیں ابھی معلوم نہیں کہ تم لوگوں نے کس ہستی کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔ یہ اس وقت کے قلندر ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ پورے پاکستان میں ان کا نام بولے گا۔ ان کا ثانی کوئی نہیں ہوگا۔ ان کا پیٹا جو داؤ ہے یہ ان کے نام کو بہت زیادہ شہرت دے گا۔“

میں نے اس کو کہا اس لڑکی کو چھوڑ دمجھ پر آ جاؤ۔ وہ بولا:-
”تیرے گرد بہت ہی زبردست حصار ہے۔ میں تو کیا کوئی بھی ہواں مخلوق تجھ پر نہیں آ سکتی۔ تمہارے گھر میں بھی داخل نہیں ہو سکتی۔“

سال میں کامل و مکمل بنادے۔“

ہمارے مرشدِ کریم بھی جس پر نگاہ والفات ڈال دیں اُسے بھی کامل و مکمل بنادیتے ہیں اور اُس سے بھی مرشدِ کریم کا فیضانِ کرم بصورتِ کرامات و مکاشفاتِ جاری و ساری ہو جاتا ہے۔“

سید المرسلین آقا مولی علیہ السلام سے فیضانِ ولایت جب ایک امتی کو عطا ہوتا ہے تو حضور غوث الاعظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاد اللہ جمعا کخر دلة علی حکم تصال
”میں نے جب اللہ کی اس ساری کائنات کو دیکھا تو گویا میرے ہاتھ پر رائی کے دانے کے برابر تھی۔“ (قصیدہ غوثیہ)

حضرت باقی بالله علیہ فنا و بقا کا فلسفہ سمجھانے کے لئے اپنا جنازہ خود پڑھانے کے لئے آئے۔ ملک الموت جب بچے کی جان لینے آتا ہے تو شیخ محمد شرینی علیہ السلام اسے لوث جانے کا حکم دیتے ہیں کہ موت کا حکم منسوخ ہو گیا۔ شاہ محمد غوث لاہوری علیہ السلام جو شاہ قلندر کے آباء اجداد میں سے ہیں اپنے عصا کو فقط گھما دیتے ہیں تو ڈاکوؤں کے سر قلم ہوجاتے ہیں۔ یہ آقا علیہ السلام کے غلاموں کی شان ہے کہ ٹھہریاں کہہ کر مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ آئیے شاہ قلندر کے تصرفات و کمالات کی جگلک دیکھتے ہیں یہ مشاہدات ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوتے۔ جنمیں دکھانا مقصود ہوتا ہے جو اتنا ظرف رکھتے ہیں وہی دیکھ پاتے ہیں، وہی سمجھ پاتے ہیں۔



سالانہ اعکاف میں حضور پیر صاحب نے سچی لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان کئے اور ایک موڑ پر یہ بات ارشاد فرمائی کہ سچی لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جس جن کی آنکھ میں آنکھ ڈال دیتے تھے اس کو سوختہ و خاکستر کر دیتے تھے یعنی جلا کر راکھ کر دیتے تھے۔ اتنا کہہ کہ سرکار نے میری طرف مخصوص انداز میں قسم فرمایا اب مجھے سمجھ آگیا کہ چونکہ آپ بھی منصب قلندری پر فائز و بر اجہا ہیں۔ آپ کی نگاہ نے بھی اس جن کو سوختہ و خاکستر کر دیا۔“

گجرات سے خلیفہ محمد یونس صدیقی لمحتے ہیں:

”حکیم محمد مشاق گجرات کے گاؤں پچانبرہ کے رہائشی ہیں۔ وہ اپنے عمل کے ذریعے لوگوں کو نقصان پہنچاتا تھا اور ہر ہوں سے بھتہ بھی وصول کرتا تھا۔ جس شخص سے اس نے عمل سیکھا تھا اس نے اسے بتایا تھا کہ تم اس عمل کو چوڑنا چاہو تو ایسا آستانہ ایسا پیر کامل ڈھونڈھنا جہاں تمہارے مؤکلات حاضر نہ ہو سکیں۔ ایک دن اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور وہ در در پھر نے لگا۔ تمام بڑی درگاہوں پر گیا۔ مگر اس کے مؤکلات حاضر ہو جاتے۔ اسی تلاش میں وہ مخدوم پور شریف پہنچا۔ محفل میں بیٹھ کر عمل پڑھتا رہا لیکن مؤکلات حاضر نہ ہوئے وہ جان گیا کہ یہی میری منزل ہے۔ اس نے پیر و مرشد کے ہاتھ پر توبہ کر کے غلامی مستوار کا پسہ گلے میں ڈال لیا۔ یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ آپ کے آگے تمام شیطانی طاقتیں سرگوں ہو جاتی ہیں۔“

یہ پیر و مرشد شیخ کرم کا فیض ہے کہ ان کے طفیل ہوائی تخلوق ہماری مطیع ہو جاتی ہے۔ ایک بار ایک جن نے کہا کہ خبیث جن تم سے سخت ڈرتے ہیں اور تمہارے سامنے حاضر نہیں ہوتے۔ جب سرکار کے ادنیٰ غلام اور سگ کا یہ حال ہے تو پیر صاحب کی عظمت و رفتہ کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔ عموماً اگر کوئی آیب حضور پیر و مرشد کے سامنے آئے تو آپ جذاب اس سے پیار سے گفتگو فرماتے ہیں۔ ایک بار جبکہ سرکار لاہور میں سیف الرحمن بھائی کے گھر جلوہ افروز تھے ایک عورت آئی۔ آپ نے پوچھا: کیا مسئلہ ہے؟ تو اس عورت پر جن حاضر ہو گیا اور بد تیزی کرنے لگا۔ آپ اس سے درگز رفرماتے رہے تھل سے جواب دیتے رہے مگر جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے فرمایا: سائیڈ پر ہو کر بیٹھ جاؤ میں فارغ ہو کر تم سے بات کرتا ہوں۔

اس پر اس نے کہا: کیوں کیا مجھ سے ڈر گئے ہو۔ اس پر شادقلندر جلال میں آگے آپ کے چہرے کے تیور بدل گئے۔ آپ نے اس جن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ تقریباً ۲ سے ۳ منٹ تک یہی سلسہ جاری رہا۔ پکھ کچکے بغیر۔ بالآخر وہ عورت بے ہوش ہو کر گر پڑی اور جن غائب ہو گیا۔ یہ سارا منظر دیکھ کر میں اور سیف الرحمن کنکش کا شکار تھے۔ محفل کے بعد استفارہ کیا کہ حضور وہ جن والا کیا معاملہ ہوا۔ آپ مسکرا دیئے اور فرمایا بس ہو گیا جو ہونا تھا۔ ہم نے پا رو گر پوچھا: آپ نے فرمایا: وہ وہاں گیا جہاں سے اب واپس نہ آئے گا۔ دل کو تسلی نہ ہوئی مگر بے ادبی کے خیال سے خاموش ہو رہے۔ اس واقعہ کے بعد



روحانی قوت و مکالات

ظیفہ حاجی عنایت علی صاحب شاہ قلندر کے تصرفات بیان کرتے ہیں:

”شاہ قلندر پیر مستوار پہلی مرتبہ گدی نشین ہونے کے بعد لا ہور تشریف لائے۔ ہمارے گھر میں آپ رونق افروز تھے۔ شام کا وقت تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

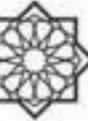
” حاجی صاحب! پیغمبر حیوں میں کون خبیث پڑھتا ہوا آ رہا ہے۔“
 سیزھیاں حالانکہ کمرے سے ڈور تھیں اور کمرے سے نظر بھی نہیں آتی تھیں۔ میں باہر نکلا اور سیزھیوں کی طرف گیا۔ میں نے دیکھا ہمارے محلے کا ایک حکیم اور پیر و مرشد کا خلیفہ راشد صاحب دونوں آرہے تھے۔ دونوں نے ملاقات کی اور چلے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حکیم صاحب عامل تھے اور ایک خاص و تخفیف اور عمل کرتے تھے۔ جو صرف ملک شام میں موجود ایک شخص اور ایک یہاں یہ جانتے تھے۔ اس عمل کے ذریعے یہ دوسروں کی روحانی طاقت چھین لیتا تھا۔ شاہ صاحب نے منع کیا کہ پیر صاحب کے پاس جا کر کوئی حرکت نہ کرنا۔ مگر اس نے آکر پوری کوشش کی۔ بعد میں خود اعتراف کیا کہ میری کوشش کے باوجود صاحبزادے ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اثنایہ ہوا کہ اس کی اپنی طبیعت صاف ہو گئی۔
 آج تک چار پائی پڑ پڑا ہے۔“

آنے والے وقت کی پہلے سے خبر دینا

ولی کامل کی ایک علامت یہ ہے کہ جب وہ فرمادے کہ ایسا ہو گا تو وہ بات پوری ہو کر رہتی ہے۔ اور یہ بات روزمرہ زندگی میں کئی مرتبہ مشاہدے میں آئی کہ شاہ قلندر پیر مستوار کی زبان مبارک سے کوئی بات لٹکی۔ جس کا کوئی امکان ظاہراً نظر نہیں آ رہا ہوتا مگر وہ بات بعضیہ اسی انداز سے قوی پذیر ہوئی۔

ظیف انتصار احمد پادشاہان چکوال سے لکھتے ہیں:

”جنوری 2006ء میں میں نے پیر صاحب سے پادشاہان کے دورے کے لئے تاریخ پڑھ چکی۔ جتاب سرکار نے فرمایا۔ ۱۵ تاریخ بروز بدھ۔ ساتھ ہی فرمایا۔ بارش وغیرہ ہوئی تو پروگرام کنسسل نہ کر دینا۔ میں نے سوچا بارش کا کوئی امکان نہیں ہے۔ مگر پیر صاحب کی آمد سے قبل واقعتاً بارش شروع ہو گئی۔ جب پیر و مرشد پادشاہان پہنچ تو ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ آپ نے ایک ماہ قابل بارش کا بتا دیا۔ اور جب آپ دورہ حتم کر کے تشریف لے گئے تو اس کے بعد چھ ماہ تک بارش نہ ہوئی۔“



دلوں پر حکمرانی

روحانی سفر پر گامزد ساک کے لیے "قلب" کا تفصیل، تزکیہ، غم، خوشی کی کیفیات سب شیخ سے وابستہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ مرشد جو عطا کرتا ہے مرید کا قلب جذب کرتا ہے۔ اور قلب اگر حقیقت میں قابل ہو تو مرشد کی ساری کیفیات مرید پر وارد ہوتی ہیں۔ اسی طرح اولیائے عظام کو اللہ پاک دلوں پر حکمرانی عطا کرتے ہیں۔ وہ کیفیات کو یکدم بدلتے پر قادر ہوتے ہیں۔

عبداللہ پور (جہلم) سے غیفہ افتخار جملہ شاہ صاحب بتاتے ہیں:

"والد محترم کے انتقال کے دن جب دل غم میں ڈوبتا ہوا تھا، بغیر اطلاع دیے اچانک پیر مستوار قلندر گھر پر تشریف لائے، دل کی کیفیت یکسر بدل گئی۔ جہاں غم کا ذیرہ تھا وہاں رضاۓ الہی پر اطمینان و سکینت عطا ہوئی۔ جناب نے فرمایا: "پریشان نہیں ہونا، میں موجود ہوں"۔ دل جھوم گیا۔ گھر ماتم کدھ تھامے کدے میں تبدیل ہو گیا۔ سب گھروں کے دلوں کی کیفیت یکدم بدل گئی، پیر صاحب نے اپنا سیست اور انفرادیت کی انتہا کر دی۔ دلوں کے ساتھ ساتھ موسووں کا تغیر بھی بعض اوقات کسی ولی کی دعا کے ساتھ منسوب ہوتا ہے۔ سخت گرمی کو خنگوار موسم میں بدلنا یا بارش کو روک دینا، سخت سردی کو ریاضت کی گرمی سے بدل دینا، شانی ولایت کا اظہار ہے۔"

اس واقعہ پر غور کریں تو سیزھیوں پر آن کا آنا، اس کے اس وظیفے اور عمل سے شاہ قلندر کا آگاہ ہونا اور خبیث کے لفظ سے اس کے ناپاک ارادوں کو واضح کرنا آپ کے تصرفات کی ایک جملک ہے۔ پھر اس کا ناکام ہونا اور اس کی اپنی طبیعت کا صاف ہو جانا بھی شاہ قلندر پیر مستوار کی روحانی قوت کی نشاندہی کرتا ہے۔

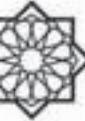
کوثر کامدار رمضان المبارک کا حال بتاتی ہیں کہ:

"سخت گرمی تھی، پیر صاحب سے دعا کی درخواست کی، شام تک موم یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔ ساتھ جناب نے فرمایا: "دعاۓ فقیر مد والہ"۔

کراچی سے صرفت عبد الرزاق بیان کرتی ہیں:

"میں پیر مرشد کے ساتھ عمرے پر گئی۔ ظاہری و باطنی فیض عطا ہوا۔ خواب میں خانہ کعبہ کے اندر حضرت آدم ﷺ اور اولیائے عظام کو دیکھا۔ بتایا گیا کہ یہ سب اپنی ایمنی ڈیوٹیاں ادا کر رہے ہیں، ان میں پیر صاحب اور سید رسول شاہ خا کی ہمسایہ کو بھی دیکھا۔"

راحلیہ پیر کراچی سے اپنے مرشد کے روحانی کمالات و تصرفات کو محبت سے بیان کرتے ہوئے ایک خواب کا حال سناتی ہیں۔ جس میں مدینہ پاک روضۃ اطہر میں آقا و مولا رسول پاک ﷺ کے ساتھ اپنے مرشد پاک کو دیکھا۔ سرور قلب کے ساتھ ساتھ نورانی کیفیات طاری ہو گئیں۔



خوشبو کا آنا

یہ معطر معطر لوگ جسے چاہیں اور جہاں چاہیں اپنی موجودگی کا احساس دلادیں۔

تلیسم اختر کامرو سے لمحتی ہیں:

”ہمارے گھر میں جناب پیر و مرشد سرکار کی محفل سی ڈی پر لگی تھی۔ میں نے مہمانوں کے لئے بہت محبت سے خوب میوه جات ڈال کر حلوہ پکایا۔ تو جب پیر بھائی چلے گئے اور میں اُس کرے میں گئی۔ تو اس کرے سے سرکار کی خوشبو آری تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میں دربار عالیہ مخدوم پور میں سرکار کے سامنے پہنچ گئی ہوں اور یہ خوشبو و مرے دن تک سب کو محسوس ہوتی رہی۔“

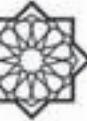
غادسہ جیں بی بی بتاتی ہیں:

”میرے بھائی انقا رشاہ ایک مرتبہ پیر و مرشد کی ہدایت پر ۲۱ دن تک چلے میں رہے۔ جس دن چلہ ختم ہوا۔ بھائی پورے پیر صاحب لگ رہے تھے۔ اور سارا صحن موتی کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ حالانکہ ہمارے گھر میں تو کیا پورے محلے میں کہیں موجود نہ تھا۔ مگر ہم سب خوشبو کو محسوس کر رہے تھے۔“

نظرول کے سامنے سے غائب ہو جانا

حاجی عنایت عسلی صاحب ہی شادقلندر کے بچپن کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

”اعجاز پا دی پیر بادشاہ جناب سید رسول شاہ خا کی مجھ پر کا قیام لا ہو رہا میں ہمارے گھر میں ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ محمود سرکار نے (جو بھی سن بچپن میں تھے) ہمارے ساتھ داتا حضور جانا تھا۔ پیر سید رسول شاہ خا کی مجھ پر کا قیام نے ہمیں ہدایت فرمائی کہ محمود سرکار کو اکیلا نہیں چھوڑنا۔ اُس وقت ابھی موجودہ مسجد قیصر نہ ہوئی تھی، اور بہت کھلامیدان تھا۔ میرے ساتھ شیخ عبداللہ بھی تھا۔ میں وضو کے لئے گیا اور عبداللہ کو تاکید کی کہ سرکار کے ساتھ رہتا۔ جب میں واپس آیا نہ سرکار پیر صاحب اور نہ ہی عبداللہ۔ میں سخت پریشان ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد عبداللہ آگیا۔ وہ بھی وضو کے لئے گیا تھا۔ میں نے کہا کہ تم نے اُنہیں اکیلا کیوں چھوڑا تھا؟ پیر سید رسول شاہ خا کی مجھ پر کا قیام نے سختی سے منع بھی کیا تھا۔ میرا پریشانی سے براحال تھا کہ محمود سرکار نظر نہیں آ رہے۔ تھوڑی دیر بعد میرے پیچھے سے آواز آئی۔ ” حاجی صاحب آگئے؟“ نہ تو رosh تھا۔ اور نہ ہی کسی سمت سے آپ آتے دکھائی دیئے۔ میدان سے غائب ہو گئے اور پھر اچانک نظرول کے سامنے آگئے۔ آپ کے غائب اور حاضر ہونے کا فقط یہی نہیں بلکہ اور بھی کئی مرتبہ مجھے مشاہدہ ہوا۔ کہ آپ اُس جگہ پر ہوتے ہوئے نظرول سے غائب ہو جاتے ہیں۔“



گئے، میں دنوں میں لکھ پتی ہو گیا۔ آج پھر میری عزت اور مقام ہے۔
یہ سب میرے مرشد سرکار کے طفیل ہے۔“

اکثر یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ پھر و مرشد جب کسی کے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ وہ لوگ حسب توفیق پھر و مرشد کی خاطر مدارات کا اہتمام کرتے ہیں۔ سرکار شادقلندر کی آمد سے گھر پر رحمتوں اور برکتوں کی برسات ہونے لگتی ہے، حالات بدل جاتے ہیں، سائل ختم ہو جاتے ہیں۔



حالات کا پلٹ جانا

پھر مستوار شادقلندر جناب سرکار جذبِ دستی میں ہاتھ کو حرکت دیتے ہیں۔ تو جانے والے سمجھ جاتے ہیں کہ کسی کو کہیں اٹھایا اور کہیں بلند یوں پرفائز کر دیا۔ کسی کے لئے دعا کر دی تو دنوں میں حالات بدل کر رہے گئے۔

حافظ غلام صفر

صاحب لکھتے ہیں:

”آج سے آخر سال قبل میرے مالی حالات بہت خراب تھے۔ سرکار پھر و مرشد نے شادی کا مشورہ دیا اور میرے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ بہترین جگہ و ہوم و ہام سے شادی ہوئی۔ دولت کی بھی ریلیں جیل ہو گئی۔ شیطان کے بہکاوے میں آکر مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ میں پھر و مرشد کی نافرمانی کر بیٹھا۔ حالات پلٹ گئے برا حال ہو گیا۔ دشمن جان کے درپے ہو گئے، بیوی بچے زمانے کی ٹھوکروں پر آگئے میں دوسال تک خان پور سے فرار ہو کر ملک کے کونے کونے میں چھپتا رہا۔ آخر نہ امتحان اور بے چارگی حضور مستوار قلندر کے درپر لے آئی۔ رو رو کے مرشد کو منایا۔ سرکار نے رحم فرمائے گئے لگایا اور دعا فرمائی کہ ”اللہ پاک تمہیں پہلے سے بڑھ کر عروج دے گا۔“

سرکار کی نظر کرم سے ایک بار پھر حالات بدل گئے، دشمن دوست بن



دروازے تک آئی اور آپ جناب کو دیکھا۔ میرے دل نے پکارا: ”جیر صاحب جلدی آجائیے۔ دل بہت گھبرا رہا ہے۔“ میں واپس پلٹ کر چحن تک پہنچی۔ تو مجھے پر جلال آواز آئی۔ ”بولو! کیا بات ہے؟“ میں حیران و شستر رہ گئی۔ کہہ صرف آپ نے میرے دل کی آواز سنی بلکہ حقیقتاً آپ تشریف لے آئے اور فرمایا: ” بتاؤ کیا بات ہے؟“

شہناز بائی: بیان کرتی ہیں:

”بیعت کے بعد زندگی ہی بدل گئی۔ جو سوچا وہ پورا ہوا۔ جب آنکھیں بند کروں۔ دل پر کعبہ، سجدے میں کعبہ دکھائی دیتا ہے۔ نور و نکتہ کی بارش محسوس ہوتی رہتی ہے۔ میں نے گھر میں مرشد پاک کو پکارا کہ آج مجھے کوئی ایسا کلمہ دیں جسے میں ہر وقت پڑھتی رہوں۔ مخدوم پور شریف آئی تو ہیر صاحب اپنے دربار عالیہ میں تھے۔ میں اسی حضور کے پاس بیٹھ گئی۔ ابھی میں ہیر و مرشد سے ملی نہیں۔ ان سے کچھ کہا نہیں کہ وہ دربار عالیہ سے آئے اور آتے ہی مجھے ایک چارٹ دیا۔ جس پر لکھا تھا:
بَارِسُؤْلِ اللّٰهِ الْكَٰبِرِ اُنْظُرْ خَالَتَا۔

پھر فرمایا:

”ہم نے نہیں دیا۔ حکم ہوا ہے تو دیا ہے۔“

میرے لچپاں مرشد نے میرے دل کی آواز کو سن لیا۔ یہ ایک مرتبہ نہیں بارہا ہوا ہے کہ ابھی میں نے سوچا مرشد پاک کو پکارا اور انہوں نے فوراً

دل کی پکار سن لینا

دنیا کا قاعدہ قانون ہے کہ اگر آپ اپنے ٹی وی سیٹ پر کوئی خاص پروگرام سننا چاہتے ہیں جو کسی خاص چینل پر نشر ہوتا ہو تو آپ کو وہی چینل مخصوص وقت پر لگانا ہو گا اگر آپ FM ریڈیو سننا چاہتے ہیں تو ریڈیو کی نام پر گھما کر لانا ہو گی۔ تو آپ نشر ہونے والے پروگرام سن سکیں گے۔ اگر ناب گھما کر سیٹ نہ کی گئی ہو تو خبریں، گیت وغیرہ آپ نہیں سن سکتے۔ ان دنیاوی مثالوں سے سمجھانا یہ مقصود تھا کہ دل کی نام بھی جب پیار اور محبت کے خاص تعلق سے سیٹ کر لی جائے تو اس کا رسیور اور سیٹ آن جاتا ہے۔ پھر ظاہری مشینوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ براہ راست رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔

بہت سے افراد نے ایسے واقعات لکھے ہیں کہ جب بھی ہیر و مرشد کو پکارا فوراً وہ مسئلہ بھی حل ہوا اور آپ کی حقیقتاً محسوس بھی ہوئی۔

ذکیہ ایڑو کرائی سے بیان کرتی ہیں:

”میں ایک مرتبہ مخدوم پور شریف ہیر و مرشد کی حوالی میں مقیم تھی۔ جیر صاحب گھر میں نہ تھے اور درمرے حوالی میں تشریف فرماتھے۔ میں



تحا اور دل ہی دل میں گنتنار ہاتھا؛
 میری زندگی ہے تم سے کہنی تم بدل دے جانا
 میری آواز اتنی ویسی تھی کہ ساتھ بیٹھے لوگوں میں سے کسی نے نہ سنی
 ہوگی۔ پیر صاحب میری طرف متوجہ ہوئے اور اس شعر کا پہلا مصروفہ
 مجھے سنادیا؛
 جو کیا ہے آج وعدہ اُسے عمر بھر بخانا
 اتنی مصروفیت میں بھی پیر صاحب اس حقیر کی ولی کیفیت سے غافل نہ
 تھے۔



جواب دے دیا۔“

چکوال سے عقان نسبیل صاحب لختے ہیں:
 ”۷۰۰۰ کے محرم الحرام کا واقعہ ہے۔ دربار شریف پر چلدے کے دن
 تھے۔ ایک شامِ حوتی میں مغرب کے وقت میرے ذہن میں سرکار کے
 بتائے ہوئے وظیفے کے متعلق ابھسن تھی اور سرکار کو میں یہ بتانا چاہتا تھا
 کہ مجھ سے وظیفہ پڑھائیں جارہا تھا۔ مغرب کی اذان سن کر سرکار اپنے
 گھر کے دروازے کی طرف بڑھے۔ میں انہیں اپنی پریشانی کے متعلق
 بتانیں سکا۔ اسی وقت حضور پیر صاحب واپس دروازے سے میری
 طرف آئے اور ایک بہت مشہور بزرگ کے بارے بتایا کہ وہ بزرگ
 اپنی آخری عمر میں یہی وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ یہاں سرکار نے وہی
 لفظ بتائے جو کہ ان مشہور بزرگ کا وظیفہ تھا اور جو کہ میرا بھی وظیفہ تھا۔ یہ
 کہہ کر سرکار اندر چلے گئے۔ سرکار نے میرے دل کی بات جان لی اور
 ان بزرگ کے متعلق یہ بتا کر کہ ان کا بھی یہی وظیفہ تھا، مطمئن کر دیا اور
 میں خوش ہو گیا۔“

کراچی سے ظیفہ مصطفیٰ حبان لختے ہیں:

”شاہ قلندر سالانہ دورے پر کراچی تشریف لائے۔ قاضی عبدالرؤوف
 صاحب کے گھر خواتین کے حجم غیر میں بیٹھے ان کے مسائل شفقت
 سے حل فرمائے تھے۔ میں پیار بھری نظروں سے پیر صاحب کو دیکھ رہا



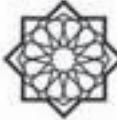
باطنی دنیا کے خاص رنگ

اہل ایمان، اہل محبت کی رہنمائی اور تقویت قلب کے لیے مشاہدات اور خواب بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ باطنی دنیا کے خاص رنگ ہیں۔

ایہ دو دیکھتے میاں جنید الحسن جہنڈیر غازی کے واقعات اس کی تائید کرتے ہیں:

”ہمارے آباء و اجداد عرب شریف سے ہجرت کر کے 800 ہٹ میں بر صیر تشریف لائے۔ حسب نسب حضرت غازی عباس علمدار رض سے ہے۔ کربلاہ محلی میں علم برداری کی نسبت سے بر صیر میں جہنڈہ گیر سے جہنڈیر کنیت پہچان ہی، روحانی سلسلہ قادری رہا ہے۔ جس کی بدولت حضرت شیخ حیران رض سیدنا عبدالقاوی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت اور عقیدت پہچن سے ہی حاصل رہی۔ 1996ء سے 2005ء عرصہ 9 سال، تلاشِ مرشدِ برحق میں لگا۔ اس عرصہ میں شدت سے حضور غوث پاک صلی اللہ علیہ وسالم کے ساتھ نسبت ہی اور ان کا پیار عطا ہوا، جس کے نتیجے میں 2005ء میں ہادی و مرشدِ برحق پیر مستوار قلندر کی ذات عطا ہوئی۔

حضور پیر مستوار قلندر کے متعلق جب محترم بشارت علی چھپے صاحب سے سنا تو میرے ذہن میں ایک ہی خیال تھا، میرے مرشد حضور غوث



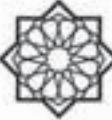
پاک صلی اللہ علیہ وسالم ہیں۔ وہ جس طرف رہنمائی فرمائیں گے وہ ہی میرے مرشد برحق ہونگے۔ مختلف درگاہوں پر حاضری دی اور دعا مانگی، اسی دوران 2004ء میں آپ غوث اعظم سرکار صلی اللہ علیہ وسالم نے خواب میں زیارت عطا کی۔ بے حد پیار دیا، اپنے ساتھ بخایا اور ارشاد فرمایا: ” محمود احسان (پیر مستوار قلندر) ہم ہی ہیں اور وہ ہمارا ظاہر ہے، تم ان کے پاس چلے جاؤ۔“ تمام دسوے ختم ہوئے اور مارچ 2005ء میں پہلی بار دربار مخدوم پور شریف پہنچے۔ میرے بڑے بھائی میاں اولیں الحق بھی ساتھ تھے۔ اس دوران کی درباروں پر حاضری ہوئی، مختلف بزرگان دین کے ساتھ وابستگی رہی۔ لیکن حضور غوث پاک کے ساتھ نسبت کی وہ تشفی حاصل نہیں ہوتی تھی جو پہلی نظر میں پیر مستوار قلندر سرکار کی بے نیاز نظروں سے ہوتی۔ وہی حضور غوث پاک صلی اللہ علیہ وسالم والا انداز و مزاج، مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے خواب کی تجھیں ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے جناب کی خدمت میں دربار غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وسالم (بغداد شریف) کی چوکھت کی مٹی بطور تخفہ پیش کی۔ آپ غوث پاک صلی اللہ علیہ وسالم کا نام سنتے ہی اٹھ کر پیش گئے، اور اس مٹی کو چوما، اور آنکھوں سے لگایا۔ ابھی جناب سے خواب کا تذکرہ نہیں کیا تھا، میں اور اویس بھائی جناب پیر صاحب کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ بعد میں جناب نے ایک بار خود ہی اس خواب کا ذکر کیا تو میں حیران رہ گیا کہ جناب میرا اور غوث پاک صلی اللہ علیہ وسالم کا روحانی تعلق کیسے جانتے ہیں۔ اس کے بعد تو جیسے مجھے



میر اخوٰث الورٰی مل گیا ہو۔

”1999ء، مرید ہونے سے چھ سال قبل میرے ماموں میاں مسعود احمد جنڈیر صاحب، جو ایشیاء کی سب سے بڑی پرائیوٽ لائبریری کے روپ رواں ہیں، کافون آیا کہ ایک سید بزرگ شخصیت، عالم ہائل آئے ہوئے ہیں۔ اور وہ فرماتے ہیں، آپ آکر ان سے ملو۔ جب میں گیا تو ان سے علیحدگی میں ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے دعا کے لیے کہا کہ مجھے آقا سرکار ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ وہ مسکرائے اور دعا دی، پھر مرشد کے بارے میں پوچھتا تو میں نے کہا؛ ابھی بیعت نہیں ہوا۔ وہ احادیث پر P.H.D. کر رہے تھے۔ اسی سلسلے میں وہ لائبریری آئے ہوئے تھے۔ پروفیسر صاحب بہاولپور کالج سے تھے۔ بعد میں ان سے ملاقاتیں ہوتی رہیں، اس عرصہ میں بندہ تاچین کو زیارت رسالت پاک ﷺ کی سعادت حاصل ہوئی۔ رسالت مآب ﷺ کے کرم سے حضرت سیدنا علی شیر خدا ﷺ کے دربار میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ”آپ جناب مولاۓ کائنات ﷺ نے دعا فرمائی، قدم بوی کا شرف عطا کیا آپ ﷺ بہت سی بزرگ ہستیوں کے درمیان تشریف فرماتے، فرمایا کہ اس کو لاال شربت پلا دو۔“ 2005ء میں بیعت کے بعد 2008ء تک میر صاحب سے اس خواب کا تذکرہ نہیں ہوا تھا۔ بیعت کے بعد جب بھی میر صاحب سے ملاقات رہتی تو محبت عقیدت کے ساتھ دنیاوی مسائل کے حل کے لیے طالبِ دعا

رہتا، اسی دوران 2008ء میں پیر صاحب سے اچانک ملنے کا پروگرام بنایا اور کچھ دوستوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ عشاء کے بعد دربار شریف میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہمیشہ کی طرح پیر صاحب کو مسائل بھی بتائے اور دعا کے لیے کہا۔ جناب نے تبسم فرمایا اور دعا دی۔ جب دربار شریف کی نشست برخاست ہوئی اور سب کو اجازت دی۔ گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگے تو پیچھے سے کسی نے آواز دی میاں صاحب! آپ کو پیر صاحب جھرہ والے کمرے میں بلارہے ہیں۔ خوشی سے دوڑتا ہوا گیا تو پیر صاحب جھرے میں کبل اوڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ چند مریدین بھی بیٹھے تھے، میں جا کر بیٹھ گیا۔ پیر صاحب تھوڑی تھوڑی دیر بعد فرماتے: سردی بہت ہے، اس وقت نہ جانے کیوں سخت سردی کے باوجود میرے جسم سے پیمنہ لکل رہا تھا۔ آگے بڑھ کر پیر صاحب کے پاؤں مبارک دبانے شروع کر دیے۔ اور تھوڑی دیر بعد اپنے دنیاوی مسائل دوبارہ بیان کیے، اور دعا کے لیے کہا۔ پیر صاحب کے مزاج میں جلال آگیا، اٹھ کر بیٹھے اور فرمایا: ”میاں صاحب! آپ ہماری ذات پر نیک کرتے ہیں۔ جنہوں نے آپ کو لاال شربت پلا یا آپ ان کی ذات پر نیک کرتے ہیں۔ تھیں رکھا کریں، اللہ خیر کرے گا۔“ یہ بات سن کر میرا پورا جسم مزید پسینے میں شرابور ہو گیا۔ میں نے خواب کا پہلے بھی پیر صاحب سے تذکرہ نہیں کیا تھا، اور جناب کا اس انداز سے بتانا۔ بس وہ دن اور آج کا دن آپ جناب کے دربار میں حاضری ہوتی ہے، نہ بھی





دعا کے لیے کہا اور نہ کبھی دوا کے لیے۔ راہ جانے تے شاہ جانے۔“

”میرے پچھا محترم میاں دوست محمد جہنڈیر بہت بیمار ہو گئے۔ U.C.I. میں ایڈمٹ تھے، ان کے بیٹے، میاں رومان عاشق جہنڈیر جو پیر صاحب کے مرید اور بے حد عقیدت مند ہیں، کو خواب میں پیر صاحب کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے والد صاحب کے لیے دعا فرمائی۔ خواب کے بعد دربار شریف پر حاضر ہوئے اور دعا کے لیے کہا۔ پیر صاحب نے بیماری کی شدت اور علاج میں تاخیری دیکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے دیر کر دی۔ تو پچھا کے بیٹے نے بے تکلف ہو کر کہا، آپ قلندر ہیں، قلندر کے آگے کیا دیر ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا؛ دیر بہت ہو چکی ہے۔ آپ لیٹ ہو گئے ہیں۔ تو اس نے پھر وہی فقرہ دہرا دیا؛ آپ قلندر ہیں، قلندر کے آگے کیا دیر ہے۔ پیر صاحب خاموش رہے، فرمایا؛ ہم دعا کرتے ہیں، اللہ خیر کرے گا۔ اور اپنے گھر کے چوہلے سے ایک کونکلہ مٹگوایا اور اس پر دم کر کے دیا کہ گروں پر جو خون کی رگیں ہند ہیں اس پر کوئلے کو لگایا کریں۔ کچھ عرصے بعد ان کی صحت بہتر نہ ہو گئی۔ اور کونکلہ لگانے سے بیماری سے شفاء یاب ہو گئے۔

”ایک دفعہ میلکی کے روحاںی دورے پر پیر صاحب کو بہاولپور سے 9 بجے لینے پہنچتا تھا، مگر ہم لیٹ ہو گئے اور 10 بجے پہنچے۔ پیر صاحب نے فرمایا؛ انہیں روانہ نہیں ہونا، بیٹھ جائیں۔ پھر فرمایا؛ پہلے یہ مان چلتے ہیں۔ ایک بزرگ حکیم ہیں، ان سے مل کر پھر میلی چلیں گے۔ میں پیر

صاحب کے ساتھ گاڑی ڈرائیور کر رہا تھا۔ چندھے صاحب کا فون آیا، یہاں سب لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں، انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے فون سن کر بغیر کچھ بولے بند کر دیا۔ جناب مزاج کے مطابق تناک گھما رہے تھے، اور پوچھا کس کا فون تھا۔ میں نے بتایا چندھے صاحب کا فون تھا، وہ کہتے ہیں سب لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں، جلد پہنچو۔ تو جناب نے سن کر فرمایا؛ ہم نے امر کے مطابق چلنا ہوتا ہے۔ 20 منٹ کے بعد دوبارہ چندھے صاحب کا فون آیا، پریشانی کے عالم میں پوچھا، آپ ابھی چلے تو نہیں؟ میں نے کہا ہم یہ مان چلتے گئے اور دو گھنٹے لیٹ ہیں۔ تو چندھے صاحب نے کہا تھیک ہے، بلکہ دو سے ڈھائی گھنٹے لیٹ آنا۔ یہاں علاقے میں ایک قتل ہو گیا ہے، اور سب لوگ وہاں چلتے گئے ہیں۔ ہم تین گھنٹے بعد پہنچے، اور پھر میلی میں عظیم الشان محفل ہوئی۔

”ملان کے دورے پر 2014ء میں علی پور سے قافلہ آیا۔ وہاں کے ایک بزرگ، بخاری سید مجذوب مزاج، جو علی پور اور جتوئی میں سارا دن سڑکوں پر پھرتے رہتے ہیں۔ سن کر کہ ملان میں ایک سید ہستی قلندر آرہے ہیں، ملنے آئے۔ ورنہ وہ کہیں نہیں جاتے اور ان مجذوب کی بہت سی باتیں اور واقعات اس کے علاقے میں مشہور تھیں۔ جیسے ہی انہوں نے پیر صاحب کو دیکھا تو ناپتنے لگے۔ اور پیر صاحب سے گزارش کی کہ مجھے اپنی داڑھی، قلندر پاک کے قدموں پر رکھنے دیں۔ آپ نے انکار کیا اور فرمایا؛ شاہ بھی امنا سب نہیں، بیٹھ جائیں۔



ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، جب کھانا لگا تو پیر صاحب اٹھنے لگے۔ اسی دورانِ مخدوب نے نیچے بیٹھے ہوئے جلدی سے اپنا چہرہ پیر صاحب کے قدموں پر رکھ دیا۔ پیر صاحب بیچپے ہٹ گئے اور وہ مخدوب انھ کر کھڑے ہو گئے اور زور زور سے بولنے لگے: ”بس میں اب واپس جا کر اپنے علاقے کے سترہ سال سے اوپر اور تیس سال سے بیچپے کے جتنے نوجوان فوت ہو چکے ہیں، ان کو جا کر قبروں سے اخھاتا ہوں۔“ پیر صاحب نے ان کو روکا اور فرمایا: ”شامی صبر کرو! بینہ جاؤ اور برداشت کرو۔“ اور اپنی چہری ان کے سر پر دو دفعہ رکھی، تو وہ مخدوب پھر خاموش ہو کر بینہ گیا۔

”ایک دفعہ میلی سے میاں چنوں جاتے ہوئے راستے میں ٹریک جام تھا، اور بہت دور تک دونوں طرف گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے تھے۔ اسی دورانِ دوناً معلوم درمیانی عمر کے آدمی آئے۔ انہوں نے کہا: گاڑی میں پیر مستوار قلندر بیٹھے ہیں؟ ہم نے کہا، جی! تو انہوں نے کہا: ہم نے پیر صاحب کو سلام کرنا ہے، اور آپ کو یہاں سے نکالنا ہے۔ پیر صاحب نے کھڑکی کھولی، انہوں نے سلام کیا اور کوئی بات نہیں کی۔ دونوں ہماری گاڑی کے آگے آگئے اور کہا بیچپے بیچپے آؤ۔ سرک کے نچلے راستے پر واحد ہماری گاڑی تھی جو تمام رش سے کچھ ہی لھومن میں نکل کر دوسرا طرف پہنچ چکی تھی۔ وہ دونوں گاڑی کی پچھلی طرف مڑے اور اچانک غائب ہو گئے۔ ہم نے اتر کر ان کو جلاش کیا،

تمام گاڑیاں ویسے ہی رش میں کھڑی تھیں۔ پیر صاحب نے ہمیں بلایا اور فرمایا: ”آؤ چلیں، آپ کو رش سے نکلنا تھا اور نکل چکے ہیں۔“

”ایک دفعہ عرس کے موقع پر دربار شریف پر بیٹھے تھے، شدید بارش اور بادل تھے۔ عرس کی تقریب شروع ہونا تھا۔ پیر صاحب نے فرمایا: نیٹ پر موسم دیکھ کر بتائیں۔ میں نے بتایا کہ صبح 10 سے 3 بجے تک طوفانی بارش ہے۔ جناب نے فرمایا: ”اللہ خیر کرے گا۔“ جتنی دیر عرس رہا، پنڈال کی حدود سے باہر بارش ہوتی رہی، جب عرس کا اختتام ہوا تو دربار شریف پر تیز بارش شروع ہو گئی۔ میں جناب کو اندر دربار شریف میں ملنے آیا تو بارش میں بھیگا ہوا تھا، مجھے دیکھ کر جناب نے فرمایا: ”میاں صاحب! آپ کی تیز آندھی اور بارش آگئی اللہ کا کرم ہوا، عرس کے دوران بارش نہیں ہوئی۔“

”ایک دفعہ 2010ء میں پیر صاحب روحانی دورے پر مخدومی ہاؤس لا ہور میں تھے۔ ہم ملتان سے کچھ دوستوں کے ساتھ ملنے لا ہور آرہے تھے۔ پتوکی کے قریب ہماری تیز رفتار کار کے سامنے ٹرک آگیا۔ بریک لگانے کے باوجود گاڑی کا اگلا حصہ ٹرک کے نیچے چلا گیا۔ کچھ بکھ نہ آئی اور گاڑی کھڑے ٹرک کے نیچے سے سلامت باہر نکل آئی، نہ گاڑی کا نقصان ہوا۔ اللہ کا ٹکر ادا کر کے لا ہور پہنچ تو باہر کھڑے مریدوں نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ جب بتایا کہ ملتان سے آئے ہیں تو ایک بھائی نے کہا: آپ میاں جنید جہنمذیر



ہیں میں والے؟ میں نے کہا جی! تو اس نے بتایا 2 گھنٹے پہلے پیر صاحب نے فرمایا ہے: ”میاں صاحب مٹان سے آرہے ہیں اور بہت تیز رفتار گاڑی چلا رہے ہیں، ہم نے روکا بھی ہے کہ گاڑی تیز نہ چلایا کریں۔“ یہ بات سن کر میرے ساتھ آئے ہوئے دوست بھی حیران رہ گئے، دو گھنٹے پہلے ہمارا ایکسڈنٹ ہوا تھا۔ جب اندر پیر صاحب کو ملے تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ہمارا ایکسڈنٹ کا واقعہ خود ہی بتا دیا۔ جبکہ میرے لاہور آنے کا کسی کو پہنچنی نہیں تھا۔

میاں اویس الحسن جنت دیر غازی بیان کرتے ہیں:

”میرا بچپن اپنے دادا جی کے ساتھ گزر رہے۔ جو ہمارے آباء و اجداد (جو کہ حضرت غازی عباس علمدار علیہ السلام کی آل سے ہیں) کی طرح سلسلہ و خانقاہی نظام چلاتے تھے۔ بچپن سے ہی بزرگان دین اور اولیاء کرام کی کتابیں پڑھتا آیا ہوں۔ میرے استاد محترم جناب بشارت علی چٹھے صاحب، جنہوں نے مجھے بچپن سے پڑھایا ہے۔ جب وہ سرکار پیر مستوار قلندر کے مرید ہوئے تب سے پیر صاحب کا ایک غائبانہ تعارف ہو چکا تھا۔ اکثر ویژٹر چٹھے صاحب پیر صاحب کے متعلق بتاتے رہتے تھے۔ لیکن میں چٹھے صاحب کو یہ کہتا تھا کہ آج کل کے پیر توڑنے والے ہیں، جوڑنے والے نہیں۔ ایک دن گرمیوں میں دو پھر کے وقت سویا ہوا تھا کہ خواب دیکھا:

” مدینہ منورہ، روضۃ رسول ﷺ پر کھڑا ہوں اور جالیوں کی طرف سے



ایک بزرگ چلتے ہوئے میری طرف آئے، میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: ”اویس! میرا نام محمود الحسن ہے، ہم جوڑنے والے ہیں توڑنے والے نہیں۔“

خواب سے بیدار ہوا اور چٹھے صاحب کے اسکول سے آنے کا شدت سے انتظار کرنے لگا۔ جب وہ آئے تو ان سے پیر صاحب کا پورا نام پوچھا اور تصویر سے متعلق دریافت کیا کہ اگر ہے تو مجھے دکھائیں۔ چٹھے صاحب نے پورا نام بتایا اور تصویر دکھائی۔ میں نے ان کو بتایا کہ پیر صاحب کی خواب میں زیارت ہوئی ہے، انہوں نے میرا نام لیا ہے۔ پیر صاحب نے اپنی زیارت روضۃ رسول ﷺ پر کروائی اور فرمایا: ”اویس ہم جوڑنے والے ہیں توڑنے والے نہیں۔“

2012ء میں جب عمرہ پر گیاتر کو روضۃ رسول ﷺ پر اسی جگہ کھڑا ہوا تھا اور پیر صاحب اسی طرح پیچھے سے تشریف لائے، اور میرا نام پوچھا۔ انہوں نے دیکھا اور مسکرائے، جیسے میرا خواب حقیقت بن گیا ہو۔“

2008ء کا پہلا روحانی دورہ میںی، ذیں اپر

”جناب کے دورے کا فقید الشال استقبال ہوا اور اس دورے پر جن میں خواتین و مردوں نے پیر صاحب سے اولاد اور اولاد نرینہ کے لیے دعا کروائی تو اگلے سال 2009ء کے روحانی دورہ پر پیر صاحب جب تشریف لائے تو تمام طالب دعا کو اللہ کے کرم سے اولاد نرینہ عطا ہو چکی تھی۔“



استعمال فرمایا۔ اپنے لباس مبارک، چادر مبارک، خیمه اقدس کے لئے سرخ رنگ پسند فرمایا۔ اس رنگ کے حوالے سے بے شمار احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ فقط دو لکھی جا رہی ہیں۔

حضرت جابر بن سرہ رض بیان کرتے ہیں:

”ایک رات چاند پورے جو بن پر تھا۔ اور اوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آله و سلّم تشریف فرماتھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آله و سلّم سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے۔ اس رات بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم کے چہرہ اقدس پر نظر ڈالتا تھا اور بھی چکتے ہوئے چاند پر۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آله و سلّم چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے۔“^(۱)

حضرت براء بن عازب رض سے مروی ہے:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلّم میانہ قد تھے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم کو سرخ خلہ میں ملبوس دیکھا تو مجھے کوئی چیز آپ سے زیادہ حسین نظر نہ آئی۔“^(۲)

سرخ رنگ ظاہری اور باطنی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔ چہرے پر ایک خاص نورانی رنگ لاتا ہے۔ اس وقت جناب پیر و مرشد شاد قلندر پیر مستوار کی ہدایت پر سرخ رنگ قلندر یہ رنگ کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ مرد حضرات اس رنگ کی توبیاں اور خواتین اسکا رف استعمال کر رہی ہیں۔ شاد قلندر

مستعمل ٹوپی کی برکات

کائنات کو اللہ پاک نے خوبصورت رنگوں سے جایا ہے اور ہر رنگ اپنی جگہ منفرد خصوصیات رکھتا ہے۔ سرخ رنگ خاص قلندر یہ رنگ ہے اور یہ رنگ قلندر یہ سلسلے کے علاوہ بھی کئی اولیاء اللہ نے استعمال کیا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت سید کمال کیتھر وی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت نامور ولی اللہ گزرے ہیں۔ جو سرخ رنگ کے کپڑے ہمیشہ استعمال کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کو کسی اور رنگ کے کپڑے پہنائے گئے تو وہ خود بخود سرخ ہو گئے۔ اس کے علاوہ حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی سرخ رنگ کے ہی کپڑے پہنے تھے۔

بقول شاد قلندر:

بکھرے ہوؤں کو اک رنگ دینے چلے میں
بھلکے ہوؤں کو اک رنگ دینے چلے میں
مجبت میں رنگ کے ہم اپنے دل محمود
مسلم کو پیار کا اک ڈھنگ دینے چلے میں
ڈالن قلندر

ہش الحجی، بدرا الدجی، سرکار دعو عالم آقامولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله و سلّم نے سرخ رنگ کافی

(۱) شمائل ترمذی: ۲۸۱۱

(۲) صحیح بخاری: ۵۸۳۸



اب اسی واقعہ پر غور کریں تو نگاہ ولایت نے دیکھ کر حکم دیا کہ بازار سے شیونہ بنوانا اور جب حکم عدالتی کی تو نقصان اٹھایا۔ پھر کرم اور عنایت کہ خود ہی اپنی ثوبی عطا فرمائی۔ اب شیخ ریاض کا محبت و پیار کا تعلق تھا کہ پانی گرانہ سکے اور محبت سے اسے پی لیا۔ اس پیار پر پھر عطا ہوئی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی کسی بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور ہمیشہ محبت سے آپ کے متعلق سوچنا چاہیے، اس کے اندر ساری رحمتیں پوشیدہ ہیں۔



کا ہر عمل پامر ربی ہوتا ہے۔ اور اسلاف اولیاء کرام خصوصی طور پر ہیران ہیر دشمن

حضور غوث العظیم ﷺ کی باقاعدہ اجازت اور سرپرستی میں ہوتا ہے۔

قاری اصغر عسلی محمودوی کہتے ہیں:

”پیر مستوار مرشد پاک نے علم الیقین سے حق الیقین تک پہنچا دیا۔
اور اس رنگ کی منظوری و اجازت بھی کھلی آنکھوں سے دکھادی۔“

شیخ ریاض بتاتے ہیں:

”میں پیر صاحب کے ساتھ دورے پر تھا۔ دورے کے دوران میں نے بازار سے شیونہ بنوائی۔ حضور پیر صاحب نے منع فرمایا کہ بازار سے شیونہ بنوایا کرو۔ دورے کے دوران میں نے پھر بازار سے شیونہ بنوائی۔ جس سے میرے چہرے پر دانے (یعنی موکے) لکل آئے۔ اور پورا چہرہ بھر گیا۔ بہت علاج کرایا مگر فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن شادقلندر پیر مستوار نے مجھے اپنی ثوبی عنایت کی۔ گیارہویں میں شرکت کی غرض سے میں نے ثوبی دھوئی تو خیال آیا کہ یہ پانی کہاں پہنچنکوں۔ اس میں میرے مرشد کا پسندیدہ مبارک بھی شامل ہے۔ مجھے اور تو پچھنہ سوچتا، میں نے وہ پانی پی لیا۔ رات کا وقت تھا، صبح تک میرا سارا چہرہ صاف ہو گیا۔ میرے دوست نے پوچھا، رات کو کون سی دوالی ہے؟ میں نے بتایا کہ میرے مرشد کی ثوبی کا کمال ہے کہ وہ دانے جو دو سال کے علاج میں ختم نہ ہوئے۔ اس پانی کی برکت سے ایک رات میں شفیک ہو گئے۔“



یوں بتاتے ہیں:

”پیر و مرشد کراچی تشریف لائے۔ ان دنوں میں سخت مسائل و پریشانیوں میں گمراہ ہوا تھا۔ جناب سرکار نے پہلے دن بات ہی نہیں سنی۔ بہت رنجیدہ اور شکستہ دل ہوا۔ دوسرے دن آ کر ساری پریشانیاں عرض کیں۔ جب میں جانے لگا تو مرشد پاک نے اپنے دستِ مبارک سے چھکی دی جس سے میری حالت یکسر بدل گئی۔ میں نے خود کو بہت ہلاکا پھلکا محسوس کیا۔ ساری پریشانیاں گویا دور ہو گئیں۔ مستی کی کیفیت اتنی غالب تھی گویا میں نے کئی بوتلیں شراب کی پی لی ہوں۔ دو دن تک وہ کیف و سرور رہا کہ بیان سے باہر ہے۔ یہ میرے مرشد پاک کی اس چھکی کے اثرات تھے۔“

دستِ شفقت کا فیض

یہ رحمتِ عالم، محبوبِ خداوند کا فیضانِ خاص اولیاء، فقراء، قلندرؤں کو عطا ہوا ہے کہ ان کا پورا وجودِ مسعود برکتوں والا ہو جاتا ہے۔ کھانے میں چند لقے لے لیں تو وہ کھانا برکتوں سے بھر جاتا ہے اور کئی افراد کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اپنا دستِ مبارک لگادیں تو زخم بھر جاتے ہیں۔ آپ جناب پیر و مرشد کے دستِ کرم کے فیوضات کے چند واقعات درج ذیل ہیں۔

مرزا پور کے فوجی نسیم علی بیان کرتے ہیں:

”ایک بار حضور شادقلندر پیر مسٹوار کے پاس آیا۔ دل کی سختی کے حوالے سے پریشان تھا۔ میں نے عرض کی کہ حضور دل بے سکون ہے اور شفاوت محسوس ہوتی ہے۔ حضور پیر و مرشد نے مجھے قریب آنے کا حکم دیا۔ آپ نے دانتے ہاتھ کا آنکوٹھا میرے دل پر رکھا اور کچھ پڑھ کر ہاتھ اٹھا دیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ فیضانِ مرشدیت نے میرے دل کو لباب بھر دیا ہے اور دل کی سختی بھی دور ہو گئی۔“

طلب سے ہواعطا کیا گیا۔ سختی بھی دور کی اور روحانی فیوضات بھی منتظر کئے۔

قاضی عبدالرؤف صاحب کراچی سے جناب پیر و مرشد کے دستِ شفقت کا کمال



نور و روشنی

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمہ وقت ذکر الہی، عشق الہی میں ڈوبے رہنے والے، سرکار آقا و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچے عاشقوں کے دل منور و روشن ہوجاتے ہیں۔ اور یہی روشنی تقسیم کرتا ان کا فریضہ خاص ہوتا ہے۔ یہ نور و روشنی اہل نظر کو، خاص لوگوں کو حسب موقع مادی آنکھ سے بھی دکھادی جاتی ہے۔
سیف الرحمن محمودی بیان کرتے ہیں:

”مجھے اپنے دل و جان سے محبوب پیر و مرشد کے ساتھ عمرے پر جانے کی سعادت ملی۔ جب احرام باندھنے کے لئے مرہد پاک نے تمیز اور بنیان ایسا ری تو میں احرام کی چادر لئے پاس کھڑا تھا۔ میری نگاہ آپ کے مبارک سینہ پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ کا سینہ مبارک روشن و منور ہے۔ اس سے نور و روشنی کی شعاعیں گویا پھوٹ رہی ہیں۔ میں متبرہ ہو گیا مرشد پاک نے مجھے دیکھا اور فوراً چادر سے خود کو ڈھانپ لیا۔“

شہناز بابی بیان کرتی ہیں:

”ایک مرتبہ عرس کے موقع پر جب مہماںوں سے حوصلی کچھ کمیج بھری ہوئی تھی۔ صبح تہجد کے وقت میں صحن میں چار پائی پر بنیٹی تھی۔ باقی خواتین ہنسنے بولنے میں گلی ہوئی تھیں۔ میں مرشد کے تصور میں آنکھیں بند کئے ہوئے بنیٹی تھی۔ پیر و

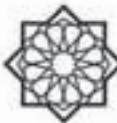


مرشد اپنے کمرے میں تشریف فرماتھے۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا سرکار سامنے چار پائی پر اپنے کمرے میں تشریف فرمائیں۔ آپ کے پاؤں سے روشنی کی کرن پھوٹی ہے۔ صحن میں گلے پودے تک آتی ہے۔ پھر واپس چلی جاتی ہے۔ میں کتنی دیر تک حرمت سے گم یہ منظر دیکھتی رہی۔ یہ خواب یا تجھیل نہ تھا حقیقت میں کھلی آنکھوں سے مجھے نظر آ رہا تھا۔“

ای لئے ہم کہتے ہیں کہ:

ہمارے مرشد پاک صبرِ منور ہیں، آپ شاہ قلندر ہیں۔





تلاشِ حقیقت

کچھ لوگ ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں جو فطرتاً حقیقت کی تلاش اور جستجو میں رہتے ہیں۔ بہت سے خاص لوگ بیعت کا سبب "تلاشِ حق" بتاتے ہیں۔ انہیں ہمیشہ ایسے رہنماء، ایسے شیخ کی تلاش رہی جو انہیں اپنی ذات سے آشنا کر دے۔ دل کی پیاس نے انہیں ہمیشہ سرگردان رکھا۔ بہت سے مشائخ سے ملنے کے باوجود دل پیاسارہا، روح ترپتی رہی اور جب شادقلندر پیر مستوار کی صحبت ملی۔ آپ سے ملنے، دیکھنے اور آپ جناب کی گفتگو سننے سے گویا پیاسے دل کو پانی مل گیا۔ بنے تاب، بنے قرار روح کو جہنن مل گیا۔ دل اور دماغ یکسوہو گئے۔ ولی کامل کی تلاش کا سفر انہیں منزل تک لے آیا۔ کیونکہ جو طالب صادق ہوتے ہیں اللہ پاک اور رحمتو دو عالم ﷺ خود ان کی رہنمائی فرماتے ہیں اور انہیں مرشد کامل مل جاتا ہے۔

بیعت ہونے کے اسباب

اس سائنسی دور میں جدید آلات اور مشینوں نے انسانوں سے تعلق کمزور کر دیا ہے۔ آپس میں بیمار و محبت کی جگہ لا تعلقی، خود غرضی اور نفس پرستی نے لے لی ہے۔ بیعتِ حقیقت میں اپنے آپ کو اپنے شیخ اپنے مرشد کے حوالے کرنے کا نام ہے۔ پھر اپنی کوئی مرضی اور پسندنا پسند نہ رہے۔ مرشد جس طرح چاہے اس پر سرتلیم خم کر دینا ہی اطاعتِ شیخ ہے۔ بہت سے لوگ بیعت ہوتے ہیں مگر اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اپنی رائے کو اہمیت دیتے ہیں جس کی وجہ سے حقیقی ثمرات سے محروم رہتے ہیں۔ جب محبتِ مشن کے خلفاء اور تاظمین سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کے بیعت ہونے کا سبب کیا تھا؟ تو جو مواد جمع ہوا، اُس کی روشنی میں بیعت کے اسباب کا تھیں کیا گیا کہ وہ کون سی اسکی وجوہات تھیں جن کی بناء پر ان باشوروں نے اپنی رائے، اپنی ذاتی خواہشات کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے آپ کو شادقلندر پیر مستوار کے حوالے کر دیا۔ ان اسباب میں سے چند درج ذیل ہیں۔



خواب کے ذریعے رہنمائی

بہت سے افراد ایسے ہیں جنہوں نے پیر و مرشد کو پہلے دیکھا ہیں تھا اور ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی مگر خواب میں ان لوگوں نے پیر و مرشد کو دیکھا اور تلاش میں رہے۔

لاہور سے مز اسلمہ ہی ان کرتی ہیں:

”میں نے بہت عرصہ پہلے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں ایک بڑی سی جگہ، کرسیاں، کھانے اور لوگ ہیں۔ بزرگ نے مجھے اور میرے شوہر کو کرسیوں پر بٹھایا۔ مجھے نہم بیداری میں بتایا گیا کہ تمہارے مرشد سید محمود الحسن شاہ ہیں ان کا سراپا بھی دیکھایا گیا۔ میں نے اپنے شوہر کو بتایا اور ہم بہت عرصے تک تلاش میں رہے۔ جب پیر مستوار لاہور تشریف لائے تو میری ایک شناسانے مجھے بتایا کہ ان کے پیر صاحب آئے ہیں۔ میں بھی ملاقات کے لئے آئی۔ دروازے پر آپ کے نام کا پوسٹر لگا تھا۔ نام دیکھتے ہی کرنٹ سالگا۔ خواب کا سارا منظر سامنے آ گیا۔ پیر مستوار قلندر کو دیکھا تو دل نے گواہی دی یہ تو وہی ہستی ہیں جنہیں اتنا عرصہ پہلے دیکھا تھا۔ شوقی ملاقات مخدوم پور لے گیا وہاں حوالی بھی دیکھی بھائی معلوم تھی۔ وہی جگہ، کرسیاں، کھانے جو خواب میں دیکھی چکی تھی۔ میرے رب نے میری رہنمائی فرمائی اور میں در مرشد تک



پہنچی۔ اب دنیا میں میرے لئے سب سے مقدم ہستی میرے مرہد پاک ہیں۔“

یہ صرف مزاںم کے ساتھ نہیں بلکہ بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو بذریعہ خواب دربارِ خاکی شاہ رض اور اس سے متحقہ مسجد کو خواب میں دیکھایا گیا بعد میں جب وہ کسی کے ساتھ اس جگہ گئے تو انہوں نے اس کی تصدیق کی کہ ہاں یہ سب کچھ تو ہم خواب میں دیکھے چکے ہیں۔ جو حضور داتا گنج بخش علی ہجویری رض، امام بری سرکار رض، یا عبداللہ شاہ غازی رض کے پر نور مزارات پر باقاعدگی سے حاضر ہوتے رہے تو ان کی رہنمائی کی گئی اور بالآخر وہ بابر ربی، مختار اللہ سے آستانہ قلندر یہ مخدوم پور شریف پہنچ گئے۔

محمد عمران موہرہ کو رچشم، چکوال سے اپنے بیعت ہونے کا سبب یوں بیان کرتے ہیں:

”حضور داتا گنج بخش رض سے محبت و کثرت سے حاضری نے روحانی رہنمائی کی۔ ۲۷ رمضان المبارک کو حضور داتا صاحب رض نے روحانی طور پر بیعت فرمایا۔ اور کلمہ شریف کا وظیفہ عطا کیا۔ خواب میں ہی رہنمائی ہوئی۔ پیر مستوار قلندر سے ملاقات کر مسجد میں آپ جائے نماز پر تشریف فرمائیں، آپ کی دستار مبارک پر کلمہ طیبہ چمک دک رہا تھا۔ اس کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی، بیعت کا شرف ملا۔ اب میری



اپنی زیارت اپنا دیدار اسی شبیہ میں عطا کر کے عطا کی تھی۔ کیونکہ کامل کی تلاش تھی اور انہوں نے سمجھایا کہ تمہاری تلاش، تمہاری طلب، تمہاری پیاس بچانے کا انتظام ہو گیا۔ مارچ 2013ء میں بہت سے روحانی مشاہدات کے بعد بیعت ہو کر حلقت ارادت میں شامل ہو گئی۔

صائمہ: توں محمودی بستائی میں:

”میں بابا جی قاسم موہڑوی ہے سے محبت کرتی تھی۔ ان کے فیض سے خواب میں حضور پر نورِ ملک کی زیارت عطا ہوئی۔ آپ ملک کے چہرہ انور کو دیکھا۔ جب پیر مستوار قلندر سے پہلی وقار ملاقات ہوئی تو آقا ملک کے سے مشاہدہ بہت نمایاں تھی۔ پہلی نظر میں ہی دل نے گواہی دی، یہ وہ ہستی ہیں جو طالب کو آقا ملک سے ملا سکتے ہیں۔ روحانیت کے سفر پر گامزد ہوئی تو قدم پر بشارتیں اور کرامتیں دیکھیں۔ میں نے بھیڑہ یونیورسٹی سے علم دین حاصل کیا اور میں دل و جان سے تعلیم کرتی ہوں کہ ادارے تھوڑا بہت علم دین دیتے ہیں، حقیقت کے راز، حقیقت علم، باطنی دنیا کے راز صرف مرشد ہی عطا کرتا ہے۔“

قاریجہ جان محمد بھی عرصہ دراز تک محبت الہی، قرب الہی کے لیے ولیٰ کامل کی تلاش میں رہیں۔ بہت سے لوگوں سے ملنے پر بھی تلاش جاری رہی۔ پیر مستوار قلندر کی تصویر دیکھی، دل مچلا، دور کعات نفل نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کی۔ خواب میں پیر صاحب کی زیارت ہوئی، یقین ہو گیا کہ آپ آج کے دور کے ولیٰ کامل ہیں۔ سارا گھر اسہ بیعت ہوا۔

جان و جہاں، روح و جنت آپ سرکار ہیں۔ یہ وضو باطنی طہارت ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اور حضور داتا صاحب ہے سے بھی نوازش نظرِ کرم کی بھیک مسلسل عطا ہو رہی ہے۔“

لال شہباز قلندر ہے سے محبت کی عنایات

بعض اوقات بزرگوں سے عقیدت ان کے مزارات پر کثرت سے جانے پر وہ بھی ولیٰ کامل کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔ ایسا ہی سندھ کے قدیم سید گھرانے سے تعلق رکھنے والی فرج راشدی بیان کرتی ہیں:

”بچپن سے گھر کے ماحول کو علمی، ادبی، سیاسی اور روحانی پایا۔ شعور میں آتے ہی اسکی ہستی کی تلاش رہی جو اللہ سے ملادے، اور اکثر شعر پڑھتی رہتی؛

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا لال شہباز قلندر ہے سے محبت اکثر سہون شریف لے جاتی۔ 1996ء میں حضور پر نورِ ملک نے مجھ پر خاص کرم کیا، آپ ملک کی زیارت عطا ہوئی، آپ ملک کا دیدار ہوا۔ اور آپ ملک نے مجھے مبارک دی۔ مبارک بھی میں نہ آتی، سہون شریف جانا کثرت سے ہوا 2010ء میں فرمائش کی کہ اب مجھے ظاہراً قلندر عطا کریں۔ اسی سال پیر مستوار قلندر سے ملاقات ہوئی۔ ایسا لگا کہ انہیں دیکھا ہے گریادہ آیا۔ پیر صاحب کی پرانی تصویر دیکھی تو باطنی آنکھ کھلی اور یاد آیا کہ نبی کریم آقا علیہ السلام نے



فیضانِ نظر

شاہ قلندر علیہ مسٹوار فرماتے ہیں:

”نظرے نظرے طے تو دل کی نظر کھل جاتی ہے۔“

پکھہ افراد یا ذین ربی صحبت میں آ کر بیٹھئے۔ سرکار جناب نے پیار اور محبت دی۔ اپنی نگاہوں سے جب معرفت کی میئے پلاٹی تو فیضانِ نظر نے بہت سے لوگوں کو اسیر کر لیا۔ دل کی نظر کھل گئی اور پھر در مرشد سے اٹھنے کو دل نہ چاہا۔ جناب سرکار تیر مرشد کا دل چونکہ عشقِ الہی سے منور و محترم ہے تو آپ جب کسی کو اس عشق کی میئے چکھا دیتے ہیں تو وہ بھی ترپ اخوتا ہے۔ یہ سودا بازار سے نہیں، کتب سے نہیں، درسگاہوں سے نہیں صرف اللہ والوں سے ملتا ہے اور اس کی قیمت دل و جان ہوتی ہے۔ جو دل و جان ہار بیٹھے وہ دنیا کے سودوں سے بے نیاز ہو گئے اور پھر انہیں مادی نفع نقصان کی پرواہ نہ رہی۔

گجرات سے غلیفہ پوس صدیقی صاحب، مہر طارق کا واقعہ بتاتے ہیں:

”مہر طارق نامی شخص گوجرانوالہ سے چوہدری عدالت کے ساتھ چکوال آتا تھا۔ وہ یوکرائن (روس) میں کاروبار کرتا ہے، اور سیاست میں سرگرم ہے۔ جیر صاحب کو پانچ، چھ مرتبہ ملنے کے بعد یوکرائن چلا گیا۔

ایک دن یوکرائن (روس) کے صدر کی سیکریٹری سرکاری گارڈز کے ساتھ ملنے آئی۔ وہ ایک راہ پر تھی، چرچ میں رہتی تھی۔ مہر طارق بتاتا ہے کہ میں سمجھا، مجھے یہ گرفتار کرنے آئی ہے۔ میں نے اسے ملنے سے انکار کر دیا۔ اس نے اپنے گیٹ سے سکیورٹی ہٹا دی اور کہا: ”تم باہر آؤ، میں تمہیں اپنے علم کی بنیاد پر کچھ بتانا چاہتی ہوں۔“ مہر طارق بتاتا ہے، میں اس کی سرکاری گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس نے کہا ہاتھ دکھاؤ۔ مہر طارق نے کہا ”میں مسلمان ہوں، ہمارے کچھ میں عورتوں کو ہاتھ نہیں دکھاتے۔“ اس نے کہا ”میں تمہارے ہاتھ کی لکیروں کا مطالعہ کرتا چاہتی ہوں۔“ مہر طارق نے ہاتھ دکھایا، اس نے ہاتھ کا مطالعہ کیا۔ عیسائی راہ پر ہے نے کہا ”اب مجھے اپنی آنکھیں دکھاؤ۔“ مہر طارق کو عیسائی راہ پر ہے نے بتایا: ”تم ایک خاص وظیفہ پڑھتے تھے، اب نہیں پڑھتے۔“ اس نے وظیفہ بھی مجھے بتایا۔ مہر طارق بتاتا ہے، وہ وظیفہ مجھے امام بخاریؓ کے مزار پر ایک جھروکے میں بیٹھ کر مفتی صاحب جو وہاں پر امامت کر رہا تھے، مجھے بند کرے میں بتایا تھا۔ اس وظیفے کا علم مجھے اور مفتی صاحب کو تھا، میں نے عیسائی راہ پر ہے سے سوال کیا۔ ”تمہیں کیسے پڑھ چلا۔“ اس نے کہا ”آمان پر ایک ہستی بیٹھی ہے، وہ صدر کا درجہ رکھتی ہے۔“ مہر طارق بیان کرتا ہے۔ عیسائی راہ پر ہے میں نے پوچھا ”اس ہستی کا نام بتا سکتی ہو؟“ اس نے کہا ”اس کی آنکھوں کا مطالعہ کر کے بتا سکتی ہوں۔“ مہر طارق بتاتا ہے، ”اگر میں تمہیں اس



مسائل و پریشانیاں

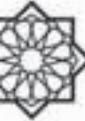
اس تیز رفتار زندگی کی دوڑ میں جہاں سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے۔
 مسائل اور پریشانیاں بھی بڑھ گئی ہیں اور بعض اوقات یہ مسائل اتنے پیچیدہ اور
 پریشان کرنے ہوتے ہیں کہ انسان مجبور ہو کر کوئی سہارا تلاش کرتا ہے۔ تو کچھ
 واپسگان اور سری دین ایسے بھی ہیں جو دنیاوی مسائل کے حل کے لئے آستانے پر
 آئے اور جب وہ مسائل حل ہوئے تو فقط آپ جناب کی دعا کی برکت سے یا
 تقویٰ کے اثرات سے ان کے عقل و دماغ مسح ہو گئے۔ یہ بات سمجھ میں آگئی
 کہ جہاں دنیا کی تدایر ناکام ہو جاتی ہیں وہاں یہ اللہ والے ہیں جو ایسے تصرفات
 رکھتے ہیں کہ حالات پلٹ جائیں۔ مسائل اور پریشانیوں کی جگہ اطمینان، سکون
 اور رحمت و برکت چھا جائے۔

یہ لوگ آئے تو دنیاوی غرض سے گردینے والے نے ادنی سے اعلیٰ،
 دنیاداری سے نکال کر خالق و مالک کی طرف لگا دیا تو در مرشد کو ایسا کپڑا کہ پھر
 کہیں اور دل ہی نہ لگا۔

ظیفہ نوں صدقی، پیر و شاہ کے چوبھری امتیاز احمد کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:
 ”چوبھری امتیاز احمد ایک مشہور قاتل تھا۔ اس نے گوجرانوالہ جمل میں

ہستی کی تصویر و کھادوں؟“ تو راہپہنے کہا ”میں کوشش کروں گی۔“ مہر
 طارق سے گجرات سے رسالہ لے گیا۔ اس کے فرنٹ چینج پر دس
 تصویریں تھیں۔ ”عیسائی راہپہنے ایک ایک تصویر کو دیکھا اور آخر پر
 چورستوار قلندر کی تصویر پر انگلی رکھ دی۔“ یہ کرامت دیکھ کر مہر طارق
 یوکرائیں (روں) سے آکر چور صاحب کے دست مبارک پر بیعت
 ہو گیا۔“





اسیر ان محبت کے اثرات

وہ جو گرفتارِ محبت ہوتے ہیں، ان کی گفتگو، ان کا کروار، ان کا ہر عمل اس محبت کے تابع ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے دوستوں، اپنے ملنے جنے والوں سے جناب پیر مرشد رکار کی تعریف کی۔ آپ جناب کی صحبتوں کے اثرات ان لوگوں میں دیکھئے تو طبیعت مائل ہوئی اور وہ دیکھنے اور ملنے آئے کہ اس دنیا میں کون سا ایسا ساقی ہے جس کے اثرات لوگوں کو اتنا بدل دیتے ہیں کہ غصے اور نفرت کی جگہ پیار و محبت سے دل بھر جاتے ہیں۔ یہ لوگ آئے اور خود بھی مرشد پاک کی محبت کے اسیر ہو گئے اور بیعت ہوئے بنانہ رہ سکے۔

کراچی سے فرج راشدی بیان کرتی ہیں:

”پیر صاحب کی محبت، توجہ اور محبت نے دنیا بدل دی ہے۔ کسی نے کہا ہے ”محبت ہی ایک ایسا جذبہ ہے جو شس کے مجاہدے کو آسان بناتا ہے۔“ ولی کی سب سے بڑی کرامت پیاری ہے جو وہ ہر اچھے یا بُرے سے کرتا ہے۔ یہ تخصیص کیے بغیر کہ وہ کس رنگ، نسل یا طبقے سے تعلق رکھتا ہے، وہ صرف اللہ کی خاطر سب سے پیار کرتا چلا جاتا ہے۔ چاہے کوئی اچھا کہے یا بُرًا، مجھے محبت کا نور اور بالطفی روشنی عطا ہوئی۔ روحانی مشاہدات جو مجھے عطا

ہنگامہ کیا۔ اس طرح وہ پورے پاکستان میں لڑائی جھکڑا کرنے والا مشہور ہو گیا۔ گجرات کے معروف سیاستدان افراد نے پیش کروا دیا عدالت سے 11 دفعہ حزاۓ موت اور 86 سال قید کی سزا سنا دی گئی۔

پیر صاحب پیر و شاہ، گجرات کے دروے پر تشریف لائے تو امیاز احمد کی فیملی نے پیر صاحب سے عرض کی کہ ہمارے گھر تشریف لاکیں۔ پیر صاحب تشریف لے گئے۔ امیاز احمد کی زوجہ نے رونا و ہونا شروع کر دیا۔ پیر صاحب نے فرمایا، رونا نہیں۔ سامنے ایک تصویر پڑی تھی، پیر صاحب نے پوچھا ”یہ تصویر ان کے والد کی ہے؟“ اس نے عرض کی ”نہیں، بیٹا ہے۔ اور قتل ہو چکا ہے۔“ چوہدری امیاز احمد کی زوجہ نے بیٹوں کو کہا ”ابو کی تصویر لاو“ جب پیر صاحب نے تصویر دیکھی، اور دعا فرمائی اور نیجل پر ہاتھ مار کر فرمایا ”یہ بندہ بُری ہو گیا ہے۔“ چوہدری امیاز احمد کی زوجہ نے عرض کی ”اس طرح میں نہیں مانتی، جب آپ آئندہ پیر و شاہ تشریف لاکیں، میرا خاوند گھر آچکا ہو۔“ پیر مستوار صاحب نے فرمایا ”آئندہ دورے سے پہلے یہ شخص رہا ہو کر گھر آجائے گا۔“ اگلے دورہ پیر و شاہ کے موقع پر چوہدری امیاز کے سارے کیس ختم ہو گئے اور وہ رہا ہو کر گھر آگیا۔



فیضانِ غوث الاعظم

کچھ خوش بخت لوگ جو دیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے گھروں میں گیارہویں شریف کا احتمام کرتے، بزرگان دین سے خاص محبت و پیار رکھتے۔ انہوں نے جب پیر ان پیر دشکیر حضور غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ کی خدمت میں مرشد کامل کا مدد عایان کیا تو ان کی باقاعدہ طور پر رہنمائی کی گئی۔

کفیان غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ سے دامن بھرنا چاہتے ہو تو میخانہ قلندریہ پر چلے جاؤ۔ جہاں حضور غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ کے خانوادے کا ایک فرزندِ احمد، فیضانِ غوہیت مآب بانٹ رہا ہے۔ لینے والے اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے مطابق اپنا اپنا حصہ وصول کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اس رہنمائی کے نتیجے میں پیر و مرشد کے پاس آئے اور بیعت ہوئے۔

راہ سلوک میں قدم قدم پر حضور غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ کی نظر کرم درکار ہوتی ہے۔ اور جو لوگ سچے دل سے اپنے شیخ کی مطابقت کرتے ہیں، امر پر چلتے ہیں، ان کی رہنمائی تقویت کے لیے غوث الاعظم سرکار صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمۃ کبھی خواب میں آکر، کبھی کھلی آنکھوں سے زیارت کرتے ہیں۔

ایسے ہی سحد یہ علی کامدار کے ساتھ ہوا۔ بیعت ہونے کے بعد خواب

ہوئے قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ کتابوں کا پڑھا بھول جاتا ہے مگر جناب کا پڑھایا ہوا سبق نہ تو بھولتا ہے نہ اس کا فیض کم ہوتا ہے۔“

کاجی سے ہی محمد نعیم کا مدار بیان کرتے ہیں:

”کم و بیش تیس سال سے زائد عرصہ مختلف میہان طریقت و علمائے کرام کی صحبت میں ایک کامل ولی کی خلاش میں لگائے رکھا، اور بالآخر تیرہ سال قبل مری قلندر پیر مستوار سے جاتا۔ آپ سے پہلی ملاقات نے میرے اندر کی دنیا بدلتی دی اور ایسا حسوس ہوا کہ میں اپنی منزل تک پہنچ چکا ہوں۔ جوں جوں آپ کی قربت نصیب ہوئی، مقصد حیات سمجھا آنے لگا۔ دنیاوی خواہشات ساتھ پھوڑنے لگیں، حق کی طلب بڑھتی گئی۔ یہ وہ احساسات ہیں جنہیں لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا، صرف سمجھا جاسکتا ہے۔

کوئی حضرت نہیں مجھ کو تجھے پانے کے بعد اور ہاتھی عرہا کیا تیرے مل جانے کے بعد ڈھونڈتا پھر رہا ہوں اپنے آپ کو چاروں طرف میں کہیں خود کھو گیا ہوں آپ کو پانے کے بعد تم میں مٹ کر ہو گیا ہوں میں تمہارا میں ہی زندگی پائی ہے میں نے اپنے مر جانے کے بعد ہوش میں جب تک رہا تم کو دہر گز پا سکا ہوش ہی آیا ہے مجھ کو ہوش کے جانے کے بعد تیری صورت نظر آتی ہے ہر صورت میں اب کچھ فخر آتا نہیں تیرے نظر آنے کے بعد



تصور کا ارادہ ہو جانا

کچھ لوگ کسی دوست یا جانے والے کے ساتھ اتفاقیہ طور پر آئے اور ملاقات کی۔ جب واپس گئے تو کیفیات باطنیہ اور تصور شیخ ساتھ لے گئے۔ اختنے پیش کیے گئے تو کتب و باطن پر گویا بقدر کر لیا۔ اس کی حقیقی وجہ مرشد پاک کا مادرزاد قلندر ہوتا، آپ کا ولایت کاملہ کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ آپ عامل نہیں بلکہ ولی کامل ہیں۔ مرشد کامل کی محبت ایسی کیفیات تکیی عطا کرتی ہے۔ جو عبادات اور ذکر اذکار نہیں دیتے۔ اور ہر عامل ولی نہیں ہوتا یہ بات سمجھے جانی چاہیے۔

کوڑ کامدار کراچی سے تصور شیخ کی برکات بیان کرتی ہیں:

”پیر صاحب مرد قلندر ہیں، ان کی ذات نور کا سمندر ہے۔ جب سے بیعت ہوئی دنیا ہی بدلتی گئی۔ آپ ہمیشہ فرماتے ہیں؛ ہر وقت مرشد کا خول اوڑھ کر رکھو، سب کچھ اسی میں ہے۔ اور میں نے محسوس کیا ہے کہ ہر سوال کا جواب عطا ہوتا ہے۔ تصور کی برکت سے دنیا جنت ہو گئی ہے۔ تمام دکھ درد و در ہو گئے ہیں۔“

میں دیکھا:

”سمندر کے کنارے حضور غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ آسمان سے اتر رہے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں میں نے اچھے طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ کی زیارت کی بہت سے لوگوں کو دیکھا جو میرے ارادہ گرد ہیں۔ دل پر نورانی کیفیت طاری تھی۔ ایسے میں میرے ہاتھ میں ایک چیپر دیا جس میں خاص وظیفہ لکھا تھا۔ میں نے پیر و مرشد کو خواب سنایا، اور وظیفہ بھی بتایا۔ پیر صاحب نے بھی تصدیق فرمائی کہ تم نے جو دیکھا وہ بحق ہے، اور وہ ہی وظیفہ بھے پڑھنے کے لیے دیا۔ آج تک اس خواب کا منظر میں نہیں بھول سکتی۔“

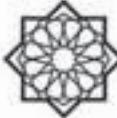


جدب و مستی

ہوش مندی، فہم و فراست دانائی اور عقل مندی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ نظام زندگی مقاضی رہتا ہے کہ حکمت و تدبیر سے اخلاق و عمل سے اسے بہتر سے بہتر بنایا جائے اور معاشرے میں بہتر کردار ادا کیا جائے۔ مگر باہوش اور عقل مند لوگ بھی کبھی کبھی ایسی کیفیات کا فکار ہوتے ہیں جو عشق و مستی اور جذب کی کیفیات کھلاتی ہیں۔ جن کی لذت، جن کا لطف، بعض اوقات ماڈی نفع نقصان اور عقل کو چھوڑ دینے سے ملتا ہے۔ پھر وہ لوگ اُس لذت و حلاوت کی جستجو میں رہتے ہیں۔

بقول شاعر:

سمجھتی کیا ہے دنیا عاشقانِ شرطی کو
یہ دیوانے وہ ہیں جن سے سبیں لیتی ہے دانائی
کچھ ایسے خوش نصیب افراد ہیں جنہیں بچپن میں پیر مجدد بان و سالکان
حضرت سید رسول شاہ خا کی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور مخدوب نے ضرب قلندری لگا کر چھوڑ
دیا۔ ان کے دل کی ترپ، ان کی روح کی پکار نے انہیں ہمیشہ جستجو میں رکھا کہ یہ
جدب و مستی انہیں کسی ایسے در پر لے جائے جو منزل مراد ہو۔ اللہ پاک نے ان



لوگوں کو رحمت خاص سے نوازا اور وہ شاہ قلندر کے قدموں میں آگئے۔ جذب و سلوک دونوں ہی آپ کے زیر تصرف اور دسترس میں ہے۔ آپ جب چاہیں جذب کے سمندر میں غوط زدن ہوتے ہوئے مرید کی یہ جان انگیز کیفیات کو سلوک کے ہمار بہاؤ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ جہاں جذب کی حاطم خیز موجودیں کسی کے قابو میں نہ آ رہی ہوں مر ہد کریم کا تصرف انہیں سکوت اور سکون عطا کرتا ہے۔ کئی مریدین کو آپ نے جذب کی طوفان خیز موجودیں میں غرق ہونے سے پہلے ہی سمندر سلوک کے ساحل پر لاکھڑا کیا تاکہ وہ آپ کی محبت سے حاصل کردہ فیض سے عوام انس کو فائدہ پہنچا سکیں اور محبت مشن کو آگے لے کر بڑھیں جس کی آج امت مسلمہ کو ضرورت ہے۔



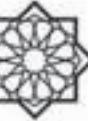
کیفیات اور اثرات باطنیہ مرتب کرتا ہے جو عبادات و احکامات کا مقصود و مغز ہے۔ صحبت مرشد کے تمام اثرات ناقابلی بیان ہیں چنانچہ ان میں چند ایک بیان کیے جا رہے ہیں۔



بیعت کے اثرات

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ احکام شریعت بتانے اور سمجھانے کے لئے بہت سی درسگاہیں اور بہت سے علماء کرام موجود ہیں۔ ایک عام شخص بلاشبہ یہ سوچ سکتا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے احکامات عام کتب سے پڑھ چل جاتے ہیں اور اگر ہم اخلاص سے احکام شریعت پر عمل ہو رہیں تو بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ بیعت ہونے سے کیا فرق پڑے گا؟

اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے تاچیز نے آستانہ قلندر یہ سے مسلک بہت سے خلفاء، ناظمین اور مریدین سے پوچھا کہ بیعت کے بعد آپ کی زندگی، آپ کی شخصیت، آپ کے معمولات اور آپ کی عادات میں کیا تبدیلی آئی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ بیعت سے کوئی فرق نہ پڑا ہو؟ مجھے حیرت ہوئی کہ کسی ایک فرد نے بھی ایسا نہ کہا کہ بیعت سے کوئی فرق نہ پڑا بلکہ ہر ایک نے بڑھ چڑھ کر وہ اثرات بتائے جو انہوں نے خود اور ان کے قریبی جانے والوں نے بہت نمایاں طور پر محسوس کئے۔ ان اثرات میں سے چند ایک اختصار کے ساتھ یہاں لکھنے کی جاریت کر رہی ہوں۔ صرف اس نیک نیت سے کہ روحاںی نظام کی برکات و اثرات سے انکار کرنے والے شاید یہ سمجھ کریں کہ تصوف و روحاںیت کا نظام وہ



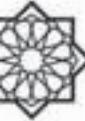
رغبت دین

کچھ افراد نے بتایا کہ بیعت کے بعد دین کے احکامات کی طرف قلبی میلان بڑھا۔ پہلے کبھی احکامات دین کی پرواہ نہ کی تھی۔ مگر بیعت کے بعد خود بخود فرائض اور اوصاف و نوائی کا خیال رہنے لگا۔ یوں محسوس ہوا کہ گویا شیطان نے جو ہر وقت دل میں بسیرا کیا ہوا تھا، دل سے غائب رہنے لگا ہے۔ اس کا وہ تمہکا نہ جو اس نے بڑا مضبوط سمجھا ہوا تھا اب کمزور ہو گیا اور اس کی جگہ طہارت و پاکیزگی قلب و باطن میں سراپت کرنے لگی۔

تصویر شیخ نے خیر اور شر کی پہچان عطا کی۔ احساس زیاد بڑھا اور گویا نیا جنم لے لیا ہو۔ یکر شخصیت بدلت کر رہ گئی۔ پیاس سے مذہل جسم کو پانی مل گیا۔ گرمی سے چور ٹھنڈک کو ٹھنڈک مل گئی۔ بے سکون کو سکون مل گیا۔ بیعت کے بعد زندگی زندگی بنی۔ خشک دینی ماحول سے نکل کر محبت کی بہاریں نصیب ہو گئیں۔

خود شناسی

ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ محبت مرشد نے اپنے آپ سے ملادیا ہم خود کو بھول کر دنیا میں گم تھے۔ مرشد پاک نے حقیقت سے آشنا کر دیا۔ اس خود شناسی نے اللہ پاک کی طلب، جتجو، پہچان عطا کی اور اس خالق جان، ماکب کائنات سے اتنا مضبوط قلبی تعلق عطا کیا کہ دنیا سے بے نیازی بڑھتی چلی گئی۔ حب دنیا گویا دل سے نکل گئی۔ مشاہدہ کائنات اور مشاہدہ ذات میں اُس اللہ پاک کو دیکھنے اور محسوس کرنے کی عادت ہو گئی۔ حقیقی اصول، اسرار و رموزِ حقیقت سے آشنا کر دیا۔ علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچا دیا۔ قبل از بیعت کا زمانہ، زمانہ جاہلیت تھا، بیعت کے بعد علم، روشی، فہم حتیٰ کہ حق عطا ہوا۔ یہ سب نقطہ مرشد پاک کا کمال ہے کہ پیار اور عشق والوں کو محبوب مل گیا۔



مضبوط قوتِ ارادی

بیعت کے بعد زندگی میں اطمینان اور سکون آگیا۔ پہلے کسی اچھے کام کا ارادہ بھی کیا تو کرنے کی توفیق نہ مل پاتی۔ بیعت سے یہ اثر ہوا کہ قوتِ ارادی پختہ اور مضبوط ہوتی گئی۔ کمزوری رفع ہو گئی، اعتماد ملا، معاشرے کا سامنا کرنا آگیا۔ کمزور کو طاقتور ہنانے والی ذات مرشد پاک کی ہے۔ آپ کی وجہ سے خود اعتمادی اور حوصلہ بڑھا۔ شکل کے کام کرنے کی قوت و استطاعت بڑھ گئی۔ فہم و بصیرت میں اضافہ ہوا۔ باتوں کو سمجھنے کی الہیت آگئی۔ آپ جناب ایک قابل جو ہری کی طرح اپنے ذرے ذرے کو خود چکار دیتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

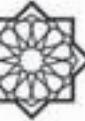
ما و تاباں سے جا کے کہہ دو کہ اپنی کرنوں کو گن کے رکھ لے
میں اپنے صحرائے ذرے ذرے کو خود چکنا سکھا رہا ہوں

آپ نے اپنے زیر تربیت را حق اور رازِ معرفت کے طالبوں کی شخصیات کو سنوارا، نکھارا، سجایا، اور انہیں معاشرے کے لئے مفید اور کار آمد بنادیا۔ تاکارہ پھر وہ اور سنگریز وہ کوہیرے موتی بنادیا۔

شخصیت میں تبدیلی

کچھ افراد نے بیعت کے اثرات اس طرح بتائے کہ بیعت کے بعد زندگی یکسر تبدیل ہو گئی۔ پیر و مرشد کی صحبت میں بیٹھنے کے بعد ہر مرتبہ ایک نئی تبدیلی محسوس ہوتی رہی۔ بہت سی بری عادات بیعت سے پہلے پائی جاتی تھیں۔ جیسے: غصہ، عجلت پسندی، فضول اور بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع کرنا عام معمول تھا۔ جب مرشد پاک سے ملاقات ہوتی تو گویا ہر مرتبہ ایک بری عادت کم ہو جاتی۔ حالانکہ آپ نے کبھی زبان سے ہر ایک کو فرد اور انسیحافت فرمائی۔ مگر آپ کی صحبت اور آپ کے تصور کے اثرات سے ساری بہت بری عادتیں کم ہوتی چلی گئیں۔ یہ اثرات گمراہی اور دوست احباب نے بھی بہت زیادہ محسوس کئے۔ کردار اور عمل بالکل بدل کے رہ گیا اور ساری تبدیلیاں ثابت ہو گیں۔





خشوی و خضوع

تیرف TAR سائنسی دور میں ہماری عبادات یکسوئی اور دلی کیفیات سے خالی ہوتی ہیں۔ اس دنیا دار دل کو صاف اور پاکیزہ کرنا اور اسے ہر ایک کے حسب استعداد احوال و تجلیات سے بھر دینا ہیر و مرشد شاہ قلندر رہی کا کمال ہے۔
کچھ لوگوں نے بیعت کے اثرات یوں بتائے کہ:

”پہلے بھی نمازوں ادا کرتے تھے۔ مگر کبھی نمازوں میں خشوی و خضوع محسوس نہ کیا تھا۔ بیعت کے بعد نمازوں میں دل کی یکسوئی حاصل ہوئی۔ ان کی ادا سمجھی میں پابندی آگئی۔ دل کی کیفیت بدلتی بدلتی محسوس ہونے لگی۔ طبیعت یئکی کی طرف رغبت رکھنے لگی۔ ظاہری اور باطنی اثرات بہت ثابت نظر آنے لگے۔ اللہ سے پیار اور محبت کی کیفیات بہت بڑھ گئیں۔“

کاموں میں بہتری

آپ جناب ہیر و مرشد سے اخلاص اور پیار والا تعلق انسانوں کو منتہاً کمال تک لے جاتا ہے۔ ظاہری اور باطنی ہر دو حالتوں میں بام عروج تک لے جانا آپ کا حیرت انگیز کمال ہے۔ تمام مادی مسائل اور پریشانیاں بتدریج ختم ہوتی چلی جاتی ہیں اور ہر کام میں بہتری آتی جاتی ہے۔

رزق میں برکت اور کشاورگی ہوتی چلی جاتی ہے۔ پہلے ہر طرح سے کمزور تھے۔ معاشرے میں عزت اور مقام ہیر صاحب کی بدولت ملا۔ وہ لوگ جو کبھی سلام کرنے کے روایارندہ تھے عزت سے دعوت دے کر بلانے لگے۔ شاہ قلندر کی کبھی کسی گھر میں دعوت ہوتی ہے تو آپ کے جانے کے بعد حیرت انگیز طریقے سے روزگار، کاروبار، ملازمت ہر کام میں برکت و رحمت آتی ہے۔ جناب شاہ قلندر ہیر مستوار ایک وقت کا کھانا تداول فرماتے ہیں اور اس کی برکات سے اہل خانہ عرصہ دراز تک فیضیاب ہوتے ہیں۔



باب هفتم

نظامِ خلافت و تربیت اور انتظامی امور

مرشد پاک کامریدین و دو ابستگان کے لئے نظامِ تعلیم و تربیت

- ✿ روزانہ کے معمولات
- ✿ دربار عالیہ میں ملاقات
- ✿ بیعت کے ذریعے
- ✿ روزانہ کے پڑھنے کے لئے ذکر
- ✿ رات کی مخصوص نشت

- ✿ ہفتہ دار معمولات
- ✿ نماز جمعہ
- ✿ محفل ذکر
- ✿ محفل نعت

مراقبہ

پیر مستوار قلندر کے نظامِ تربیت میں ذکرِ خفی اور مراقبہ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

اس کی برکات اور مشاہدے کا حوالہ کوثر کامدار لکھتی ہے:

”چکوال سے کراچی آتے ہوئے پیر صاحب نے حکم دیا عبد اللہ شاہ غازی ؒ جاتا مراقبہ کرتا، ہمارا سلام دینا اور ایک خاص پیغام دیا۔ میں نے کراچی آکر حاضری دی، مراقبہ کیا تو عبد اللہ شاہ غازی ؒ سامنے تشریف فرماتھے۔ ادب سے پیر صاحب کا سلام اور پیغام دیا۔ انہوں نے جو جواب دیا اسی وقت پیر صاحب کو فون پر بتایا، مگر اس سب کے دوران میری حالت غیر تھی۔ فرمایا درزو پاک پڑھتی رہو۔ آج تک وہ کیفیت، وہ سارا منتظر یاد ہے۔ سچ ہے پیر صاحب سے جس کونور کا قطرہ بھی طاواہ مست است ہو گیا۔“



نظامِ خلافت و تربیت

عالم اسلام کی پندرہ سو سالہ تاریخ اپنے اندر بہت سے نشیب و فراز لئے ہوئے ہے۔ سقوط بغداد کے بعد جہاں مسلمان سیاسی طور پر کمزور اور مغلوب ہوئے وہاں ان کا تعلیمی معاشرتی، فکری، نظریاتی، اخلاقی روحاںی نظام بھی نکلت و ریخت کا شکار ہوا اور جب بھی کبھی مسلمان نکست خورده ہوئے، بے قیمتی نے متاری ایمان کو غارت کیا ایسے میں اولیائے کرام، صوفیاء وقت نے قوم کی کشتی کو سنبھالا دیا اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنے۔

جیجہ الاسلام امام غزالیؒ کا ارشاد پاک ہے:

”صرف صوفیاء کرام ہی معرفت الہی کی راہ پر گامزن ہیں۔ ان کی سیرت سب کی سیرتوں سے بہتر۔ ان کا طریقہ سب کے طریقوں سے درست، ان کا خلق سب کے اخلاق سے پاکیزہ ہے بلکہ اگر تمام عقلاء کی عقل، حکماء کی حکمت، علماء کا علم اور اس کے اسرار کو جمع کیا جائے تو بھی ان کے سیرت و اخلاق سے بہتر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات براو راست سینہ نبوت کے نور سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اور اس کائنات میں نور نبوت سے بڑھ کر کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے۔“ (المسعدمن العدل)۔

شب برآت کا خصوصی پروگرام

سروزہ روحانی ریاضت

عرس امام عالی مقام شاہ کر بلا حضرت امام حسینؑ

میلاد النبی ﷺ

عرس اعیاز ہادی حضرت سید رسول شاہ خاکیؒ

ملک بھرا اور بیرون ممالک کے دورہ چات

خلفاء و نواب نبلین کے لیے تربیت و ہدایات

خصوصی اور ادو و ظائف

مجاہدے۔ ریاضتیں

انفرادی ہدایات

چلہ کشی

خواب

اشارات

مراقبہ

تادیجی کاروائی

خلفاء و نواب نبلین کی ذمہ داریاں



بھجی عشق کی آگ ادھیر ہے
پھر مسلمان نہیں خاک کا دھیر ہے
ایسے میں اللہ پاک اپنے پتھے ہوئے خاص بندوں کے ذریعے حفاظت
و اقامتِ دین کا کام لیتا ہے۔ حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
نے جس انداز سے خلفاء کے ذریعے روحانی برکات و تاثیرات کو شرقاً غرباً پھیلایا
آج پھر اسی انداز سے روحانی محبت و چاشنی کی لذت و حلاوت کے جامِ معرفت کی
متلاشی انسانیت کو جامِ قلندر کی ضرورت ہے۔

شاہ قلندر نے بعینہ اسی طرز پر خلفاء کے نظام کو متعارف کرایا ہے۔ جامِ
نظام تصوف کی بجائے متحرک، جاندار نظامِ تعلیم و تربیت متعارف کرایا۔ جس کے
تحت ایک فرد کی ہمہ جہت تربیت کی کوشش کی جاتی ہے۔ عوامِ الناس اور خاص
لوگوں کے لئے ہر طرح سے ایک بہتر نظام دیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں
بہت سے آتائے قائم ہیں اور ان سے افراد کو خلافت تو دی جاتی ہے مگر افسوس
کبھی تو اہلیت و صلاحیت کو دیکھئے بغیر خلیفہ نامزد کر دیا جاتا ہے۔ اور کبھی رابطہ
باتا عدگی سے نہ ہونے کے باعث خلفاء سچھ طور پر کام نہیں کر پاتے۔ مرشد پاک
شاہ قلندر نے خلفاء کے چنان میں ان کی اہلیت، خلوص و وفا کو مد نظر رکھا ہے اور
ساتھ ہی ان سے مستقل رابطہ، ان کی کڑی گرانی اور ان کے لئے ہدایات کا

پیران پیر و شگیر حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ جس دور میں جلوہ افروز ہوئے
وہ دور بھی طوائف الملوكی، اپنتری اور امتحار کا دور تھا۔ یہ آپ کا اعلیٰ کردار اور آپ
کے روحانی تصرفات و کمالات ہی تھے کہ مردہ تن میں آپ نے نبی جان پھونک
دی اور یوں آپ مجی الدین کھلائے۔ مسلمانان عالم پرستی اور ذلت سے باہر آئے
اور زندگی کے تحرک میں پھر سے مصروف عمل ہوئے۔ اسی کے نتیجے میں کئی اسلامی
احیاء کی تحریکوں میں قوت اور جان آئی کہ:

جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید بنتے ہیں
اڈھر ڈوبے اڈھر نکلے، اڈھر ڈوبے اڈھر نکلے

مسلمان آج بھی ایک ایسی ہی دور سے گزر رہے ہیں۔ ذاتی، انفرادی
زندگی عبادات کے انوار سے محروم، خود غرضی، لاچ، حسد، تکبیر، کینہ اور نفرتوں سے
بھرے دلوں میں خوف، خدا، محبتِ الہی، عشق، مصطفیٰ صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چنگاری نہ رہی
معاشرہ فناشی اور عریانیت کے سلسلہ میں ڈوبا ہوا، ایلیٹسٹ کے ٹکنے میں بری
طرح مقید نظر آتا ہے۔ باؤن (52) ملکوں میں مسلمان حکمرانوں کی موجودگی
بھی دسین اسلام کو وہ شان و شوکت نہیں دے پا رہی اور مسلمان ہر جگہ ذلیل و رسوا
ہو رہے ہیں۔ اقوام عالم میں مسلمانوں کے پاس عزت اور وقار نہیں ہے۔

لوگ اللہ سے دور، ایمان کی لذت و حلاوت سے نا آشنا ہو چکے ہیں۔ کہ



مریدین و بستگان کے لیے نظام تعلیم و تربیت

شادِ قلندر کے روزمزہ کے معمولات

دربار عالیہ میں ملاقات:

شاو قلندر جیر مستوار نے جب سے مندرجہ وہادیت کی ذمہ داریوں کو
سنجالا ہے اس وقت سے ان کا معمول ہے کہ ہر روز صبح 10:30 بجے دربار عالیہ
میں رونق افراد ہوتے ہیں اور بلا تفریق خاص و عام ہر ایک آنے والے سے
انفرادی طور پر ملتے ہیں۔ اس کا حال احوال پوچھنا، دور دراز سے آنے والے
لوگوں سے سفر کا حال، علاقے کا حال دریافت کرنا، خندہ پیشانی سے ان کے دکھ
دروں میں شریک ہونا آنے والوں کو شادِ قلندر کا گرویدہ بنادیتا ہے۔ آپ ان کے
مسائل خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی ان کا حل بتاتے ہیں ساتھ ساتھ کبھی مختصر الفاظ
اور جملوں میں اور کبھی کسی واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے متلاشی حق کی بھی
رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ اور اپنے اس معمول کے لئے عموماً کبھی اپنی طبیعت کی
خوبی کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی اور مصروفیت کو آڑے آنے دیتے ہیں۔
ہم نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات علالت کے باوجود آپ میں مقررہ

خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔
بقول اقبال مکتبہ:

یے دی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احاسس زیاں تیرا ہو گرما دے
فتر کی سان چڑھا کر تجھے توار کرے





مصدر عربی زبان کا لفظ "بیع" ہے جس کا معنی ہے خود کو بیع دینا۔ اصطلاح میں سنت رسول مقبول ﷺ کے مطابق کسی ولی کامل کے ہاتھ پر توبہ تائب ہونا اور اپنا آپ اس کے اس طرح حوالے کرنا کہ پھر اپنی کوئی خواہش اور مرضی نہ رہے۔ یہ بکھر لینا اور یقین رکھنا کہ میرا مرشد، میرا شیخ روحانی سفر میں میرا رہنماء ہے اور منزل تک پہنچانے کا ضامن بھی۔ یہ خود کو بیع کے حوالے کرنا انسان کا بیڑہ پار کر دیتا ہے کہ:

جب تک بکھے دتھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

سرکارِ دو عالم، رحمۃ اللہ علیمین ﷺ صاحبہ کرام ﷺ سے بیعت لیا کرتے تھے۔ بیعت عقبہ اولیٰ، بیعت عقبہ ثانیہ اسلام قبول کرنے پر آپ ﷺ کے دست مبارک پر کیا گیا عہد تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی صحابہ کرام ﷺ سے بیعت (بیعتِ رضوان) لی گئی جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔^(۱)

"وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔"

در بار عالیہ کے اوقات میں ہی آنے والوں میں سے جو کوئی توبہ تائب

(۱) سورۃ الفتح، ۳۸، آیت ۱۰

وقت پر حتیٰ کہ جمعہ اور اتوار کے دن بھی بلا ناغہ دربار عالیہ میں آتے ہیں اور آنے والوں سے ملتے ہیں۔ صبح 10:30 بجے سے 12:30 بجے تک۔ اس دوران توعیزات، دم، دعا کا عمل جاری رہتا ہے۔ کسی کو نگاہوں سے پلاتے ہیں اور کسی کو اپنی مخصوص مسکراہوں سے نوازتے ہیں۔ کسی کی تادبی کارروائی کے ذریعے اصلاح فرماتے ہیں۔ کسی سے پیار بھری باتیں کرتے ہوئے اس کا دل موہ لیتے ہیں۔ آپ کی ہربات، ہر رنگ، ہر انداز میں آنے والے کی اصلاح اور اس کی تعلیم و تربیت ہی مقصود ہوتی ہے بجز اس کے کچھ نہیں۔ کئی آستانوں پر یہ دیکھا گیا ہے کہ پیر صاحبان کے پاس مریدین کے لئے وقت کی بہت قلت ہوتی ہے اور خاص طور پر غرباء کو پیر صاحب کے دیدار کا بھی موقع نہیں ملتا۔ کبھی قسمت میں ہو تو پیر صاحبان مقررہ وقت پر درشن کرائے اجتماعی طور پر دعا کے لئے لمحہ بھر کے لئے ہاتھ اٹھادیتے ہیں۔ مگر ہمارے شادقلندر توجہ سے ہر ایک کی بات سنتے اسے تسلی دیتے ہیں۔ آنے والے کبھی لوگ اسی وجہ سے پیر صاحب سے اتنا پیار کرتے ہیں۔ پیر و مرشد امیر اور غیرہ کی تخصیص کے بناء پر ایک کو یکساں وقت اور تو وجود دیتے ہیں۔

بیعت کے ذریعے:

بیعت ایک وعدہ ہوتا ہے جو کسی خاص سلسلے میں کیا جائے۔ بیعت کا



ذکر اذکار، وظائف و اوراد کی صحیحت کی جاتی ہے۔ بالعموم ہر نئے آنے والے اور بیعت کرنے والے کو سب سے پہلے گلہ شریف ۱۰۱ امریتہ اول آخر درود شریف کے ساتھ پڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ کچھ لوگ جن میں قلبی استعداد، باطنی روحانی زیادہ پایا جاتا ہے۔ انھیں ان کے مزاج، خمیر، عادات، کروار، حوصلہ اور دفا کو دیکھتے ہوئے ان کی طبیعتوں کے مطابق مختلف وظائف وظائف دیئے جاتے ہیں۔ اگر ایک فرد الہیت رکھتا ہو تو الہیت سے عقیدت اور محبت بڑھتی ہے۔ محبت میں آنے کے بعد روحانیت اور فقیری شروع ہوتی ہے۔

جس طرح ایک ہیرے کی تراش خراش کی جاتی ہے اور اسے پاش کیا جاتا ہے اسی طرح سے مریدین اور وابستگان سے بتدرنج مادی میں کچیل کو دور کرنا ان کے دلوں کو پاک اور مطہر کرنا انھیں نورانی چمک سے مزین کرنا شادقلندر ہی کا خاصہ ہے۔ اور عام طور پر مریدین اور وابستگان کو خبری نہیں ہوتی کہ ان کے مرشد نے کس طرح شیطان سے ان کی حفاظت کی ہے یادگردینی اور دینیوں معاملات میں پیرو مرشد کس طرح ان کے لئے غائبانہ مددگار ثابت ہوئے یہ فقط صاحب نظر ہی جان سکتے ہیں۔ ہر روز ذکر الٰہی بتدرنج دل کی دنیا کو بدلت کر رکھ دیتا ہے۔ دل سے مال و زر کی محبت دور ہوتی ہے۔ ذکر سے دل منور ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک طرف سے فاصلہ کم ہوتا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف سے زیادہ۔

ہوتے ہوئے مستقل وابستگی کا خواہ شند ہوا سے بیعت بھی کیا جاتا ہے اور کسی کو بیعت کرتے ہوئے شادقلندر کے پر نور چہرے پر جمال و جلال کی آمیزش اور روحانی بزرگوں سے براہ راست رابطہ ایک عجیب رنگ دیتا ہے۔

بیعت کرنے والے کو چاہیے کہ ظاہری اور باطنی طہارت کا اہتمام کرے۔ ظاہری طہارت یہ کہ باوضو ہو، پاک صاف ہو، اچھا بابس پہنے اور خوشبو لگائے باطنی طہارت یہ ہے کہ گناہوں پر نادم ہو، توپہ کا سچا ارادہ ہو اور پیر و مرشد کی محبت و اطاعت کا دل میں پختہ ارادہ رکھتا ہو۔ دوز انو ہو کر با ادب بیٹھئے اور جیسے بتایا جائے ویسے کرتا جائے۔ داعیں ہاتھ میں دی جانے والی چادر پکڑ کر مٹھی بند کر لے بیال ہاتھ باعیں زانو پر رکھے۔ پیر و مرشد جو کچھ پڑھائیں باؤاز بلند دہڑانا چاہیے۔ بیعت کے بعد ذکر کروا یا جاتا ہے۔ جس سے دل پر خاص ضرب لگائی جاتی ہے۔ بیعت کے بعد مریدین کو چاہیے کہ اپنی سوچوں میں مرکز محو را پنے پیر و مرشد کو بنا لیں یوں وہ مادی اور روحانی دونوں حوالوں سے کامیاب و کامران ہوں گے۔

روزانہ پڑھنے کے لیے ذکر:
وابستگان کی تعلیم و تربیت اور ترقی کی قلب کے لئے ہر روز پڑھنے کے لئے



ٹیلیفونک رابطہ:

چونکہ پاکستان بھر میں وابستگان اور مریدین کی تعداد روزافزوں بڑھ رہی ہے۔ اور دور دراز کے علاقوں میں رہنے والوں کو مرکز انوار تجییات دربار عالیہ میں مستقل آتے رہنے میں دشواری ہوتی ہے۔ تو زمانی و مکانی حدود سے مارا جہاں پیر و مرشد کی ان پر باطنی توجہ رہتی ہے وہاں ان لوگوں کو ہر روز ٹیلی فون کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ پیر صاحب کے خادم خاص محمد مسین ٹیلی فون کا لازمی نہ کرتے ہیں، اور پھر پیر صاحب تک لوگوں کے پیغامات اور مسائل پہنچا دیتے ہیں۔ شاہ قلندر ان کے مادی، باطنی روحانی مسائل کا حل بھی جھویز فرماتے ہیں اور دعائے خیر سے بھی نوازتے ہیں۔ مقصد فقط وابستگان اور مریدین کی دل بھوئی، ان کی تسلی و شفی اور ان کے دل کی خوشی ہوتا ہے۔

رات کی مخصوص نشست:

متلاشیاں حق، طالبان صدق و خلوص، خادمین دربار اور خاص لوگ سارا دن خضرر رہتے ہیں کہ کب شام ڈھلے اور پیر و مرشد کی اصلی سُگت اور صحبت ملے۔ دن میں لوگوں کی اکثریت دنیاوی دکھوں اور پریشانیوں میں جلا اپنے مادی مسائل کے حل کے لئے تعویذات اور دم کے متنی ہوتے ہیں جبکہ رات کی اس

مخصوص نشست میں عام طور پر تعویذات، دم دعا کا عمل مفقود ہوتا ہے۔ مرشد پاک کی نشست مریانا اور عارفانہ رنگ لئے ہوتی ہے۔

10:30 بجے سے 11:30 بجے تک رات کو پیر و مرشدین کے ٹیلی فون نے جاتے ہیں۔ اس کے بعد سارے دن کے معمولات میں اگر کوئی غیر معمولی بات ہوتا ہے ذکس کیا جاتا ہے۔ غلطیوں پر اپنوں کی سرزنش کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سوال جواب کی نشست جاری رہتی ہے۔ ایک ہی سوال کو اگر مختلف افراد پوچھتے ہیں تو سہی رسول مقبول ﷺ کے عین مطابق شاہ قلندر ہر ایک فرد کو اس کی ذہنی سطح کو دیکھتے ہوئے ایک ہی سوال کا جواب مختلف انداز سے دیتے ہیں۔ سارے دن کی سخت مصروفیت کے باوجود پیر و مرشد انتہائی تروتازہ اور خوشنگوار مودہ میں اپنی مخصوص نشست پر موجود رہتے ہیں۔ ہلاکا پھلکا مزاج اور کبھی کبھار آپ کا بے ساختہ ہنسنا اس نشست کے رنگ کو دو بالا کر دیتا ہے عموماً زیر لب تعبسم سے سب پر کرم پنچا اور کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے مشغله نہ ماخول میں جب حقیقت و معرفت کی گفتگو شروع ہوتی ہے تو دل نور ایمان سے روشن ہوتے چلتے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا دل نور الہی سے جنم گا جیا ہے۔

کبھی شعرو شاعری اور کبھی حمد و نعمت بھی پیر و مرشد سننا پسند فرماتے ہیں



شادِ قلندر کے ہفتہ وار معمولات

دربار عالیہ میں ملاقات

نمازِ جمعہ:

اللہ جل جمدة نے ارشاد فرمایا:

إذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ هُنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَسْعُوا إِلَيْيَ ذُكْرَ اللَّهِ۔ (۱)
”جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن آؤ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔“

مسلمانوں کے لئے جمعہ کا دن بطور خاص عبادت کے لئے چنا گیا۔ پسند کیا گیا کہ اس دن بطور خاص حضل کیا جائے، پاک صاف ہوا جائے، نماز کے لئے خصوصی تیاری کی جائے اور زیادہ سے زیادہ وقت ذکر پاک میں مشغول رہا جائے۔

پیر و مرشد جمعہ کا دن خوبی بھی اہتمام کے ساتھ سر پر سفید رومال اور روپی لئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور باقی سب ساتھیوں کو بھی لازمی آنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ آپ خود نماز جمعہ کی امامت فرماتے ہیں۔ آپ کی پرتا شیر آواز جب خطبے کے لئے گوئی ہے تو اس آواز میں ایک خاص ترنگ، ایک خاص رنگ دل کی وہڑکن میں ساز جگا دیتا ہے اور تصور اس دربار پاک میں لے جاتا ہے

(۱) سورہ الجمعة، ۶۲، آیت ۹

اور بیٹھنے والوں کے ذوق اور ان کی باطنی استعداد کا اس درجہ خیال رکھتے ہیں کہ ہر فرد یہ سمجھتا ہے کہ شادِ قلندر اسی کے بے حد ترقیب ہیں اور اگر کبھی کراچی، لاہور یا دور راز سے طالبانِ حق آئے ہوئے ہوں تو پیر و مرشد ان لوگوں کی دلجوئی کی خاطر اپنے آرام کو تجھ دیتے ہیں اور اکثر اوقات نمازِ جمعرتک تشریف فرماتے ہیں۔ اس خاص وقت میں اس رب کا نکات، حبیب کا نکات لئے تھے کے پیار اور عطا کی یا تمیں عجیب کیفیت اور رنگ دیتی ہیں جو الفاظ میں سکھتا اور بیان کرنا مشکل ہے۔ جس جس نے ان مخلقوں کا ذائقہ چکھا ہے وہ ہمیشہ وہاں جانے کے لئے اور شادِ قلندر کی صحبت و مسگت کے لئے ترپتہ رہتا ہے۔

رات پوئے تے پے دردان نوں نیند پیاری آوے
درد منداں نوں تانگ سجن دی ستیاں آن جنگاوے



جب دل پر وارو ہوتے ہیں تو انسان اور اللہ کے درمیان حائل جگابات اٹھتے ہیں۔ معرفت و حقیقت کے اسرار و رموز سے آگئی ملتی ہے۔ انسان خود شناس ہو جاتا ہے۔ ذکر کی ضرب سے دل کے زنگ دور ہوتے ہیں۔ نفسانی قوتیں کمزور پڑتی ہیں اور روح کو بالیدگی اور قوت ملتی ہے۔

ہر جمع کو بعد نمازِ جمعہ محفل ذکر منعقد کی جاتی ہے۔ جس میں باقاعدہ پیر و مرشد خود توجہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ وابستگان ذکر کے نور میں رنگے جائیں۔ اور ان میں معرفت کے اسرار بخشنے کی قسمی استعداد پیدا ہو سکے۔

قریبی علاقوں میں محفل نعمت:

محمدوم پور شریف کے ارد گرد کے قریبی نواحی علاقوں مرید، چکوال وغیرہ میں ہر ہفتے کہیں نہ کہیں محفل ذکر و نعمت منعقد ہوتی ہے جس کی صدارت آپ جناب خود فرماتے ہیں۔ آپ کی موجودگی مریدین کے دلوں کے اطمینان کا باعث بنتی ہے اور نعمت کے خوبصورت اشعار پر آپ کے چہرے کے تاثرات کا رنگ دیکھنے والوں پر اشعار کے معنی و مفہوم کو کھوتا ہے۔ کبھی ہلکی پھلکلی گفتگو اور خوبصورت بات کرتے ہوئے اہلی نظر پر کتنی اسرار و رموز کے دروازے کھول دیتے ہیں اور مریدین، اہل ایمان، حاضرین و سامعین کے لئے خیر و برکت کی دعا فرماتے ہیں۔

جب سرکار دو عالم میں نہیں تھا اپنے اصحاب کے سامنے خطبہ دیا کرتے تھے۔

جب حسن تھا ان کا جلوہ نہ افوار کا عالم کیا ہوا

ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے تو دیدار کا عالم کیا ہوا

اک سمت عسلیاً اک سمت عمرُ صدیق اور عثمان اُمر

ان جگہ جگہ تاروں میں ماہتاب کا عالم کیا ہوا

نمازِ جمعہ سے قبل پیر و مرشد اپنی زیر گرانی کسی عالم سے موقع محل،

حالات، اور مہینوں کو مد نظر رکھتے ہوئے درس بھی دلواتے ہیں، تاکہ آنے والوں

کے علمی و دینی ذوق کی بھی تکمیل ہو سکے۔ اللہ ہو کی صدائوں میں پیر و مرشد کا مسجد

میں آنا اور جانا بھی عجیب بہار دکھاتا ہے۔

محفل ذکر:

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ كُرِّسْتَكَ وَتَبَثَّلَ إِلَيْهِ تَبَتِّيلًا۔ (۱)

”اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور سب سے ثوٹ کرای کے ہو رہو۔“

ذکر کی برکات و ثمرات سے صحیح طور پر فیضیاب ہونے کے لئے غیر اللہ

سے منہ موز کر فقط اللہ بجا نہ، تعالیٰ کا ہو جانا اور حضور قلب کے ساتھ ذکر کرنا

انسان کو ذکر سے مذکور بنا دیتا ہے۔ اللہ کے اسمائے مبارک اپنی نورانی تاثیر سے



آستانہ عالیہ مخدوم پور شریف میں شب برأت پر خصوصی پروگرام

۱۵ شعبان المعظم ہب برأت خصوصی روحانی اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ اس پروگرام میں شرکت کے لئے دور روز کے علاقوں سے خلفاء ناظمین اور مریدین بڑی تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ خواتین کے لئے بھی خصوصی انتظام کیا جاتا ہے۔ پہلے یہ پروگرام مسجد میں ہوا کرتا تھا مگر اب تعداد بڑھ جانے کی وجہ سے لنگرخانے میں انتظام کیا جاتا ہے۔ ہر طرف سرخ رنگ اپنی بھار خوب دکھاتا ہے۔ مردوں کے سر پر سرخ رنگ کی ٹوپیاں اور خواتین کے سرخ اسکارف قلندر یہ سلسلہ کی انفرادیت اور شاہ قلندر سے ان کی نسبت کا اظہار کرتے ہیں۔ شاہ قلندر سرخ ٹوپی کے ساتھ سرخ رنگ کا خوبصورت پنکا گلے میں ڈالے جب شان کے ساتھ اپنے مریدین میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ انوار کی بارش بر سے لگ گئی۔ خوبصورت کمپر گنگ، حلاوت کلام الہی کے رنگ اور پھر حضور ﷺ کی شاخوانی ہوتی ہے۔ دور و دور سے آنے والے نعت خوال اپنی خوبصورت دلکش لے اور سوز میں جب آقا مولیٰ رسول اللہ ﷺ کی شاخوانی



کرتے ہیں تو اہل ذوق سے خوب داد و صول کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی مشہور عالم دین کا درس قرآن ہوتا ہے جس سے علمی ذوق رکھنے والوں کی تکمیل ہوتی ہے اور تعلیم و تربیت، عقائد و اعمال کے بہت سے سبق آموز پہلو سامنے آتے ہیں۔ اس پروگرام میں شاہ قلندر کی باتیں اتنی پر تاثیر اور حکمت و معرفت سے بھر پور ہوتی ہیں کہ بلاشبہ یوں لگتا ہے کہ ہیرے جاہرات سے آپ نے دامن بھر دیا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ بس یہ سلسلہ یونہی رہے پیر و مرشد کی باتیں کبھی ختم نہ ہوں۔ آپ کی باتیں، آپ کا خطاب غالباً باطنی اور روحانی تعلیم و تربیت کے متعلق ہوتا ہے تاکہ آنے والے مریدین کو روحانی فیوض و برکات سے بہرہ دو کیا جاسکے۔



اعتكاف اور چلے کا اہتمام ہوتا ہے۔ درویشوں کا، فقراء کا، ذاکرین کا اجتماع اور تین دن تک عجب ایمان افروز، روح پر درسماں ہوتا ہے۔ تین دن روزہ رکھا جاتا ہے اور جھروں میں بیٹھ کر مرشدِ کریم کی طرف سے عطا کردہ ذکر کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ جو ہر ایک کا انفرادی ہوتا ہے۔ ہمہ عبادت، ہمہ عشق، ہمہ ذکر، ہمہ ریاضت کا رنگ نورانی، عجب روحانی کشش رکھتا ہے۔ ہر سال ان دونوں کا انتظار رہتا ہے۔ بیرون مرشد ہر روز رات کو خطاب فرماتے ہیں، رات بھر محفل ذکر و نعت رہتی ہے۔ دن میں صلوٰۃ و تسبیح کا اہتمام ہوتا ہے۔ خواتین کے لیے بیرون مرشد کی اہمیت محدث مسیدہ بی بی صاحبہ بطور خاص توجہ اور گرانی سے سب کے آرام و طعام کا بندوبست فرماتی ہیں۔ اور خود اپنے آرام کی پروادا کیے بغیر سب خواتین کا خیال رکھتی ہیں۔ خواتین کے لیے خصوصی چله گاہ تعمیر کی گئی ہے۔

آنے والے سب مختلفین کے لیے خصوصی ہدایات:

”موم کے لحاظ سے اپنے کپڑوں کا انتظام کر کے آیں۔ اپنا بستر جھرے کے لیے، تین چادریں، پلیٹ، گلاس، چچ، کپ، تسبیح، ذاڑی یا کاغذ اور قلم، خوشبو، توہن برش، صابن اور تولیہ ضرور ساتھ لے لائیں۔ انتظامیہ کی دی گئی ہدایت پر عمل ضرور کریں۔ دورانِ چلہ گفتگو سے بالکل پرہیز کریں، موبائل فون استعمال نہ کریں۔ وقت پر سحری و افطاری قطار میں کھڑے ہو کر لیں۔ اپنا وظیفہ

سہ روزہ روحانی ریاضت

ہر دو روز مانے میں حق کی جستجو، حق کو پانے کی خواہش بہت سے لوگوں میں پائی جاتی رہی۔ اسلام سے قبل لوگ محبوب حقیقی کی حلاشی میں گھر بار چھوڑ کر حقوق سے کنارہ کش ہو کر رہبانیت اختیار کرتے تھے۔ سرکار دو عالم احمد مجتبی محبوب خدا رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا:

لارهبانیة فی الاسلام۔ (۱)

”اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔“

آپ ﷺ کا یہ اعلان اس گناہ گارامت کے لئے ایک بہت بڑی رحمت ہے۔ پہلے لوگ جنگلوں، بیانوں اور غاروں میں چلے جاتے تھے اور ان کے مجاہدے اور ریاضتیں بہت کڑی ہوتی تھیں۔ مگر آقا ﷺ نے ہم موننوں کے لئے خوبخبری سنادی کہ راہ حق کے ملاشیوں میں اپنا گھر بار چھوڑنے، بیانوں اور جنگلوں میں بسرا کرنے کی ضرورت نہیں تم اس دنیا میں رہتے ہوئے حق کو پا سکتے ہو کہ رہبانیت کا فغم البدل عطا کرو یا اگیا اور وہ ہے اعتكاف۔

مریدین کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے بیرون مرشد نے سالانہ سہ روزہ روحانی ریاضت کا سلسلہ شروع کیا۔ عرس کے بعد سہ روزہ تفلی

(۱) مسند احمد بن حنبل



شرع کرنے سے قبل یہ اذکار مکمل کریں: "تعوذ و تسمیہ، سورۃ الفاتحہ، آیہ الکرسی، چاروں قل، کلمہ استغفار، پہلا، دوسرا، تیسرا کلمہ، درود خضری" سب ایک ایک بار پڑھیں۔ آشْتَغِفُرُ اللَّهَ وَ آتُوْبُ إِلَيْهِ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار۔ ذکر خپنگی "الله ہو" ایک سو ایک (۱۰۱) بار اور درود خضری ایک سو بار (۱۰۰) پڑھ کر سینے پر پہنچنے کا نتیجہ اور ذوق و شوق سے اپنا وظیفہ شروع کریں۔ دوران چلہ، صبح شام دانتوں کو برش کریں۔ مجرے کو خوبصوردار کریں۔ تصویر شخچ پختہ رکھیں۔ صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ انتظامیہ کے ساتھ مکمل تعاون کریں اور جب چلہ ختم ہو تو اپنا کمرہ صاف کر کے جائیں۔ پیر صاحب اور اہل خانہ کے لیے خصوصی دعا کریں اور ان کے شکر گزاریں۔"

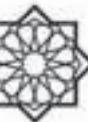
اعتكاف کا رنگ حقیقی دنیا سے چند دن کے لئے کنارہ کش ہو کر پوری یکسوئی اور توجہ سے محبوب حقیقی کی طرف لوگا لیتا ہے۔ اعتكاف کے فیوضات و برکات، اس کے روحانی فوائد کی بناء پر مرہبید پاک شاہ قلندر نے اپنے مریدین کو روحانی سفر پر گامزن رکھنے اور وصال حق کے لئے پہلی مرتبہ ۲۰۰۱ء میں اپنی زیر گرانی اعتكاف کروانے کا انتظام کیا اور پیر مرشد نے خالصتاً عشق حقیقی کے انوار و جلیيات سے مستفیض کرانے کے لئے اس کا نام ہی "اعتكاف عشق" رکھا۔ دربار سے متصل مسجد علی میں پہلی مرتبہ مرکب انوار مخدوم پور شریف میں

انٹائیں (۲۸) افراد کو محکف ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پیر مرشد نے اپنی بھرپور توجہ کے رنگ قاہر اور باطنیاً عطا فرمائے۔ مختلف اور ادو و خانف اور ان کی زکوتیں نکلوائی گئیں۔ ان خاص خوش نصیب لوگوں نے دن رات اپنے مرشد کی زیر گرانی ان کی ہدایات کے مطابق گزارے۔ ہر روز رات کو مرشد پاک خصوصی خطاب فرماتے۔ ہر لینے والا اپنے ظرف اور استعداد کے مطابق ان موتیوں کو چھتا اور ان خوش قسمت لوگوں سے ان دنوں کی کیفیات اور احوال نے جائیں تو اپنے محروم رہ جانے کا افسوس بڑھ جاتا ہے۔

۲۰۰۲ء میں جب اعتكاف کا وقت آیا تو معنگیں کی تعداد پہلے سے دو گنی ہو گئی کہ عشق اور ملک چھپائے نہیں جاسکتے۔ پیار کی خوبصورتی ہے تو قلب سلیم رکھنے چلے آتے ہیں۔ گویا مرشد پاک ایسا مقناطیس ہیں جو اپنے دائرے میں آنے والے لوہے کو اپنی طرف راغب کر لیتا ہے۔ وہ روحانی تجلیات کا منع ہیں کہ دور حاضر میں ایسے لوگوں کا مل جانا ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

۲۰۰۳ء میں جہاں مردوں کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں پہلی مرتبہ خواتین کے لئے بھی اعتكاف کا اہتمام کیا گیا۔ وظائف، ذکر اذکار، عبادت، خشوع و خضوع، اور محنت و ریاضت میں خواتین نے کوئی کمی نہ چھوڑی۔ وظائف، پڑھائی، شب بیداری و دن بھر کے خصوصی معمولات کو بڑے ذوق و شوق سے





عرس امام عالی مقام شاہ کر بلا حضرت امام حسین علیہ السلام

شاہ است حسین " بادشاہ است حسین "
 دین است حسین " دین پناہ است حسین "
 سرداد نہ داد دست در دست یزید
 حقا کہ بنائے لا الہ است حسین "
 (خواجہ مسلم الدین الحیری طریف فوائد)

شاہ کر بلا امام عالی مقام کی محبت در حقیقت اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے
 محبت ہے امام حسین علیہ السلام کے فضائل و عالی مقام پر بے شمار احادیث موجود ہیں۔
 حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنة۔ (۱)
 "حسن" اور "حسین" تمام جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔"

من احباب الحسن والحسین فقد احببنا۔ (۲)
 "جس نے حسین" سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔"

اپنایا اور فیوضات و برکات سمیئے۔ مردوں کے لئے مسجد میں اور خواتین متعلفین
 کے لئے مہمان خانے میں باپرده اہتمام کیا گیا اور اجتماعی اعکاف کے باوجود
 انفرادی طور پر پردے لگا کر ہر ایک کے لئے عبادت گاہ مخصوص کی گئی۔

۲۰۰۳ء میں متعلفین کی تعداد، جوش و خروش اور جذبوں کی شدت
 دیکھنے میں آئی گویا ہر لحاظ سے اعکاف کی اعلیٰ شان اور برکتیں نظر آ رہی تھیں۔
 مرشد پاک کے خطبات معرفت کے انوار و رنگ سے بھر پور ہوئے۔ افراد کی
 تعداد بہت بڑھ گئی۔ نئانچ پہلے سے بہت زیادہ بہتر پائے گئے۔

انقرہ ہر اعکاف پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا رہا۔ تعداد کے اعتبار سے
 بھی، ذوق کے اعتبار سے بھی اور خطابات کے اعتبار سے بھی۔ خطابات کی ای ذیز
 اور کیشیں موجود ہیں۔ لینے والوں میں علمی و قلبی استعداد بڑھتی گئی اور دینے
 والے نے کمی نہ کی۔ رحمت و کرم ہر سوچھایا رہا۔

(۱) سنن ترمذی: ۳۷۶۸

(۲) سنن ابن ماجہ: ۱۳۳



ہے۔ لوگ ذوق و شوق سے پروگرام میں شرکت کرتے ہیں۔ دربار عالیہ مخدوم پور سے متصل پنڈاں میں صحیح دس بجے سے نعت خوانی اور دروس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ملک بھروسہ بیر و ممالک سے بھروسہ تعداد میں لوگ شامل ہوتے ہیں۔ ہزاروں کا جماعت منظم طریقے سے پروگرام کے اختتام تک شامل محفل رہتا ہے۔ چیر و مرشد سامنے خود تشریف فرمائیں تو مریدین اور دیگر حاضرین میں ذوق و شوق کیوں کرنے پیدا ہو۔ واقعہ کربلا کی حکمتیں اور واقعات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور سوز و گداز اور رقت قلب کی کیفیات شدت سے دیکھنے میں آتی ہیں۔

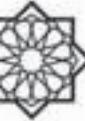
مرشد پاک ابتداء سے پروگرام کے آخریں خود تشریف فرماتے ہیں۔ آخر میں مختصرًا خود خطاب فرماتے ہیں۔ شاہ کربلا امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام سے آپ کا والہانہ پیار آپ کی گفتگو، آپ کے خطاب کے ایک ایک لفظ میں جملات ہے۔ پیار اور محبت میں رنگا ہوا آپ کا تازہ کلام بھی سننے کو ملتا ہے۔ مرہد پاک کا لباس اس دن خصوصی طور پر گندب خفریٰ والے بزرگ کا ہوتا ہے اور اس پر سلسے کے رنگ یعنی آتشی گلابی رنگ کا عمائد عجب پر نور رنگ دیتا ہے۔ ظاہراً دونوں تیز رنگ ایسے ہیں جو بادی انظر میں عجب محسوس ہوتے ہیں۔ مگر مرشد پاک جب عرس کے دن سامنے آتے ہیں تو آپ کو جمال جیب کا عکس پر نور بنا رہا ہوتا

حسین کریمین "سراپا شبیہ مصطفیٰ علیہ السلام" تھے۔ امام عالی مقام نے کربلا کے مقام پر اپنے بیٹوں، بھائیوں، بھائیوں کو جس طرح اسلام کی خاطر اللہ کی راہ میں شہادت کے لئے پیش کیا۔ قیامت تک کے لئے قربانی، وفا، تن من و ملن اولاد کو دین میں کی خاطر قربان کرنے کا نام حسینیت ہو گیا۔ آپ نے قربانی کی ایک لاڑوال مثال قائم کر کے سمجھا دیا کہ حق اور باطل میں کبھی سمجھوتے نہیں ہو سکتا۔

اہل بیت اطہار علیہ السلام سے پیار اور محبت چیر و مرشد کی شاعری، ان کی گفتگو، ان کے خطابات کے ہر رنگ میں جملات ہے۔ ہر سال امام عالی مقام کے عرس کی تقریبات نو اور دس محرم الحرام کو منائی جاتی ہیں۔ نو محرم الحرام کو مجلسی قلندر دربار عالیہ میں منعقد ہوتی ہے۔ مہماںوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔

۹ محرم الحرام کو خواتین کا بڑا پروگرام منعقد ہوتا ہے۔ دور دور سے خواتین اس پروگرام میں شرکت کرتی ہیں۔ دن بھر ذکر اذکار درود و سلام جاری رہتا ہے۔ ۹ محرم الحرام کی رات کو مسجد میں ختم قرآن پاک شبینہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ معروف حفاظ کرام کی تلاوت سے رات بھر ماحول پر نور رہتا ہے۔

۱۰ محرم الحرام کو خصوصی بڑی تقریب کے لئے ملک بھر سے آنے والے مہماںوں کا تاثبا بندھ جاتا ہے۔ صبح ۹ تک میدان کھچا بھج لوگوں سے بھر جاتا



میلاد النبی ﷺ

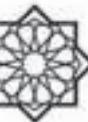
ریچ الاؤل کے مہینہ میں تاجدار کائنات، رحمت اللعائیں احمد مجتبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت سے جشن عید میلاد النبی ﷺ منایا جاتا ہے۔ اسی ماو مبارک میں چکوال کے مختلف علاقوں میں شادقلندر کی زیر صدارت عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے مردوں اور خواتین کے پروگراموں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

محض ریچ الاؤل ہی نہیں شادقلندر کی ہر محفل میں شرکت کرنے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے شادقلندر ہر لمحہ محبوب کائنات رحمت عالم نور مجسم ﷺ کا میلاد مناتے ہوں اور ہر لمحہ ان کی یاد میں محور ہتے ہوں۔

ماوریچ الاؤل کو چونکہ آقا کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کا مہینہ ہے، لہذا اس ماو مبارک میں میلاد کی محفلیں جشن کا منظر پیش کرتی ہیں۔ عیدوں کی عید کا سال نہایت پر کیف اور سحور کن ہوتا ہے۔ اسی نسبت سے دربار شریف پر سالانہ محفل میلاد محبوب ﷺ کا اہتمام نہایت جوش و خروش سے کیا جاتا ہے۔ سرکار دو عالم، نور مجسم، جبی مقتشم ﷺ کی بارگاہ میں گھبائے عقیدت کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں، اسی محفل میں دنیا بھر سے جمع ہونے والے درود شریف، حضور پیر

ہے۔ اہل نظر ہی جانیں کیا بھاریں ہوتی ہیں، کیا انوار کے رنگ ہوتے ہیں.....!!

قب و نظر کی تسلیم کے لئے تبرکات نبوی ﷺ کی زیارت بھی کرائی جاتی ہے۔ رحمت عالم نور مجسم نبی پاک ﷺ سے نسبت رکھنے والی پاکیزہ اور مطہر چیزیں دیکھنے سے بھی دل و جان کو سرور ملتا ہے۔ ان تبرکات کی زیارت کے لئے مزار انوار کے سامنے موجود کمرے کو سجا کیا جاتا ہے ایک طرف سے عطا ق دا خل ہوتے اور درود پاک پڑھتے دوسرے دروازے سے باہر چلے جاتے ہیں۔



عرس اعجازِ ہادی حضرت سید رسول شاہ خاکی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ

سلطان العارفین برہان الواصلین، عارف ربانی محرم اسرار ایزدی،
معدن کنوز سرمدی، مصدر برکات ایزدی، واصل باللہ، قدوۃ العاشقین مرشد
مخدوم بان و قلندران و سالکان حضرت سید رسول شاہ خاکی حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کے عرس کی
تقریب ہر سال جمادی الاول کے آخری اتوار کو بڑی شان و شوکت سے منائی
جاتی ہے۔ صبح سے ملک بھر سے قافلوں کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ جو اللہ
کی محبت، اس کے ذکر، اس کی یاد، اس کے پیار میں فنا ہو جاتے ہیں ان کے بھا
کی ایک علامت افراد کا ان کے وصال کے بعد بھی ان کو یاد کرنا، ان کا ذکر کرنا،
ان سے پیار کرنا ہے۔ باقی دنیا کی ساری محبتیں فتنہ ہیں مگر اللہ کے نیک بندوں سے محبت
اسکی عبادت ہے جس پر اللہ کی نعمتوں رحمتوں، برکتوں، اس کی عنایات، توجہات کا نزول
ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے نیک بندوں سے پیار اللہ کی نسبت سے ہے۔
الحمد لله کے ضمن میں ہے اس لئے اس پر کوئی پرس نہیں بلکہ انعامات اور
دنیوی و اخروی رحمتیں ہیں۔



مستوار قلندر بے حد محبت سے آقا کریم کی بارگاہ اقدس میں پیش فرماتے ہیں۔
شاہ قلندر ہر چیر مستوار اپنے قلندرانہ رنگ میں آقا کریم حَفَظَ اللَّهُ عَنْهُ کی شان
اقدس بیان فرمائے کر عاشقان رسول گوئے عشق کے جام پلاتے ہیں۔
آخر میں ذکر الہی اور اجتماعی دعا کا اہتمام ہوتا ہے۔ حضور شاہ قلندر کا
اک روڈ مختلف اور منفرد رنگ ہوتا ہے۔





دیکھا اور محسوس کیا کہ یہ رنگ کے دیوانے ہیں تو آپ نے تبلیغِ دین کا کام انجی کے انداز میں کرنے کے لئے محفلِ سماع کی بنیادیں۔ سماع تفریح طبع کا نہیں بلکہ تبلیغِ اسلام کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اور وہ مجلس جو فقط تفریح، ناج گانے کے لئے منعقد ہوتی ہیں انھیں بزرگانِ دین کی محفلِ سماع سے ملانا بالکل غلط ہے۔

حضرت شیخ نکیم اللہ اپنی کتاب عشرات کاملہ میں لکھتے ہیں۔

- * محفلِ سماع کے ادب کا تقاضا ہے کہ باوضو شریک ہوں۔
- * محفلِ سماع میں درود شریف بکثرت پڑھیں۔
- * دوز انو ہو کر پیٹھیں، سرڈھانپ کر رکھیں۔
- * فُنکی مذاق اور بات چیت سے پرہیز کریں۔
- * سماع کو غور سے سئیں۔

مرشد پاک شاہ قلندر ہیر مستوار خود اسٹچ پر رونق افروز ہوتے ہیں اور خوبصورت کلام، اچھے اشعار پر قوال حضرات کو دل کھول کر داد دیتے ہیں۔ محفلِ سماع کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ بعد میں نعمت، تصانیف درشان مولا علی مشکل کشا و حسنین کریمین صلی اللہ علیہ وسلم و حضور سیدنا غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور آخر میں صوفیانہ و عارفانہ کلام خیش کیا جاتا ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا ہے صوفیانہ کلام کی لے قلب و روح کو جھینجوتی چلی جاتی ہے۔ اور جب شاہ قلندر ہیر مستوار خود نگاہوں

مرکز انوار و تجلیاتِ مخدوم پور شریف میں ہر طرف گھما گھبی، رونق اور میلے کا سامان ہوتا ہے۔ محرم الحرام میں امام عالی مقام شاہ کربلا کے عرس کی تقریبات میں شہادت عظیمی کی نسبت سے سوز و گداز کارنگ غائب ہوتا ہے اور حضرت خاکی شاہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس کے موقع پر جوش و جذبے کا قلبہ ہوتا ہے۔ دورِ دراز شہروں اور بیرونِ ملک سے آنے والے مہمانوں کا استقبال، ان کے لئے چائے کھانے کا اہتمام خادمین دربار کے لئے امتحان سے کم نہیں ہوتا۔ ہر فردا پنچ چمکہ بھر پور طریقے سے فرائض کی، بجا آوری کے لئے کربستہ ہوتا ہے۔ خواتین کے لئے حولی کے اندر اور مردوں کے لئے لئکر خانے میں انتظام کیا جاتا ہے۔ حولی میں خواتین کا اجتماع ہوتا ہے۔ صحنِ کھچا کجھ بھرا ہوتا ہے۔ دورِ دراز سے آنے والی نعمت خواں بچیاں بہت ذوق و شوق سے حضور ﷺ کی شاء خوانی کرتی ہیں اور دعا کے ساتھ محفل کا اختتام ہوتا ہے۔

صحیح سویرے ناشتے کے بعد باہر میدان کی طرف ہر شخص کا رُخ ہو جاتا ہے۔ خوبصورت جمنڈے، بیزز، اسٹچ کی سجائوٹ وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس تقریب میں خاص بات محفلِ سماع کا انعقاد ہے۔

محفلِ سماع با قاعدہ طور پر حضرت خواجہ غریب فواز صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک و ہند کے علاقے میں شروع کی جب آپ نے یہاں کے لوگوں میں موسمیتی سے لگاؤ



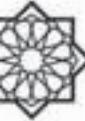
ملک بھر اور بیرونِ ممالک کے دورہ حبات

محبت اور پیار کا تعلق متقارنی ہے کہ ملاقات بار بار ہو۔ ملنے کے بہانے پتے رہیں اور پیر و مرشد نگاہوں کے سامنے رہیں۔ اپنے مریدین، وابستگان پر شفقت و کرم اور محبت مشن کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کے لئے پیرو و مرشد خود بھی سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے دنیا بھر کا دورہ فرماتے ہیں۔ جس کے ذریعے مریدین کو پیر و مرشد کی سُنگت بھی ملتی ہے اور مہمان نوازی کے موقع بھی۔ لاہور میں سالانہ تین تین دن کے لئے آپ دو مرتبہ تشریف لاتے ہیں۔

عام طور پر موسمِ سرما میں شاد قلندر پیر مستوار کراچی تشریف لاتے ہیں اور حیدر آباد، مٹھو جام کا دورہ کرتے ہوئے کراچی چند دن قیام فرماتے ہیں۔ شب دروز سخت مصروفیت میں گزارتے ہوئے یہاں سے آپ پشاور تشریف لے جاتے ہیں۔ پھر کامرہ، چواسیدن شاہ، کھوڑ، اور اس سے متصل موضع جات کا دورہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد اسلام آباد میں امام بری سرکار جعفری، واہ کینٹ، ہری پور کے علاقوں کا دورہ کرتے ہیں۔ ہر جگہ دن رات محفل، تربیتی شستیں، ملاقاتیں، لوگوں کے مادی روحانی مسائل کو حل کرنے میں سخت مصروفیت میں

سے پلا رہے ہوں تو حال کیوں نہ بدلے۔ دیوانے حال کی کیفیت میں مست ہوتے چلے جاتے ہیں۔ محفلِ سماں اپنارنگ دکھاتی ہے۔ کوئی جھوم رہا ہے۔ کوئی مست و بے خود ہے۔ کوئی دھال ڈال رہا ہے۔ جن کے دل عشقِ حقیقی سے معمور ہوتے ہیں۔ ان کے لئے یہ موقعِ دلوں کو بحرِ معرفت میں ڈیو دینے کا ہوتا ہے۔ عامہ الناس اپنارنگ لیتے ہیں۔ خاص کو کیفیتِ حال نصیب ہوتا ہے اور اخض اخاض کے سامنے سے جگاباتِ اٹھتے ہیں۔

تجلیات و انوار ہر ایک کو حسبِ حال ملتے ہیں۔ کچھ لوگ شیطانی و موسوں میں گھرے اعتراضات میں انجھے رہتے ہیں اور معرفت و پیار سے ان کا دامن خالی رہ جاتا ہے۔ تقریب کا اختتامِ دعا کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر پیر مستوار قلندر کی ڈیوٹی ابھی ختم نہیں ہوئی۔ کھانے پینے، آرام کا وقفہ کیے بغیر، تھکاوٹ اور پریشانی سے بے نیاز اپنے وابستگان، مریدین اور اہلِ محبت کو خود انفرادی طور پر ملتے ہوئے دعا دیتے ہوئے رخصت فرماتے ہیں۔ یہ سلسلہ عمومارات گئے تک جاری رہتا ہے۔



خلفاء کے لیے تربیت و ہدایت

مندرجہ بالا تمام امور وہ تھے جن سے عوام الناس، مریدین اور
وابستگان فیضیاب ہو رہے ہیں۔ رب العالمین کا ارشاد پاک ہے۔

فَضْلُنَا بِعَظَمَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ۔ (۱)

”هم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔“

اس دنیا میں موجود ہر شخص کا اپنا اپنا دارہ عمل ہے۔ ہر ایک کے حالات،
اس کی تربیت مختلف جگہوں مختلف افراد کے ذریعے ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہر
شخص کی الہیت، صلاحیت کردار دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ حسب، نسب،
کب بھی ایک شخص کی استعداد و اہلیت اور قوت و صلاحیت پر اڑانداز کرتے
ہیں۔ ہر و مرشد شاہ قلندر ہر مستوار نے جن افراد کو ان کی خصوصی الہیت، قابلیت
اور استعداد قلبی و باطنی کو دیکھتے ہوئے خلفاء نامزد کیا ہے ان کے لئے تربیت کا
نظام بھی عوام الناس سے مختلف رکھا ہے۔ ان کے لئے مجاهدے اور ریاضتیں
زیادہ درکار ہوتی ہیں کیونکہ ان کی ذمہ داری صرف ذاتی کردار کو درست کرنا نہیں
 بلکہ ایک دنیا کے لئے رشد و ہدایت کا کام کرتا ہے۔

(۱) سورۃ البقرۃ، ۲، آیت ۲۵۳

وقت گزارتے ہیں۔ پھر سرگودھا، خوشاب، میانوالی، پنڈی سید پور، بھلروان،
عبداللہ پور، گجرات کے مختلف موضع جات، اس کے علاوہ لالہ موئی، دینہ، سرانے
عائسیگیر اور آزاد کشمیر کے مختلف موضع جات کا آپ دورہ کرتے ہیں۔ برٹالہ، بھمبر،
ابوالله گاؤں سے متحقہ موضع جات اور مظفر آباد (کشمیر) دو دن یوں آپ مستقل
سفر میں رہتے ہوئے صحیح سے رات گئے تک تقریباً (۲۸) اٹھائیں جگہوں کا دورہ
فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہاولپور، شجاع آباد، میلسی اور میاں چنوں اور پھر
لوڈھراں، ملتان، وہاڑی، ائک، چیچپ، چنی، کمالیہ، سمندری، جھنگ اور دیپاپور
سے متحقہ موضع جات اور چکوال کے مقامی مختلف موضع جات کا دورہ کیا جاتا ہے۔
اندر وین ملک دورہ جات کے علاوہ شاہ قلندر بیرونِ ممالک، یورپ
سیت و یگر مغربی ممالک، عرب اور ایشیائی ممالک بھی تشریف لے جاتے ہیں۔
اس کے علاوہ مریدین ہمراہ ہر سال عمرہ کی سعادت کے لیے جزاً مقدس کا سفر بھی
ہوتا ہے۔

مستقل سفر کی وجہ سے آپ جناب کی طبیعت بھی ناساز رہتی ہے۔ مگر
اس کے باوجود آپ اپنی ذمہ داریوں کو محسوں کرتے ہوئے ملک بھر کے دورہ
جات کا اہتمام فرماتے ہیں۔ صرف اس خیال سے کہ جو ذمہ دار ان جگہوں پر کام
کر رہے ہیں ان کی حوصلہ افزائی اور ان کے وکھے کھمیں بھی شرکت رہے۔



خصوصی اور اد و ظائف

خلفاء کو زیادہ سے زیادہ ذکرِ الہی کے رنگ میں رسمیت کے لئے خصوصی اور اد و ظائف دیئے جاتے ہیں جو روزانہ کے معمولات میں ہوتے ہیں۔ ان اور اد و ظائف کی زکوتیں نکلوائی جاتی ہیں اور مرشد پاک کی خصوصی اجازت سے پڑھے جاتے ہیں۔ ان اور اد و ظائف کی تاثیرات، ثمرات اور برکات بہت خاص ہوتی ہیں اور جب استقامت کے ساتھ ہر روز کے معمول میں ان و ظائف کو پڑھا جاتا ہے تو انوار ذکر کی بدولت قلب اور چہرہ پر نور ہوتا چلا جاتا ہے۔ زبان میں، بیان میں تاثیر آتی ہے۔ مرشد کی عین مطابقت میں خلفاء رہیں تو زبان مانند شمشیر ہو جاتی ہے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ خلفاء بھی کوئی بات کہہ دیں تو وہ بات پوری ہو جاتی ہے۔

اور اد و ظائف خلفاء کے ظاہری کام کو دیکھتے ہوئے باطنی نعمت کے طور پر دیئے جاتے ہیں۔ جس فرد کی جو ظاہری باطنی ذمہ داری ہو اس کے مطابق اور اد و ظائف کرائے جاتے ہیں۔

پہلے زمانے میں ان و ظائف کے لئے مخلوق سے کنارہ کش کرتے ہوئے جنگلوں بیانوں میں بھیجا جاتا تھا تاکہ ایک مخصوص یکمیوں کا ماحول مل سکے

جس میں یہ و ظائف کے جائیں۔ پھر جلالی و جمالی پر ہیز کر کے ان کی زکوتہ کی سمجھیں کرائی جاتی تھی۔ یہ جلالی و جمالی پر ہیز سے مراد کھانے پینے کی بہت سی حلال اشیاء کو بھی ترک کر دیا جاتا تھا تاکہ ان و ظائف کے اثرات یہ ہے قلب پر پڑیں۔ مگر اب زندگی کے بدلتے اطوار اور تیز رفتاری ہر ایک کی زندگی کی تیز دوڑ و حباب اور اتنے تحرک میں یہ سب کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ پرانے وقتون کے ان سارے تقاضوں کو نجھا سکیں صرف پیر و مرشد کی نگاہ کرم سے سارے خلفاء کا میری سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔

کچھ خلفاء کو دم کی اجازت ہے انھیں اس سے متعلق و ظائف دیئے جاتے ہیں۔ کچھ کو تعلیمات کی اجازت ہوتی ہے ان کے و ظائف اس سے متعلق ہوتے ہیں تاکہ جس جس پیانا کی ظاہری اور باطنی ڈیوٹی ہوگی اسی کے مطابق خلفاء کو روحانی طاقت مل سکے اور وہ کام کو بہتر طریقے سے کر سکیں۔



اللہ و رسول ﷺ یا شیخ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کیا جائے مجاہدہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ شیخ کا مقصود اپنے دا بستگان کو صراطِ مستقیم پر چلانا اور منزلِ مقصود تک پہنچانا ہوتا ہے۔ شیخ کی اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی۔ ہر کاوش، محنت، ریاضت جو عشقِ حقیقی میں ڈوب کر کی جائے مجاہدہ ہی ہوتی ہے۔ شادقلندر بھر مسٹوار اپنے خلفاء کو مختلف امتحانات اور ریاضات کی بھی سے گزارتے رہتے ہیں۔ کبھی ان کی پسند اور خواہشات کو رد کرتے ہوئے، کبھی کوئی ایسا حکم صادر کرتے ہوئے جو ظاہراً ان کی طبیعت پر گراں گزر رہا ہو یا کبھی ان کے کسی عمل پر ان کی سرزنش کرتے ہوئے۔ ہر ایک کے لئے آزمائش مختلف ہوتی ہے۔

صوفیاء کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہے جہاں خاص مریدین کی نفس کشی کے لئے کبھی ان سے بھیک مغلوبی جاتی رہی اور کبھی بحکم پیاس کی کئی صورتوں کے ذریعے آزمایا جاتا رہا۔ کبھی پسندیدہ چیز لے کر اونتا پسندیدہ چیز کو برداشت کرنے کی عادت ڈالتے ہوئے تاکہ نفس لامارہ کو اتنا دبایا اور مٹا دیا جائے کہ مغلوب ہو جائے اور حقیقتی محبت سے سرشار ہو کر نفس مطہرہ بن سکے۔ محمد اور باشمور خلفاء اپنے مرشد پاک کی طرف سے ڈالے گئے ہر امتحان میں سرخو ہوتے ہیں کہ وہ جانتے ہوتے ہیں۔

تمدی پاؤ مخالف سے دھکبر اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے انچا اڑانے کے لئے

مجاہدے اور ریاضتیں

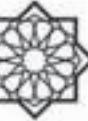
اللہ رب العالمین قرآن مجید میں انسانوں کی آزمائشوں کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

وَلَنَبْلُوَنُكُمْ بِنَهْيٍ وَقَنَ الْحَوْفِ وَالْجَمْعَ وَنَقْصٍ قِنَ
الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالْقُمَرَاتِ۔ (۱)

”اور ضرور ہم تمہیں آزمائشیں گے کچھ ڈار بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور چلوں کی کمی سے۔“

روحانی نظام میں اس آیت کی عملی تفسیر شیخ لے رہا ہوتا ہے۔ اور چونکہ خلفاء کو خصوصی ذمہ دار یوں کے لئے تیار کیا جاتا ہے اس لئے ان کی آزمائشیں بھی کڑی ہوتی ہیں کہ سونا بھی میں ڈل کر کندن بہتا ہے۔ دانہ گرمی کو سہتا ہے اور گل و گزار بہتا ہے۔ یہ امتحان اور یہ آزمائشیں خواہشوں، ارادوں، آرزوؤں کے ساتھ ساتھ رزق میں بھی یا کشادگی کے ذریعے بھی ہوتی ہیں اور ان آزمائشوں کا مقصود اپنی خواہشوں اور ارادوں کو ارادہ شیخ میں فنا کر دینا ہوتا ہے۔ ارادہ شیخ دراصل مشاء ایزدی ہوتا ہے۔

ہر وہ کام جو اپنی ذاتی، نفسانی، ماوی خواہشات کو ترک کر کے فقط



انفرادی ہدایات

اپنے خلفاء اور خاص لوگوں سے پیر و مرشد کی محبت اور پیار بھی بڑاواہانہ ہے۔ ان لوگوں کی آمد پر مرشد پاک کے چہرہ پر نور پر کھلا تبسم اور خوشی کے رنگ ان لوگوں سے خصوصی تعلق کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ اور یہ سنت رسول خدا تعالیٰ کے عین مطابق ہے۔

یہ خلفاء کرام کسی مادی، انتقامی، باطنی مسائل و پریشانی کا فکار ہوں تو ان کو خصوصی طور پر مرشد پاک انفرادی اہمیت اور وقت دیتے ہوئے ان کے مسائل کو حل کرتے ہیں۔ ان کو خصوصی طور پر شیلی فون کے مقررہ اوقات کے علاوہ بھی فون پر رابطہ کی سہولت رہتی ہے اگر یہ لوگ بعض نیس مندوں پور شریف آئیں تو انفرادی ملاقات کا شرف بھی ملتا ہے اور مرشد پاک سے خاص ہدایات لیتے ہوئے اپنے مسائل کا بہترین حل پائیتے ہیں۔ اس کے علاوہ شادِ قلندر اگر جمع میں بھی گفتگو فرمائے ہوں تو ہر ایک کو اس میں ہدایات اس طرح سے دے دیتے ہیں کہ سب اپنی اپنی خوراک لے کر طہیناں و سکون حاصل کرتے ہیں۔

خلفاء کو دین اور سلطے کے مزید فروغ کے لئے جو ذمہ داری سونپی گئی ہوتی ہے اس سلطے میں آنے والے مادی، ظاہری، روحانی مسائل کا حل بڑی



یہ مجاہدے اور ریاضتیں خلافت دینے سے پہلے بھی کرائی جاتی ہیں اور خلافت دینے کے بعد بھی۔ نظم و ضبط میں سستی کی ہر گز اجازت نہیں ہوتی۔ خلیفہ بننے کے بعد بھی عین ممکن ہے کہ شیطان بہکا دے۔ ایسی صورتوں میں نوث سختی سے لیا جاتا ہے۔





چلہ کشی

چلمخصوص دنوں کا ارادہ کر کے تخلق سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے کبھی تو مخصوص و نمائنگ پڑھتے ہوئے خلوت میں کیا جاتا ہے اور کبھی خلوت کی حدود و قیود اٹھا کر جلوت ہی میں چل کر واپس آ جاتا ہے۔ یعنی دن، سات دن اکیس دن یا چالیس دن کا بھی ہو سکتا ہے اور یہ سدت اولیاء ہے کہ وہ نفس کشی کے لئے جائز اور حلال چیزوں کو ترک کرتے ہوئے تلاش حق اور اپنے مرشد کے حکم کی بجا آوری میں مخصوص چلے کرتے تھے۔ چلے کی مخصوص نوعیت یا شکل نہیں ہوتی۔ یہ حسب حال اور حسب ضرورت کرائے جاتے ہیں۔

بس خلیفہ کو جو روحانی استعداد دی جاتی ہے ضرورت پڑنے پر اسی کے مطابق چلہ کرایا جاتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ فیضانِ مرشدِ محض چلہ کشی کا محتاج نہیں۔ مرشد چاہے تو کسی کو محض توجہ سے وہ سب عطا کر دے جو چلے سے بھی نہ مل پائے۔ چلہ کی کئی صورتیں ہیں۔ مخصوص جگہوں پر بھی بخایا جاتا ہے۔ گھروں پر شرائط اور ہدایات دے کر کرایا جاتا ہے۔ بعض اوقات مخصوص ایام مثلاً رمضان کا اعتکاف، محرم الحرام میں عاشورہ سے متصل سات یوم آستانے پر چلے کے لئے مخصوص کرنے جاتے ہیں۔ تاکہ پاکیزہ روحانی ماحول مرشد کی قربت اور براؤ راست نگاہیں سے چلہ کش زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہو سکے۔

حکمت عملی سے شادقلندر تجویز فرماتے ہیں تاکہ اس را حق کے مسافر کے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو دور کیا جاسکے۔ چونکہ خلفاء کی ڈیوبیاں پاکستان بھر کے مختلف علاقوں میں ہیں۔ کسی کی ذمہ داری شہر میں اور کسی کی گاؤں میں ہوتی ہے اور ہر جگہ کا ماحول، حالات، ثقافت اور تہذیب و تمدن مختلف ہوتا ہے۔ ان ساری باتوں کو ملاحظہ کرنے ہر خلیفہ کے لئے ہدایات انفرادی اور مختلف ہوتی ہیں۔ کہیں لوگ پیار سے بہتر سمجھتے ہیں اور کہیں سختی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے مطابق لائج عمل شادقلندر تجویز فرماتے ہیں۔





ان کا روحانی رابطہ ملا ہے اعلیٰ سے قائم ہو جاتا ہے۔ جسمانی رابطہ دنیا سے کمزور ہوا اور باطنی قلبی رابطہ اپنے مولا سے جڑ گیا کہ ان کا انگل انگل مولا سے لگا ہوتا ہے۔ ان اولیائے کرام کے معتقدین، متولین خلفاء اور خاص افراد کو بھی یہ مقامِ مجاہد ہوتا ہے کہ اپنے شیخ سے رابطے کی مضبوطی کی بناء پر کسی مادی یا روحانی مسئلے کا حل چاہیں تو خواب میں مل جاتا ہے کہ روحانیت میں ہدایات مادی ذرائع کی محتاج نہیں ہوتیں۔ خواب کے ذریعے بھی خواب کے ذریعے کر دی جاتی ہے۔ خواب میں صاف طور پر چیزیں نظر آجاتی ہیں اور ان کا معنی و معہوم خلفاء بہتر طور پر سمجھ رہے ہوتے ہیں۔



خواب

انجیائے کرام کے خواب وحی الہی ہوتے تھے اور وہ خواب میں جو حکم پاتے اس پر عمل درآمد کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کے لئے پیش کرنا خواب ہی کے حکم پر عمل کرنا تھا۔ عام لوگوں کے لئے خواب جنت نہیں ہوتے۔ کیونکہ کئی وجوہات، کئی اسباب، کئی نفیاتی باتیں عام فروں کے خوابوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ عام لوگوں کے لئے اچھا خواب ان کی نیکیوں کی تقویت کی نوید ہوتا ہے اس پر شکر ادا کرنا چاہیے اور کوئی برا خواب آئے تو صدقہ کرنا چاہیے اور اللہ کی بارگاہ میں محبوب پاک علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کرنی چاہیے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باصومعہ فرماتے ہیں:

کئی جاگن کئی جاگ نہ جان
کئی جاگدیاں وی گئے شے بو
کلیاں نوں رب شتیاں ملیا
کئی جاگدے وی گئے لہھے بو
نقراہ، صوفیاء، قلندری لوگ جورب کے ہو جاتے ہیں جاگتے ہیں تو
محابدے اور ریاضتیں کرتے ہیں۔ سوتے ہیں تو مشاہدے میں چلے جاتے ہیں۔



ہو، اشارات کے ذریعے یا مرائب کے ذریعے اگر اس میں کچھ ابہام یا انک پایا جائے یا مفہوم و تعبیر میں مشکل پیش آرہی ہو تو خلفاء فوراً بذریعہ میں فون شیخ سے رابطہ کرتے ہیں اور شیخ ان اشارات کی توضیح و تعبیر فرمادیتے ہیں۔ جس سے تمام ٹکوک رفع ہوجاتے ہیں۔



اسفارات

مادی طریقوں کے برعکس روحانی نظام میں شیخ اپنے خلفاء کے باطن، قلب پر تصرف رکھتا ہے اور اسی تصرف کے ذریعے ان کی رہبری اور رہنمائی بھی کرتا ہے۔

بعض خلفاء کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ تصور شیخ میں مضبوطی اور پختگی کی وجہ سے شیخ کے افعال اور خیالات براہ راست ان میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے استفادہ کرتے ہوئے وہ اپنی راہوں کو متین کرتے چلتے جاتے ہیں۔

روحانی اشارات کے ذریعے بھی خلفاء کو سمجھا دیا جاتا ہے۔ چلتے پھرتے کچھ چیزوں یا باتوں کے ذریعے کچھ ہدایات دے دی جاتی ہیں کہ؛

عاقل را اشارة کافی است

اچانک کسی بات پر کسی عقدے کا حل مل جانا، دل پر ظاہری مفہوم کے بجائے اصل تعبیر کا القاء ہو جانا، کسی معاملے کی طرف توجہ کا مرکوز ہو جانا، دل کا میلان اور شرح صدر کا حاصل ہو جانا۔ یہ سب اشارات کی مختلف صورتیں ہیں۔

خلفاء ان اشارات کے ذریعے حقیقی مفہوم اور تعبیر سمجھ جاتے ہیں۔ یہ بات جانتا اور سمجھنا ضروری ہے کہ ہر قسم کی باطنی رہبری اور رہنمائی خواہ خواب کے ذریعے



چونکہ روحانی نظام کا مرکز شیخ ہوتا ہے۔ شیخ سے جتنا ظاہری و باطنی رابطہ تعلق مضبوط ہوگا اتنی ہی واضح ہدایات مختلف ذریعوں سے پہنچتی رہیں گی۔ مراقبے کی جس کو شیخ اجازت دے صرف اسی کرنا چاہیے اور جو صورت بتائے اسی طرح کرنا چاہیے۔ اس سے نورانی کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔



مراقبہ

روحانی نظام میں مراقبے کے ذریعے یکسوئی اور باطنی قوت کو بڑھایا جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا سے بے رغبتی اور اپنے پیر و مرشد کی طرف یکسوئی انسان کو حقیقت میں سلطنت فقر میں لے جاتی ہے اور انسان معرفت کے راز کو پانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ مراقبے میں مخصوص طریقے سے نشت لے کر تصور شیخ کے ذریعے آنکھیں بند کر کے باطنی آنکھ کی بینائی سے کام لیا جاتا ہے۔ مراقبے کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ شیخ جس کو جس طرح کے مراقبے کی اجازت دے اس کے ذریعے اپنے باطن میں جھانک کر رہبری اور رہنمائی لی جاتی ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر ذکر کرنا اور ذکر کے بعد سوچنا بھی ایک صورت ہے۔

اللہ رب العزت کسی کی ظاہری آنکھ کے پردے اٹھا کر باطنی آنکھ روشن کر دیتا ہے تو شیخ کا فیضان بصورت کشف ظاہری یا کشف باطنی بھی خلفاء کی رہنمائی کرتا ہے اور جس طرح کی خلفاء کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں ان ذمہ داریوں کو منظر کھتے ہوئے مختلف مراقبوں کی اجازت دی جاتی ہے۔ بعض اوقات اپنی کیفیات کے اتار پڑھاؤ اور بیض کے ذریعے بھی خلفاء کو متوجہ اور متنبہ کیا جاتا ہے۔ بیت اللہ شریف، مدینہ پاک کا تصور کیا جاتا ہے مراقبہ تو بھی کیا جاتا ہے۔



ہو جانا مادی اور روحانی مسائل کا شکار ہو جانا، کاموں کا رک جانا، ہر عمل کا الٹا ہو جانا سزا کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ اور خلفاء کو صاف اور واضح پڑھنے پڑ جاتا ہے کہ پیر و مرشد کی طرف سے تادبی کارروائی ہے اور ان کے غلط عمل پر بطور سزا ہے۔



تادبی کارروائی

خلفاء کی فلطیوں پر تادبی کارروائی

خلفاء کو اہمیت و صلاحیت اور مختلف مجاہدوں ریاضتوں کی بھیثی سے گزرنے کے بعد خلافت دی جاتی ہے اور اسے ہی بھیتی ہے جو کسی مقام پر ہوتا ہے۔ یہ مرشد ہی جان سکتا ہے کہ کون کس اہمیت و صلاحیت کا حامل ہے۔ اب شاہ قلندر نے نظامِ خلافت کے متوازی ناظمین کا نظام اسی لئے تعارف کرایا ہے کہ مشن اور سلسے کا کام کرتے کرتے ان ناظمین میں جو اہل ثابت ہو گا اس کو خلیفہ بنایا جائے گا۔

شیطان ہر لمحے انسان کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ اگر خلفاء شیطان کے حملے کا شکار ہو جائیں، غفلت، سستی یا اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے ادا نہ کریں۔ رابطہ شیخ میں کمزوری و کھاکیں یا کسی اور برائی کا شکار ہو جائیں تو پیر و مرشد اسی پاؤں کا سختی سے نوش لیتے ہیں۔ انھیں سزا بھی دی جاتی ہے۔ اعتماد اٹھ جائے تو جلدی بحالی نہیں ہوتی۔ روحانی نظام دنیاوی نظام سے مختلف ہوتا ہے۔ دنیا میں سزا سے مراد قید اور کوڑے لئے جاتے ہیں۔ جبکہ روحانی نظام میں اپنے مقام و مرتبے سے گر جانا، خلافت کا ساقط ہو جانا، باطنی طور پر دستار خلافت سے محروم



خلفاء و ناظمین کی ذمہ داریاں

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر معاشرے میں، ہر دور میں اچھے اور بے ہر طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ روحانی نظام ایک فرد کی اصلاح اور تربیت کا نظام ہے۔ جس کا مرکز مسیح ہوتا ہے۔ مثلاً حق جب ایک ولی کامل کے پاس آتے ہیں تو اسی مادیت زدہ معاشرے کے بہت سے اثرات ان میں پائے جاتے ہیں۔ شیخ کامل اور ایک مرشد و مرتبی انہیں تعلیم اور ترقیہ و تصفیہ کے ذریعے بہتر بناتا ہے اگر افراد اپنی صلاحیتیں، اپنا وقت اخلاص و محبت کے ساتھ دین کے لئے وقف کر دیں۔ مطابقت شیخ میں رہیں۔ استقامت سے ہر امتحان میں پورے اتریں تو ایک وقت آتا ہے کہ وہ عام سے خاص اور خاص سے خاص الخاص ہو جاتے ہیں۔

سلسلہ قادر یہ قلندریہ میں شامل ہونے والے افراد کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے شاہ قلندر ان کے اپنے علاقوں میں انہیں مختلف ذمہ داریوں پر فائز کرتے ہیں۔ اس کے لئے ناظمین کا نظام رکھا گیا ہے۔ ہر علاقے میں ایک ناظم اور ایک اُس کا معاون مقرر کیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے شہروں مثال کے طور پر کراچی، لاہور، چکوال، گجرات وغیرہ میں انتظامی سہولتوں کے پیش نظر شہر کا ایک

ناظم مقرر کیا جاتا ہے اور دیگر علاقوں میں علاقائی ناظمین اور معاونین مقرر کئے جاتے ہیں۔ یہ تمام ناظمین شہری ناظم کے لئے معاونین ہوتے ہیں۔ تمام شہروں کے ناظمین چیف ناظم کے زیر گرانی اپنے فرائض اور ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔

ای طرز پر خواتین ناظمات مقرر کی جاتی ہیں۔ جو خواتین کی سلسلہ پر محبت مشن کو فروغ دینے کے لئے کام کرتی ہیں۔ یہ ناظمات بھی شہری ناظم کی رہنمائی میں کام کرتی ہیں۔ اس طرح مربوط اور منظم کام ہو رہا ہے۔

شاہ قلندر پیر مستوار جن خوش قسمت لوگوں کو اہل سمجھتے ہیں انہیں خلفاء مقرر کرتے ہیں۔ اس کے لئے باضابطہ پروگرام منعقد ہوتا ہے اور ان خلفاء کی دستار بندی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ جہاں یہ منصب اعزاز و اکرام کا باعث ہے وہاں فرائض اور ذمہ داریوں میں بھی زیادہ محنت اور اخلاص کا مقاضی ہے۔ خلیفہ عام فرندیں ہوتا۔ بلکہ شاہ قلندر کا نام انہدہ خاص ہوتا ہے۔



خلفاء اور ناظمین کی چند اہم ذمہ داریاں

رابطہ شیخ

ظاہری اور باطنی طور پر شیخ سے رابطے میں رہنا ہر خلیفہ کے لئے اشد ضروری ہے۔ خواہ جس نوعیت کی بھی ذمہ داری وی گئی ہو۔ چونکہ طریقت میں محبت شیخ اور تصور شیخ کا کروار سب سے زیادہ مرکزی ہوتا ہے۔ اس لئے خلفاء میں محبت بھی کمال کو ہوتی ہے اور تصور میں پھیلی بھی سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ ظاہری اس اب کے ذریعے بھی خلفاء کی ذمہ داری ہے کہ اپنے مرکز سے جڑے رہیں۔ پیر و مرشد کے پاس کثرت سے آنا، میں ملاقات پیر و مرشد کی عادات و اطوار کو سمجھنا ان کی پسند ناپسند کو جانتا، ان کی مرضی و مشاء کو اپنانا خلفاء کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے تاکہ وہ ہر لمحہ پیر و مرشد کی مطابقت میں رہیں۔

مریدین سے رابطہ

ہر علاقے میں موجود مریدین، وابستگان سے رابطہ رکھنا، ان کے حال احوال سے باخبر رہنا خلیفہ کی ذمہ داری ہے، چونکہ خلیفہ پیر و مرشد کا نائب ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی کوشش رہنی چاہیے کہ مریدین کا پیر و مرشد سے تعلق مضمبوط

رہے۔ مریدین کے دکھنے میں شریک رہنا ان کو بروقت مادی، روحانی مسائل کے وقت رہنمائی کرنا ہر خلیفہ کی ذمہ داری ہے۔

تعویذات کے

کی خدمت:

دعا،
ذریعے خلق خدا
چند خلفاء و
ناظمین کو ان کی
اہمیت و صلاحیت کے مطابق دم کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ مختلف تعویذات اور ان کے اثرات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کے کام آسکیں۔ کہ فقیر کی زندگی لوگوں کے لئے باعث نعمت و رحمت ہوتی ہے۔ ان کے دنیاوی مسائل کا حل بھی اللہ پاک ان فقراء کے ذریعے عطا کرتا ہے اور ان کے باطنی و روحانی سفر میں بھی مددگار اور رہنمای رہتا ہے۔ نہ صرف مریدین اور وابستگان بلکہ عوام الناس میں سے بھی جو کوئی رجوع کرتا ہے یہ محبت مشن کے علمبردار خلفاء ہر طرح سے لجوئی فرماتے ہیں اور جس حد تک ممکن ہو ان کی مدد کرتے ہیں۔ اگر معاملہ نگین ہو، زیادہ اہم اور بڑے مسائل کے لئے پھر خلفاء کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ پیر و مرشد سے رجوع کریں۔ کوئی بھی شخص آستانے پر آئے تو مایوس واپس نہ جائے۔ خلفاء کے بس میں نہ ہو تو وہ مرکز سے رجوع کر



مرکز انوار و تجلیات مخدوم پور شریف میں پیر و مرشد کی زیر گرانی سال میں دو عرس کے پروگرام ہوتے ہیں۔ ایک محرم الحرام میں امام عالی مقام شاہ کر بلکا کا عرس اور ایک جمادی الاول میں اعجازہادی پیر و شاہ حضرت سید رسول شاہ خاکی صلوات اللہ علیہ و آله و سلم کے عرس کی تقریب خلفاء کے لئے لازم ہے کہ ان سالانہ پروگراموں میں نہ صرف خود شریک ہوں بلکہ اور لوگوں کو بھی ترغیب دیں اور انھیں بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں ساتھ لے کر آئیں۔ ان موقعوں پر لوگوں کے لئے ٹرانسپورٹ اور طعام کا بندوبست بھی خلفاء و ناظمین کی ذمہ داری ہوتا ہے۔

خواتین کے لئے خصوصی پروگراموں کا انعقاد

خواتین کا کردار معاشرے میں بہت اہمیت رکھتا ہے کہ ہر بچے کی پہلی درسگاہ اس کی ماں کی گود ہوتی ہے۔ خواتین کے لئے علیحدہ محفلِ ذکر اور درس کا اہتمام باقاعدہ ماہانہ یا سہ ماہی بینادوں پر اپنے علاقے میں کرنا ہر خلیفہ کے فرائض میں سے ہے۔

محبت مشن کے لئے افرادی و ابتدگی اور تیاری

ہر خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ مشن اور سلسے کے کام کو فروغ دینے کے لئے ہر طرح سے کوشش رہے۔ زیادہ سے زیادہ افراد کو مشن سے وابستہ کرنے کے

کے ہر فرد کا مسئلہ حل کریں۔

محفلِ ذکر و نعت - درس محبت

خلفاء و ناظمین کا اصل کام لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح اور ان کے دلوں میں محبت شیخ، محبت رسول صلوات اللہ علیہ و آله و سلم اور محبت الہی اس طرح سے ڈالنا کر دینا کی محبت، خود غرضیاں، لائق، تکبر جیسی بیماریاں دور ہو جائیں۔ اس کے لئے ہر خلیفہ کا فرض ہے کہ اپنے علاقے میں جیسے ممکن ہو ہفت وار یا ماہانہ محفلِ ذکر منعقد کرائے۔ محفل نعت اور درس محبت کا اہتمام کرے۔ اپنی گفتگو کے ذریعے بھی لوگوں کی رہنمائی اصل منزل کی جانب کرے اور باقاعدہ درس قرآن و حدیث کے ذریعے بھی ان کی رہبری کرے۔

ماہانہ گیارہویں شریف کا پروگرام براؤ راست پیر و مرشد سے اور حضور غوث الاعظم صلوات اللہ علیہ و آله و سلم کے فیضان کرم سے روحانی و باطنی رشد و ہدایت کا فتح ثابت ہوتا ہے۔ اس کا اہتمام کرے۔ ہو سکے تو ساتھ لنگر کا بھی انتظام کرے۔ تاکہ لوگوں کی ہر حوالے سے دلچسپی برقرار رہے۔

سالانہ مرکزی پروگراموں میں مرکز مدد پہنچنا



تاکہ وہ شاد قلندر کی معاشرے میں بہتر نہ ماندگی کر سکیں۔ قول و فعل کے تضاد نے معاشرے کو خوکھلا کر دیا ہے۔ اس لئے کردار و عمل کو بہتر بنانا بینادی ذمہ داری ہے۔ مشن کا کام علاقے میں تجھی ہو سکتا ہے جب خلفاء اور ناظمین کی زندگی، ان کا عمل، ان کی صالحیت، ان کی سیرت، ان کا تقویٰ معاشرے میں انہیں باعزت مقام دے رہا ہو۔

آقا و مولیٰ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی طرف، اللہ کی وحدانیت کی طرف لوگوں کو بیان اتواننا کردار ان کے سامنے رکھا۔ آپ نے فرمایا اگر میں تم سے کہوں پہاڑ کے پیچے سے ایک فوج آ رہی ہے تو کیا تم میری بات مان لو گے۔ سب نے یہ کہ زبان اقرار کیا۔ جی ہاں ہم مان لیں گے کیونکہ آپ صادق اور امین ہیں۔ اس کے بعد آپ نے توحید اور رسالت کی دعوت دی۔ اسی طرح صحابہ کرام نے شرقاً غرباً پھیل کر اپنی سیرت و کردار کے ذریعے اسلام کی روشنی کو پھیلایا۔ اسی طرح پھر صوفیائے کرام، اولیاء اللہ نے اپنے اخلاق و کردار کے ذریعے لاکھوں لوگوں کو اسلام کی دولت سے بہرہ دی کیا۔

کام کی خوبصورتی کردار و عمل سے آتی ہے اور جو لوگ دین کا کام، محبت مشن کا کام سرانجام دے رہے ہوں انہیں ہر لمحہ اپنا احتساب کرتے رہتا ہے اور خود کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کرنی ہے۔

لئے اپنی گفتگو، کردار اور عمل کے ذریعے ترغیب دے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ افراد کی واپسی ہجر و مرشد سے بیعت کے ذریعے ہو۔ بیعت کا حقیقی مفہوم و تعییر ان پر واضح کرتے ہوئے بیعت کے لئے لوگوں کو تیار کرے۔

خلفاء کو بیعت کی اجازت نہیں، ہجر و مرشد فرماتے ہیں کہ بیعت کوئی مذاق نہیں۔ آج کل ہر مسجد کا مولوی اپنا بیعت کا نظام چلا رہا ہوتا ہے۔ عام قسم کے عاملین بھی بیعت کر رہے ہیں۔ یہ سب غلط ہے ہر فرد بیعت کرانے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ بیعت صرف ولی کامل کے ہاتھ پر کرنی چاہیے اور عوام الناس کو بھی اتنی سوچ بوجھ ہونی چاہیے کہ جس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ واقعی اس قبل ہے یا نہیں؟ پرانے وقتوں میں ذراائع آمد و رفت اس قدر نہ تھے آنے جانے کا مسئلہ ہوتا تھا۔ اسلئے خلفاء کی مختلف علاقوں میں ڈیوٹیاں لگا کر بیعت کی اجازت دی جاتی تھی جبکہ اب وہ مسئلہ نہیں رہا۔ بیعت ایک ہی جگہ، ایک ہی مرکز پر ہوتا کہ افراد کی Strength قائم رہے۔

مشالی کردار

خلفاء اور ناظمین نے خدمت دین کے لئے خود کو وقف کرنا ہوتا ہے اس لئے معاشرے میں ان کا کردار و عمل بھی سب سے بہتر اور مشالی ہونا چاہیے۔



استقبال کے ضروری انتظامات کرتے ہیں۔ اس کے لئے تقریب یا پھولوں، جھنڈوں، بیزروں اور نعروں کی محل میں استقبالیہ ریلی کا اہتمام کیا جاتا ہے جو مقامی لوگوں کے لئے ایک خونگوار تاثر پیدا کرتا ہے اور انہیں ایک ولی اللہ کی اس شہر یا علاقے میں آمد سے باخبر کرتا ہے تاکہ جو چاہے وہ اس مرِ قلندر کی صحبت سے فیضیاب ہو سکے اور علم معرفت اور توحید کی میسے اپنے قلب و ذہن کو منور کر لے۔

سامجی فلاح و بہبود کے کام

اللہ سے سچا پیار کرنے والے اللہ کے بندوں سے سچا پیار کرتے ہیں اور سامجی فلاح و بہبود کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ہر خلیفہ اور ناظم اپنے اپنے علاقوں میں فلاح و بہبود کے کام کرنے کا ذمہ دار ہے۔ رمضان المبارک میں غریبوں کے لئے راشن کا اہتمام کرنا، غریب بچیوں کے جہز کے لئے مدد کرنا، مساجد اور مدارس کے لئے ہر طرح سے مدد و تعاون کرنا، بلڈ مینس، لائبریریز، تعلیمی اداروں کا قیام، رمضان میں روزہ داروں کے لیے دستِ خوان۔ اس طرح کے مختلف کاموں کے ذریعے اپنی استطاعت کے مطابق مختلف علاقوں میں مختلف خلقاء اور ناظمین سامجی فلاح و بہبود میں حصہ لے رہے ہیں۔ اس وقت ملک بھر میں جہاں جہاں خلقاء اور ناظمین موجود ہیں وہ مختلف

علاقائی پروگرام

شاہ قلندر بیرونی مستوار کے حکم کے مطابق ہر خلیفہ اور ہر ناظم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے علاقے میں وہاں کی روایات اور رحمات کو دیکھتے ہوئے مختلف پروگرام منعقد کرے۔ ان پروگراموں میں محفل نعت، محفل ذکر و فکر، ہفتہواری ڈیز اور خواتین کے پروگراموں کا انعقاد شامل ہے۔ ان پروگراموں کے ذریعے خلقاء اور ناظمین مقامی لوگوں کے حالات، ان کی ذہنی سیواج اور فکر کے مطابق انہیں مؤثر انداز میں محبت مشن کا پیغام دیتے اور انہیں اس مشن میں شامل ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور ہر سال آستانہ عالیہ پر ہونے والے پروگرام عرس امام عالی مقام علیہ السلام، عرس بیرونی رسول شاہ خاکی، سالانہ محفل میلاد انبیاء و محدثین اور دیگر اہم موقعوں پر منعقد ہونے والے روحانی اجتماعات میں بڑھتی ہوئی لوگوں کی شمولیت ان خلقاء اور ناظمین کی محنت اور کاوشوں اور شاہ قلندر بیرونی مستوار کی ان پر خصوصی توجہ کا بین ثبوت ہے۔

استقبالیہ ملی

شاہ قلندر بیرونی مستوار جب سالانہ دورے پر مختلف شہروں اور علاقوں میں تعریف لاتے ہیں تو خلقاء اور ناظمین اپنی استطاعت کے مطابق شاہ قلندر کے



قیام میں موثر کروارا دا کریں۔ محبتِ مشن کے داعی (خلفاء و ناظمین) کا لوگوں کے دکھنے میں شریک ہوتا، پیار محبت باغثتا، لوگوں کی تکالیف دور کرنے کے لئے خود وقت، جان اور مال خرچ کرنا ماحول میں ثابت تبدیلی کا باعث اور محبتِ معاشرے کے قیام کی بنیاد ہے۔

شاہِ قلندر کی مصروفیات سے آگاہی

خلفاء اور ناظمین کا فرض ہے کہ شاہِ قلندر پیرِ مستوار کی مصروفیات سے حتی الامکان آگاہ رہیں۔ ملک بھر کے دورہ جات، بڑے بڑے سالانہ پروگرام جو ملک کے مختلف علاقوں میں ہوتے ہیں ان سے آگاہ رہیں اور اپنے علاقے کے لوگوں کی مناسب رہنمائی کریں اور انہیں شاہِ قلندر کی آستانہ عالیہ پر موجودگی اور عدم موجودگی سے آگاہ کریں تاکہ لوگوں کو شاہِ قلندر سے رابطہ رکھنے میں وقت کا سامنا نہ کرنا پڑے تیز لوگوں کو خلفاء و ناظمین کی اہمیت کا احساس رہے اور وہ انہیں اپنا اہم دروازہ بھی خواہ جائیں۔

فلاجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ بہت سی جگہوں پر ان کے قائم کردہ اسکول اور لاپتھر یوں سے عوام فائدہ اٹھا رہی ہے۔

سیاسی و سماجی موثر اربطے

خلفاء اور ناظمین معاشرے کے فعال اور متحرک افراد ہیں، جو سیاسی اور سماجی حلقوں میں اپنی ایک شاخت اور پہچان رکھتے ہیں۔ دیگر جماعتوں اور تنظیمات سے رابطے میں رہتے ہیں۔ اور علاقائی سطح پر دیگر تنظیمات کے زیر انتظام ہونے والے پروگراموں میں شریک ہوتے ہیں اور ان پروگراموں میں علاقے کے با اثر طبقے کو محبتِ مشن کے نمائندہ کی حیثیت سے شاہِ قلندر کا پیغام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ عوامِ الناس کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہیں۔ یہ خلفاء اور ناظمین کی ذمہ داری ہے۔

پر امن معاشرے کا قیام

خلفاء و ناظمین کا فرض ہے کہ تمام پیر بھائیوں کے حالات سے آگاہی رکھیں۔ اگر تنظیمی یا کسی دینی و دنیوی معاملے میں پیر بھائیوں میں اختلاف ہو جائے تو ان اختلافات کو دور کرائیں اور پیر بھائیوں میں پیار محبت کی فضاقائم کریں اور اسی طرح اس حلقتے میں معاشرے کے افراد کو شامل کرتے ہوئے محبتِ معاشرے کے



اسلام اور خواتین

انسانی تاریخ میں عورت کی اہمیت ہر دور ہر زمانے میں مسلم رہی ہے۔ عورت انسانی معاشرے کی روچ رواں تھی اور ہے۔ بلکہ انسانی معاشرہ عورت ہی کے دم سے قائم و دام ہے۔ مرد کو تہذیب یا فتح عورت بناتی ہے۔ آداب زندگی عورت سکھاتی ہے۔ ہر تہذیب، ہر معاشرے، ہر قوم اپنی اقدار کی حفاظت اور اسے اگلی نسلوں میں منتقل کرنے کے لئے عورت کی محتاج رہی ہے۔ عورت اگر چاہے تو کتنے مردوں کو جنتی بنا دے اور اگر اپنے کردار و عمل میں پستیوں کا شکار ہو جائے تو کتنے ہی افراد کو جہنم میں وکھل دینے کا سبب بن جائے۔

تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام سے قبل جتنے مذاہب، معاشرے اور قومیں تھیں کہیں بھی نہ عورت کو صحیح عزت و مقام دیا گیا نہ ہی اسے اس کی ذمہ داریوں اور فرائض کی آگئی دی گئی۔ بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دینا عورت کو جنت سے نکالے جانے کا موجب تھہرانا، شوہر کی وفات پر عورت کو زندہ جلا دینا، ساز و سامان کی طرح عورت کی خرید و فروخت کو جائز سمجھنا، اسے برائیوں اور مصائب کی بیان و قرار دینا۔ قلم و ستم کا نشانہ بنائے رکھنا، فحاشی کا ذریعہ سمجھنا، یہ سب مختلف صورتیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ عورت عزت اور

باب هشتم

خواتین اور محبت مشن

- اسلام اور خواتین
- تاریخ اسلام اور عظیم خواتین
- پاکستانی معاشرہ اور عورت کا مقام
- ہیر و مرشد اور خواتین کی تعلیم و تربیت
- خواتین کی تربیت کا خصوصی اہتمام
- خواتین اور ادبی ذوق
- مشن سے دابستہ خواتین کی ذمہ داریاں
- ا ایمان کی حفاظت
- ب اعمال صالحہ
- ج ذاتی فرائض کی ادائیگی
- د خدمت دین کا کام



ہونے کے انعامات کا ذکر کیا گیا تو ارشاد ہوا:
 إِنَّ أَكْرَمَ مَكْفُومَ عِدَّ اللَّهِ الْأَتْقَمُمْ۔ (۱)
 ”بیک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار
 ہے۔“

یہاں بھی عمومی اعلان فرمایا کہ جو بھی زیادہ تقویٰ، نیکی، محبت اور خشیت اختیار کرے گا وہ اللہ کے قرب، اللہ کی محبت کا احترام ہو گا خواہ وہ مرد ہے یا عورت اور تاریخ اسلام اسی خواتین کے تذکروں سے بھری پڑی ہے جو نیکی، پارسائی، کردار و عمل میں کروڑوں مردوں پر سبقت لے گئیں۔

وہ جنت جس کی خوشخبری ایں قرآن مجید میں کئی مقامات پر نیک لوگوں کو دی گئی ہیں جو اخروی زندگی میں اللہ کا انعام ہے۔ جس کے لئے رات دن عبادات کی جاتی ہیں، روزے رکھے جاتے ہیں، گناہوں سے بچا جاتا ہے زندگی بھر منت و ریاضت کی جاتی ہے۔ سرکار دو عالم، احمد، مجتبی، محبوب خدا تعالیٰ نے اس جنت کے حصول کا سبب عورت کو تواردیتے ہوئے بتایا کہ اگر عورت ماں کے روپ میں ہے تو:
 الجنة تحت اقدام الامهات۔ (۲)
 ”جنت ماں کے قدموں تلتے ہے۔“

(۱) سورۃ الحجرات ۳۹، آیت ۱۳

(۲) حاکم المستدرک

وقار سے محروم انتہائی تا گفتہ بے زندگی گزار رہی تھی۔ اگر تاریخ میں کسی عورت نے اپنے حسن و جمال کا منفی استعمال کیا اور مردوں میں لڑائی، جنگوں کا سبب بھی بنی تب بھی عزت اور وقار سے محروم رہی۔

یہ ہادی برحق، محبوب کائنات، خاتم النبیین، رحمۃ الرعالیین رسول خدا تعالیٰ کی تعلیمات، آپ ﷺ کا عملی کردار، آپ ﷺ کا انسانی معاشرے پر احسان عظیم ہے کہ وہ معاشرہ جو عورت کا مرہون منت ہے اس معاشرے میں ہمیں ہمیں بار عورت کو عزت و وقار کے اعلیٰ مرتبے سے نوازا گیا اور یہاں تک کہ بعض جنگوں پر عورت کو مرد پر بھی فضیلت عطا فرماتے ہوئے اس کو بلند یوں سے نوازا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَخْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ (۱)
 ”بیک، ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔“

جب یہ اعلان فرمایا تو گویا عورت کو بھی انسانیت کا اعلیٰ لبادہ دیتے ہوئے احسن تقویم قرار دیا اور مرد کے برابر لا کھڑا کیا۔

یہاں بھی مرد اور عورت میں تخصیص نہ کی گئی اور دونوں کی تخلیق کا ذکر ایک ہی انداز سے کیا گیا۔ اور جب تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر قرب الہی عطا

(۱) سورۃ التین ۹۵، آیت ۳



ایک مفکر کا قول ہے۔

”تم مجھے اچھی مانیں دو، میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔“

گویا کہ ایک اچھی قوم کی بنیاد ایک اچھی ماں ہے۔ یہ جہاں ایک عورت کے لئے اعزاز و اکرام ہے وہاں عورت کے لئے منصب ذمہ داری بھی ہے۔ اگر عورت اپنی ذمہ داریوں کو صحیح ادا نہ کرے تو گھر نوٹے لگتے ہیں، خاندان بکھرنے لگتے ہیں، نفرتوں اور عداؤتوں کی ایسی آندھیاں اور طوفان اشتعہتے ہیں کہ پورے معاشرے اور قوم کو کھو کھلا کر دیتے ہیں۔

علام اقبال نے عورت کی اہمیت کو شعری رنگ میں یوں ڈھالا:
وجو زان سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
ای کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

اسلام کے عقائد، اركان، اعمال صالح پر نظر دوڑائی جائے تو وہ مرد اور عورت کے لئے یکساں ہیں۔ کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ قیام لیل، توبہ، خیثت، محبت، زہد و روع، سخاوت، لفظ بخشی الخضر ہر حکم مرد اور عورت کے لئے یکساں ہے۔ اور قرآن مجید میں جب بھی حکم دیا جاتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا -

”اے ایمان والو۔“

عورت یہوی کے روپ میں ہے تو کلام اللہ نے بتایا:
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ۔ (۱)
”وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔“

عورت کو مردوں کی طرح لباس کے فوائد کا حامل قرار دیا جو پرده بھی ہوتا ہے اور گرمی سردی سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ عورت مرد کے عیوب پر پرده ڈالنے والی، دکھل کر ہمیں ساتھ دینے والی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:
”تم میں سب سے بہتر ہے، جو اپنی یہوی کے حق میں سب سے بہتر ہے۔“ (۲)

عورت بنتی ہے تو آقا و مولیٰ رسول ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کے اشارے سے بتایا کہ:

”دو بنتیوں کی بہترن پرورش کرنے والا شخص قیامت میں میرے اس قدر قریب ہوگا جس طرح یہ دو انگلیاں۔“ (۳)

ہر معاشرے، ہر تہذیب، ہر قوم کی بنیادی اکالی ایک فرد ہے اور چند افراد پر مشتمل ایک خاندان ایک گھر ہوتا ہے۔ ہر فرد کی پہلی معلم، پہلی مدرس اس کی ماں، ایک عورت ہوتی ہے۔ ہر گھر، ہر خاندان ایک عورت کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔

(۱) سورۃ البقرۃ، ۲، آیت ۱۸۷

(۲) سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۸

(۳) ترمذی: ۱۹۱۳



تاریخ اسلام اور عظیم خواتین

قرآن مجید اور احادیث نبوی میں کتنی بھی خواتین کا ذکر ملتا ہے۔ ان کی نیکی، پاکدامنی، اور متقیٰ ہونے کی گواہی دی گئی، کسی کی خصوصی صلاحیتوں، ذہانت و فطانت کو سراہا گیا اور ان کے کارہائے نمایاں پر ان کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اعتدال اور میانہ روی اسلام کے ہر حکم میں نظر آتی ہے۔ اسلام نے اگر عورت کے لئے گھر کو مرکز نگاہ بنایا، افضل قرار دیا تو ضروریاتِ زندگی کے لئے اسے چار دیواری میں مقید نہ کیا بلکہ باہر نکلنے اور کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کی عزت اور وقار کے لئے پردے کا حکم فرمایا تو دوسری طرف گھر کی چار دیواری میں زینب و زینت، رنگوں، سونے چاندی ریشمی لباس کو اس کے لئے جائز اور منحصر کیا گیا۔ روزی کمانے کی ذمہ دار یوں سے اسے مستثنی قرار دیا۔ چادر اور چار دیواری عورت کی حفاظت اور اس کا اعزاز، اس کے حسن و جمال کو حفاظ کرنے کے لئے ہے جس کا غیر مسلموں نے قلط استعمال کیا۔

غزوات میں عورتوں کی شرکت، زخمیوں کے علاج، ان کو پانی پلانے کی

اس پر بھی غور کریں تو ایمان والوں میں مرد اور عورت یکساں طور پر شامل ہیں۔ سارے عظیم مرد، سارے بزرگان دین، سب شہداء، سب رہنماء، کسی عورت کے زیر تربیت ضرور ہے ہوتے ہیں۔

بقول اقبال:

بتولے باش و پنهان شو ازین عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

”تو شک ہوں یعنی سیدہ خاتون جنت حضرت قاطمة الزہرا علیہ السلام کی طرح ہن اور اس زمانے کی نگاہوں سے او جھل ہو جا۔ چھپ جاتا کہ تیری گود میں شبیر (حضرت امام حسین علیہ السلام کا قتب) جیسے فرزند، ان جیسی عظیم شخصیت پر وان چڑھ کے۔“



آپ ﷺ کی ساری زندگی خواتین کے لئے مشعل راہ ہے۔ پاکبازی، سیرت، کردار، زہد و تقویٰ، خاوند کی اطاعت گزاری، حسین کریمین کی تربیت، گھر کے کاموں کی مشقت، آپ کا ہر روپ، ہر رنگ، بحیثیت بیوی، ماں، بیٹی کے آج بھی قابل اتباع ہے اور قیامت تک رہے گا۔

حضور ﷺ کی پیاری زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اپنے بے مثال حافظے، ذہانت، علم و حکمت، فہم و فراست میں کوئی ثانی نہیں رکھتیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بہت سے اعزازات کی حالت ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کے علم و فہم کی وجہ سے انھیں نصف دین قرار دیا۔ سینکڑوں صحابیوں نے آپ سے اکتاب فیض کیا۔ ہزاروں احادیث آپ ؓ سے مردی ہیں۔ خانگی اور گھر بیو زندگی کے زیادہ تر دینی احکامات حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے ذریعے امت تک پہنچے۔

حضرت ابراہیم ﷺ کی زوجہ حضرت هاجرہؓ اسلام کا رب کی خوشنودی کے لئے حضرت اسماعیل ﷺ اپنے شیر خوار پیچے کو لئے لق و دق صحراء میں پھرنا پھر پانی کی تلاش میں دوڑتا، اور اللہ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اسے حج اور عمرے کا لازمی حصہ بنادیا گیا۔ پھر حضرت اسماعیل ﷺ کو قربانی کے لئے پیش کرنا آپ کے صابر و شاکر ہونے کی علامت ہے۔

ذمہ داری، ضرورت پڑنے پر ہتھیار اٹھا کر کافروں سے دو بدو مقابلہ کرنے، باقاعدہ جہاد میں حصہ لینے، حج اور عمرے میں شرکت، عیدین کی نمازوں میں شمولیت، معاشری طور پر اپنی صلاحیتوں کو اضافی استعمال کرنے کی اجازت، ان سب مثالوں سے سمجھا دیا گیا کہ حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق پردوے کے احکامات میں نرمی کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ فرض شرعی حدود کو واضح کر دیا گیا۔ ان حدود کی پاسداری ہر حالت میں لازم کر دی گئی اور فناشی اور عریانیت کے دروازوں کو بند کرتے ہوئے عورت کو ہمیشہ محفل اور کھلونا بننے سے بچایا گیا۔

اسلام کی تاریخ میں خاتون اول آقا مولیٰ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اول جانب سیدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ انتہائی ذہین، زیر ک اور نیکی و تقویٰ میں بیکا و بے مثال تھیں۔ آپ جنابہ ؓ خود تجارت کے امور کی گمراہی فرمایا کرتی تھیں۔ اور آپ ؓ نے اپنا سارا مال اسلام کے لئے سرکار کے قدموں پر چھاوار کرتے ہوئے رہتی دنیا تک کے لئے مثال قائم کر دی۔

حضرت فاطمۃ الزہرہ ؓ سیدہ خاتون جنت رسول اللہ ﷺ کی چھوٹی اور لاڈی بیٹی نے ابتدائے اسلام کی تمام تکالیف برداشت کیں۔ آپ گلستانِ مصطفیٰ ﷺ کا وہ مہکتا پھول ہیں جس کی خوشبو سے آج بھی جہان معطر ہے۔



مشرک نے پیغام کا حج بھیجا تو اسلام کی دعوت اتنے لنشین انداز سے دی کہ اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ اور بعد میں جلیل القدر صحابہؓ میں ان کا شمار ہوا۔ آپ حضرت عائشہؓ کے ہمراہ غزوہات میں شریک ہو گئیں۔

حضرت امِ عمارہؓ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہو گئیں۔ آپ کا ہر وقت سر بکف رہنے کا جذبہ، محبوب کائناتؓ سے والہانہ عشق ہمیشہ سرمایہ انتشار رہا۔ آپ نے غزوہ احمد میں بے مثال جرأۃ و بہادری و کھانی اور آقا و مولیٰ رسول اللہؓ کی حفاقت میں تکوار زندگی کے بے مثال جو ہر دکھائے کہ آپ ”خاتون احمد“ کے لقب سے مشہور ہو گئیں۔ آپ بیعت رضوان، غزوہ خیبر، غزوہ حنین میں بھی شریک ہو گئیں۔

حضرت ام کلثومؓ نے تھا پیدل اسلام کی خاطر مکہ سے مدینہ ہجرت کی آپ کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ اسلام پر مر منہ کا جذبہ اتنا شدید تھا کہ سب تکالیف کو سہہ لیا۔ حضرت خواہؓ عطر کی تجارت کرتی تھیں۔

حضرت خسروؓ اور حضرت زرقةؓ اپنی شاعری کی وجہ سے مشہور تھیں۔ حضرت حصہؓ شعلہ بیان مقررہ تھیں۔ غرضیکہ ہر شعبہ زندگی میں اسلام کی تاریخ میں بے شمار عورتوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریمؓ میہا الحمد کی عبادت گزاریاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ ان کے جگرے میں ان کے لئے بے موکی پھل آیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں انھیں صدیقہ کا لقب دیا گیا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ میہا الحمد کا ذکر بھی قرآن مجید میں اللہ کی نیک بندی کے طور پر کیا گیا۔

آپؓ کی پھوپھو حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب انتہائی بہادر اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ غزوہ احزاب کے موقع پر ایک یہودی اس قلعے کی طرف آیا جس میں عورتیں اور بچے تھے حضرت صفیہؓ نے بڑی دلیری سے اس کا سر قلم کر کے قلعے سے نیچے پھینک دیا کہ پھر کسی یہودی کو اس طرف آنے کی جرأۃ نہ ہوئی۔ سید الشهداء حضرت حمزہؓ کی دردناک شہادت پر حضرت صفیہؓ نے مرثیہ لکھا جس سے آپ کے اعلیٰ ادبی ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت اسماء بنہ ابو بکرؓ کا اتنی کم سنی میں آپؓ کی ہجرت کے راز کی حفاقت کرنا ہیرات انگلیز ہے۔ پھر بزرگی میں اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو حق کی خاطر جان قربان کرنے کی تلقین کرنا، ان کی المناک شہادت پر صبر و تحمل کا بے مثال مظاہرہ کرنا بے شک ان جیسی خواتین ہی تاریخ کی آبیاری کرتی ہیں۔

حضرت ام سلمؓ وہ عاشقہ صادقہ، دین پر مر منہ والی خاتون ہیں کہ



پاکستانی معاشرہ اور عورت کا مقام

آزادی کے نام پر اشتہارات کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کے نسوانی حسن کو عربیاں کر کے سستی شہرت اور مال و زر کے جال میں پھنسادیا گیا ہے۔

عورت نمائش کا ذریعہ بن گئی ہے۔ خاندان اور گھر خود غرضی، مال و زر، خود پسندی، جمیٹی شان کی کھوکھلی بینیادوں پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ جس سے ان گھروں میں اطمینان اور سکون نہیں رہا۔ ان کی اگلی نسل اگریزی تو فر فریوتی مگر قرآن سے بے بہرہ ہے۔

ثانیاً وہ طبقہ جو باشمور، محنت کش مذل کلاس ہے یہ طبقہ ایک طرف ماضی سے رشتہ جوڑے ہوئے اپنی روایات کی خفاقت کرتا دکھائی دیتا ہے اور دوسرا طرف تعلیم، فہم، اور جدید علوم کے حصول کے لئے بھی کوشش ہے جس نے ملک و قوم کو محنت، دیانتداری، عزم و عمل سے مضبوط بینیادیں دینے کی کوشش کی ہے۔ یہاں عورت کو عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ حجاب، پردہ، چادر اور چار دیواری کے تصور کی خفاقت اور آبیاری بھی کی گئی۔ یہ کھلے ذہن اور روشن خیال کھلائے۔ مگر اسی طبقے میں نظریاتی طور پر ایک ایسا گروہ بھی سامنے آیا جنہوں نے خواتین کو گھروں میں پردوے کے نام پر مقید کر کے یہ خیال کیا کہ معاشرہ برائی کی راہ پر ہے کہیں ذرا سی بھی نرمی بچیوں کو گراہ نہ کر دے۔ انھیں تعلیم سے بھی محروم کر دیا۔ کم عمری میں ان کی شادیاں کر کے اپنے فرائض سرے



ہم شاندار ماضی، اعلیٰ روایات، مضبوط تہذیب و تمدن، مشرق کی اعلیٰ خصوصیات کے حامل اسلامی معاشرے کے ارکان ہیں۔ مسلمان سیاسی طور پر مغلوب اور گلست خورده ہوئے تو یہ گلست خوردگی پورے نظام میں چھیٹی چل گئی اور ناسور کی طرح ہر شعبے کی گلست و ریخت کا باعث بنی۔ ایمان اور تلقین میں درازیں آئیں تو تمام نظریات بدلتے چلے گئے۔ آج ہمارا معاشرہ کئی طبقات میں بٹا ہوا ہے۔ اور ہر گروہ، ہر طبقے کے نظریات عورت کے حوالے سے مختلف نظر آتے ہیں۔ ہماری یہ طبقاتی تقسیم دولت، مال و زر کی بینیاد پر ہے۔ اس اعتبار سے ہمارا پاکستانی معاشرہ واضح طور پر تین طبقوں میں بٹا ہوا ہے۔

اوّلاً حکران جماعت پر مشتمل دولت مند، ریس، اعلیٰ عہدیدار، تجارت پر قابض لوگوں کا گروہ جن کی زندگی کامرز و محور مال و دولت، لگیر، عیاشی ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جو اپنی دولت کے نشے میں جمیٹی طور پر اسلام کے احکامات کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آزادی نسوان کے نفرے لگاتے ہیں۔ عورت کو شمع محفل، فاشی اور عربیات کے لئے استعمال کرنے پر متله ہوئے ہیں۔ مغرب کی اندر گی تقلید نے انھیں حقیقی سودوزیاں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ عورت کو



پیر و مرشد اور خواتین کی تعلیم و تربیت

شہروں میں موجود خواتین کو تعلیم کے موقع بھی بہم میسر ہیں۔ جس سے دیہات اور گاؤں کی بچیاں محروم ہیں۔ تعلیم انسانی ذہن کو جلا بخشنی ہے۔ دین کے احکامات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی قوت و صلاحیت بھی دیتی ہے۔ محبوب خدا رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث مبارکہ بار بار علم کی ترغیب میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اطلبوا العلم ولو بالصین۔ (۱)
”علم حاصل کر دخواہ جتنی جانتا پڑے۔“

طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة۔ (۲)
”علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔“

انها بعثت معلماً۔ (۳)
”بمحض علم بنا کر بیججا گیا ہے۔“

شادقلندر پیر مستوار نے ہمیشہ اہل علم کی قدر کی اور انھیں عزت و تکریم

(۱) امام بیهقی فی شعب الایمان، خطیب بندادی فی کتاب الرحلۃ

(۲) مشکلۃ شریف

(۳) ابن ماجہ: ۲۲۹

اتارنے کی کوشش کی۔ ایک سوچ یہ بھی رہی کہ تعلیم سے اپنے حقوق کا شعور آتا ہے۔ خواتین کو ان کے حقوق سے بے بہرہ رکھا جائے۔ خود غرضی پر بنی سوچ نے خواتین کے لئے علم و فن کے دروازے بند کر دیے۔

ثالثاً کمزور، غریب، مظلوم و محروم طبقہ جو ملک میں بھاری اکثریت رکھتا ہے۔ انھیں غلام اور خادم متصور کیا گیا۔ ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ عدل و انصاف کی وجیاں اڑائی گئیں۔ جنہیں دو وقت کی روٹی میرنا آئے۔ جن کے پیچے بیماری مفلسی کے ہاتھوں آئے دن شکار بن رہے ہوں وہ روایات کی حفاظت کے قابل ہی کہاں۔ ایک طرف وہ اعلیٰ طبقہ جن کے کتنے گھوڑے بھی مرغن غذاوں پر چلیں اور دوسری طرف یہ مجبور و مظلوم طبقہ جو ایک وقت کے کھانے سے بھی محروم ہے۔ یہاں عورت کا استھصال بھی ہو رہا ہے۔ عورت ظلم کا نشانہ بھی بن رہی ہے۔ عورت باعث پریشانی اور تکھر بھی ہے۔ اسکی عزت و ناموس کی حفاظت، دُؤیروں اور جا گیرداروں کے ظلم سے اسے چھانا بھی ایک مسئلہ ہے۔



خواتین کی تربیت کے لیے خصوصی اہتمام

بیوی مرشد نے ہمیشہ خواتین کی تعلیم و تربیت کو اہمیت دی اور اس بات کا نہ صرف خود خیال رکھا بلکہ خلفاء و ناظرین اور مریدین کو بھی تاکید کی کہ خواتین کے لئے علیحدہ پروگرامز کا اہتمام کیا جائے۔ ان کے لئے الگ محفل ذکر اور درسی قرآن کا اہتمام ہو۔ آپ نے ترجیحی بنیادوں پر خواتین معلمات، اور نعمت خواں بڑکیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ یہی وجہ ہے کہ سلطے کا جہاں بھی کام ہو رہا ہے وہاں خواتین کے لئے بھی خصوصی نشتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ دریا بار عالیہ میں ملاقات میں بھی خواتین فیضیاب ہوتی ہیں۔ اسکے علاوہ تمام بڑے پروگرامز میں خواتین کے لئے باپرده انتظامات، بیوی مرشد کی اس حوالے سے خصوصی اہمیت و توجہ کا مظہر ہیں۔ رات کی خصوصی لشت میں بھی جب خالصتاً واجب الوجود، وحدت الوجود، روحانی سفر، فقر و غنا، استغراق و سکر جیسے دقیق روحانی موضوعات پر گفتگو ہوتی ہے اس میں بھی خواتین کو سننے اور سمجھنے کے پورے موقع دیے جاتے ہیں۔ اور اگر خواتین میں سے کوئی سوال کرے تو بیوی مرشد توجہ سے بات سننے اور جواب دیتے ہیں۔

سے نوازا۔ بیوی مرشد نے بچیوں کے لئے بھی تعلیم کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی۔ بیوی مرشد کا ہر عمل تعلیم کی قدر اور حصول تعلیم کی ترغیب دینا و دھانی دینا ہے۔ سلطے اور مشن سے وابستہ مریدین کے لئے بھی بیوی مرشد کی ہدایت ہے۔ کہ خواتین کو تعلیم حاصل کرنے کے موقع فراہم کریں۔ ان کو اداروں میں جا کر علم کے حصول کے لئے آسانیاں دیں۔ تعلیم حاصل کر کے ہی وہ دین کا، مشن کا کام بہتر طریقے سے کر سکتی ہیں۔

معاشرے کی موجودہ ڈگرمتقاضی ہے کہ ہر فرد زیور تعلیم سے آراستہ ہو۔ عدل و انصاف کی فراہمی ہر فرد کے لئے ہو۔ دولت کی جائز اور منصفانہ تقسیم ہو۔ تعلیم کے موقع سب کو حاصل ہوں۔ اداروں کے ذریعے، میڈیا کے ذریعے اسلام کے صحیح تصور اور احکامات کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔ پردے کی ترغیب دی جائے۔ اس کی حکمتوں اور فوائد سے سب کو آگاہ کیا جائے۔ حقوق و فرائض کا اگر سب کو شور مل جائے تو بے شک؛

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت دیراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی



مشن سے وابستہ خواتین کی ذمہ داریاں

انسانی معاشرے میں حقوق و فرائض کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک فرد کا حق دوسرے کا فرض ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اولاد کے حقوق ماں باپ کے فرائض اور ماں باپ کے حقوق اولاد کے فرائض ہوتے ہیں۔ اسی طرح خاوند کا حق اور بیوی کا فرض، بیوی کا حق اور شوہر کا فرض ہوتا ہے۔ اسلام نے عورت کو ذلت کی پستیوں سے اخفا کر عزت و اعلیٰ مرتب دیا۔ ہر مسلمان پر عورت کی عزت و سُکریم کو لازم قرار دیا۔ مقام اور منصب اعلیٰ ہو تو ذمہ داریاں اور فرائض بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس اعلیٰ مقام کا تقاضا یہ تھا کہ ہر مسلمان عورت اپنے فرائض کو پہچان کر کما ہد، انہیں ادا کرے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ مسلمان عورت اپنی نسل میں جذبہ شیری منتقل نہ کر سکی اور نہ ہی محبت و عشقِ حقیقی کے رنگ و نور کو قلوب واذہاں میں ڈال سکی۔ اس وجہ سے معاشرے میں بے عملی بڑھتی چلی گئی۔ مشن سے وابستہ بالخصوص اور ہر مسلمان عورت کی بالعموم مندرجہ ذیل ذمہ داریاں ہیں۔

الف۔ ایمان باللہ و ایمان بالسلطنت کے صحیح مفہوم اور ترقیاتیوں سے آگئی ایک چھوٹا سا گلہ جسے ہم کلمہ طیبہ کہتے ہیں۔ اس پر دل سے ایمان اور زبان سے ادا یگی ہمیں ایک ایسے دائرے میں داخل کرتی ہے جو اہل ایمان کا



مشن سے وابستہ خواتین اور اعلیٰ ادبی ذوق

بیرون مرشد خود اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے ہیں اور جو لوگ زبان و ادب سے متعلق خصوصی صلاحیتوں کے حامل ہیں بیرون مرشد ان کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ بھی وجہ ہے کہ مشن سے وابستہ بہت سی خواتین شعرو و شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتی ہیں۔ بیرون مرشد ہمیشہ ان کے شاعرانہ کلام کو سنتے اور اصلاح فرماتے ہیں۔ بھر، وزن، ردیف، قافیہ اس حوالے سے خواتین کی یوں رہنمائی فرماتے ہیں کہ محسوں ہوتا ہے کہ ایک استاد اپنے طالب علموں کو اپنا علم اور ادبی ذوق منتقل کر رہا ہے۔ ان سب کے شاعرانہ کلام میں آقا و مولیٰ رسول اللہ ﷺ کی شاعرخوانی، بیرون مرشد سے پیار، محبتِ حقیقی کے رنگ اتنے نمایاں ہیں کہ شاعری کے مرد جیگانوں پر پورانہ اترنے کے باوجود واس میں موجود پیغام اور سوچ کو محسوں کیا جا سکتا ہے۔



خلاف علم جہاد پلند کیا جائے۔ اور نفس کے خلاف جہاد کو رسول خدا ﷺ نے جہاد اکابر قرار دیا اور یہ جہاد اکابر اسی وقت ممکن ہے جب اپنے شیخ، اپنے عزیز مرشد سے ظاہری، باطنی رابطہ بہت مضبوط ہو۔

ب۔ اعمال صالحہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ زندگی ہے۔ را عمل ہے زندگی کے ہر شعبے سے متعلق مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام محض سوچ کا نام نہیں۔ اسلام ایک محض فکر و تجھیل نہیں۔ اسلام فقط چند نظریات کا نام نہیں بلکہ پیدائش سے موت تک، صبح سے رات، خوشی اور غمی، دکھ اور سکھ کے ہر لمحے میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت و غلائی کا نام ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ خُلُوا فِي الصِّلَوةِ كَافُوا—(۱)
”اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو۔“

قول فعل کے تضاد کو ترک کر دو۔ منافقت اور دو غلے چہروں سے باز آجائو۔ کھانا پینا، سونا جا گنا، لین دین، میل ملاقات، کار و بار تعلیم، تجارت، طازمت، غرض زندگی کا ہر شعبہ اسی حقیقی محبت اور اطاعت کے رنگ میں رنگا ہوا

(۱) سورۃ البقرۃ، ۲۰۸، آیت

دارہ ہے۔ آج ہمارا یہ یہ ہے کہ ہم دنیاوی و عصری علوم کے حصول میں اتنے بخوبی کے اس کلے کے معنی و مفہوم، اس پر یقین دایم ان، اس کے تفاصیل، سے خود بے بہرہ ہو گئے اور ذگری یافتہ نوجوان طبقے کو بھی ایمان و یقین نہ دے سکے۔ مشن سے وابستہ خواتین کی پہلی ذمہ داری اپنے ایمان کی حفاظت ہے۔ ہمارے تمام اعمال، زندگی کا الحلقہ ایمان کے تابع ہے۔ اس کے بغیر اعمال بے روح اور بے کار ہو جاتے ہیں۔ مگر اس ایمان کی حفاظت آسان نہ رہی۔ کیونکہ معاشرے پر ابیسیت چھائی ہوئی ہے۔ اور ایمان کی حفاظت کے بارے میں اقبال ﷺ نے کیا خوب کہا ہے:

یہ شہادت کہ الفت میں قدم رکھتا ہے
لوگ آسان سمجھتے میں مسلمان ہونا

ایمانیات میں پچھلی اور یقین ہماری زندگی کی را عمل کو درست کر سکتا ہے۔ اور اس میں کمزوری ہماری زندگی کو بگاڑ سکتی ہے۔ یہاں مختصرًا اتنا کہوں گی کہ مشن سے وابستہ خواتین باطنی طور پر ہر وقت تصور شیخ میں رہیں کہ اس سے شیطان بھاگتا ہے۔ شیطان سے دوری انسان کو اللہ کا قرب عطا کرتی ہے۔ ایمان کی حفاظت کا ایک طریقہ معاشرے سے کٹ جاتا، جنگلوں اور بیاناؤں میں نکل جاتا ہے اور ایک طریقہ یہ ہے کہ شیطان کے خلاف، شیطانی قوتوں کے



ہو۔ اگر ہم خود کو اسلام کے احکامات پر پابند نہیں کر سکتے تو ہم دوسروں کو وعظ و تبلیغ کیسے کر سکتے ہیں۔ انسان کے کردار کا پتہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے ملتا ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی چھوٹے سے سوراخ سے بھی نظر آتی ہے۔ اسی طرح انسان کا عمل اور کردار معمولی باتوں میں بھی نظر آتا ہے۔ مشن سے وابستہ خواتین کو چاہیے کہ عبادات اور معاملات کو درست کر لیں۔ نفترتوں، عداؤتوں، کینہ اور خود غرضی پر مبنی سوچ کو ترک کرتے ہوئے گھروں کے اندر پیارا اور محبت کو فروع غدیر مسکرا کر ملنا بھی عبادت ہے۔ سلام میں پہل کرنا۔ ایک دمرے کو تھنے تھائف دینا، دوسروں کے لئے اپنی خواہشات کی قربانی دینا قلب کو انوار و تجلیات سے بھر دیتا ہے۔ خواتین میں ایک بڑی برائی غیبت کی پائی جاتی ہے۔ سونے چاندی اور مال وزر کا لامع شیطانی چنگل میں پھنسائے رکھتا ہے۔ ہر لمحہ کوشش کریں کہ اسلام کی قائم کردہ حدود کی حفاظت کریں۔ خواہ بخیگانہ نماز کا معاملہ ہے یا پردے کی شرعی حدود کی بات ہے۔ معاملات اور لین دین میں کھراپن ہے یا دمگر امامتوں کی حفاظت کا معاملہ ہے ہر لمحے خدا کا خوف رہے۔ مرشد کا تصور ہے۔

ج۔ ذاتی فرائض کی ادائیگی

شاہ قلندر پیر مستوار فرماتے ہیں کہ کوئی خاتون اپنے اہلی خانہ کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر آتا نے پر نہ آئے کہ جو اپنے اہلی خانہ، والدین اپنے شوہر

کی اطاعت و رضا کا خیال بالکل نہ رکھے وہ اللہ اور رسول کی خوشنودی کے لئے کیا کر سکے گا۔ کچھ جگہ استثنائی حالات اور صورتیں ہوتی ہیں ایسی صورت میں اپنے شیخ سے رہنمائی و رہبری لئی چاہیے۔

ماں کی ذمہ داری سب سے بڑھ کر ہے وہ اگر صحیح تربیت کرے تو اولاد جنتی ہو سکتی ہے اور اگر اس نے فرائض صحیح ادا نہ کئے تو وہ اپنی اولاد کو جہنم میں دھکیل سکتی ہے۔ بیوی کے لئے شوہر کی اطاعت اور اس کی خوشنودی اہم ہے۔ میٹھے تو اسے ہر لمحے والدین کا خیال رکھنا ہے کہ قرآن مجید میں بار بار:

وَبِالْأَوَّلِ الدَّيْنِ إِحْسَانًا۔ (۱)

"اور ماں باپ کے ساتھ بھلانی کرو"

کہتے ہوئے والدین سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ عورت کے لئے گھر کو مرکز زنگاہ قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح مرد کے ذمہ دیگر معاشر تبدیلی ذمہ دار یاں ہیں عورت کو ان سے مستثنیٰ کر کے گھر اور خاندان کی ذمہ دار یاں دی گئیں۔ مشن سے وابستگی کا مطلب یہ ہے کہ گھنگلو، کردار، عمل، فرائض کی ادا یا گل میں اعلیٰ معیار دکھایا جائے۔ کہ ہمارا کردار و عمل ایسا ہو کہ ہم و مرشد ہم سے راضی اور خوش ہوں کہ مرشد کی خوشی اللہ کی رضا و خوشی ہے۔

(۱) سورۃ البقرۃ، ۲، آیت ۸۳، سورۃ النساء، ۳، آیت ۳۶
سورۃ الانعام، ۶، آیت ۱۵۱، سورۃ الاسراء، ۱، آیت ۲۳



د۔ خدمتِ دین

اللہ کا دین ہمارا محتاج ہرگز نہیں۔ اللہ رب العزت چاہے تو ”اباتل“ سے کام لے لے، چاہے تو ”مُنْعَنْ“، کہہ دے۔ ہمیں اگر خدمتِ دین کا شعور اور توفیق ملی ہے تو یہ مرشد کے طفیل ملی ہے۔ فضل ربی ہے۔ ہمارا کوئی ذاتی کمال نہیں کیوں کہ تاریخ گواہ ہے کہ ابو جہل اور ابولہب جیسے عرب سردار اس خوش بختی سے ناصرف محروم رہے بلکہ بارگاہ الہیہ سے انھیں وحکماً ردیا گیا۔ اور سیاہ قام غلام بلال جبھی ہلکھل کواں سعادت کے لئے منتظر کر لیا گیا۔

ایں سعادت بزوہِ ریاض و نیست

مشن سے وابستہ خواتین کو چاہیے کہ شادِ قلندر پیر مستوار کی CDs، ان کے خطابات، ان کی گنگو و قیاقی و فوتی اپنے حلقةِ احباب میں تصوف کا ذوق رکھنے والوں کو سنا یا کریں۔ اور جو پڑھی لکھی سمجھدار بہنیں ہیں وہ باقاعدہ ہفتہ وار یا ماہانہ گیارہویں شریف کے پروگرام کا انعقاد کریں۔ اور اس کے لئے ضروری ہدایات، اجازت اور رہنمائی پیر و مرشد سے ضرور حاصل کریں۔ جب جب موقع ملے پیرو مرشد کے پاس حاضر ہوا کریں۔ عرس کے موقع پر زیادہ سے زیادہ خواتین کو دعوت دیا کریں۔ خود بھی ذکر و تکری کی عادت ڈالیں۔ مخالف میں خشوع و خضوع اور آداب کا خاص خیال رکھیں۔ مرشد کے روحانی زندگی پر اثرات سے دوسروں کو آگاہ کیا کریں۔ اللہ ہماری زبان و عمل میں تاثیر و برکت پیدا فرمائے۔ (آمین)



پیر و مرشد کی خواتین کے لیے خصوصی ہدایات

- ۱۔ اپنا مقصد محبتِ خدا، عشق، مصطفیٰ ہلیلِ عزیز اور مطابقتِ رہنماء کو سمجھیں۔
- ۲۔ پردوے کا خصوصی خیال رکھیں اور باہر نکلتے ہوئے کم از کم چادر لے لیں۔
- ۳۔ والدین کا احترام کریں۔ شوہروں کے حقوق کا خیال رکھیں۔
- ۴۔ مشن کے فروع کے لئے جذبہ ہونا چاہیے۔ اسکی آتش ہونی چاہیے جسے کوئی پانی بجھانے سکے۔ اس آتش کو عشق سے مزید پوشٹی رہے۔
- ۵۔ دنیا کے جو بھی کام ہیں۔ آپ ڈاکٹر، انجینئر، میجر ہیں یا کوئی اور ملازمت کر رہی ہیں اپنے کام خوش اسلوبی سے کریں اور رفتائے کار کے ساتھ اپنے تحفظِ صست کا خیال رکھیں۔



سرخ رنگ

مصنف: پیر مسوار قلندر

(مرتبہ: سیسا احمد وی)

صَبَغَةُ اللَّهِ وَمَنْ أَخْسَنَ مِنَ اللَّهِ صَبَغَةً وَلَا يُخْنِي لَهُ عَابِدُوْنَ۔^(۱)
”ہم نے اللہ کی رینی (ریگائی) لی اور اللہ سے بہتر کس کی رینی؟ (ریگائی) اور ہم
ای کو پوچھتے ہیں۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک کا آٹا سے خطاب ہے اور مونین سے
خطاب ہے۔ کہ ہم نے اللہ کا رنگ حاصل کیا اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے۔
اس کا شان نزول یہ ہے کہ عیسائی اپنے بچوں کو دین میں داخل کرنے کیلئے عمودیہ
رنگ میں رجھتے تھے۔ اس کے جواباً اللہ پاک یہ فرمار ہے یہاں کسی ایسے رنگ
کی ضرورت نہیں یہاں میرا رنگ کافی ہے۔ یعنی میری محبت کا رنگ کافی۔ اور میں
نے اپنی محبت کا رنگ اپنے محبوب کریم ﷺ کو چڑھا دیا ہے۔ وہی رنگ کافی یعنی
میرا جو رنگ ہے وہ رنگ محمد ﷺ کی ہے۔ اور اس سے بہتر کیا رنگ ہو سکتا
ہے؟ اور رنگ محمد ﷺ کیا ہے؟ آپ ﷺ کی شخصیت، آپ ﷺ کا کردار اور
آپ ﷺ کا عمل۔ تو یہی ہے اللہ کا رنگ اور اس سے بہتر واقعۃ کوئی نہیں۔ یعنی

(۱) سورۃ البقرۃ، ۲، آیت ۳۸

باب نهم

سرخ رنگ

احادیث مبارکہ سے سرخ رنگ کا ثبوت

تابوتِ سکینہ

سرخ رنگ اولیاء اللہ کی نظر میں

سرخ رنگ کا دلچسپ واقعہ

حضرت سید رسول شاہ خاکی

سرخ دستِ خوان

پیغاماتِ قلندر

محبتِ مشن

امتِ مسلم کے نام پیغام

محفلِ میلاد النبی ﷺ

دعائیں

تعلیمی اداروں کا قیام

شجرہ شریف

ترجمہ



قطرہ شفاف ہوتا ہے مگر اس سے گزر کر اک سفیدی مائل بے رنگی سی روشنی ست
رنگی ہو جاتی ہے۔

آسمان پر قوس قزح بنتی ہے تو اس میں کتنے رنگ ہیں۔ ستاروں کا چاند کا
اور سورج کا رنگ ہے، گھاس کے رنگ ہیں، نور کے مختلف رنگ ہیں انبیاء اور
رسولوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کپڑے پہنے ان کے مختلف رنگ ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے
مختلف رنگ کے کپڑے پہنے۔ مختلف رنگ کی دستار مبارک باندھی، آپ کے
جو توں کے مختلف رنگ ہیں اور جنت میں جن محلات کا ذکر ہے ان محلات کے بھی
مختلف رنگ ہیں۔ صحابہ و اہل بیت اور بالخصوص جو سرکار ﷺ کے محلات ہیں ان
کے رنگ ہیں اس طرح اگر اس دنیا میں ہم دیکھیں تو یہاں پہاڑوں میں جو
معدنیات لٹکتی ہیں ان کے اپنے رنگ ہیں جیسے مختلف جواہرات لٹکتے ہیں، پتھر
لٹکتے ہیں، ہیرے، یاقوت، زمرہ، نیلم، عقین کا اپنا رنگ ہے الغرض ہر پتھر کا اپنا
ایک رنگ ہے تو ہر چیز کا اپنا ایک رنگ ہے اور یہ رنگ کسی کا ذاتی وصف نہیں۔ کسی
چیز کو اللہ جل شانہ نے جو رنگ دے دیا جس وہ اس کا رنگ ہے یہ عطا اللہ کی ہے
اس میں کسی چیز کا ذاتی وصف نہیں۔ جو اللہ نے عطا کیا وہ اس چیز نے قبول کیا اور
وہ ہی اس کا رنگ ٹھہرا۔ تو اللہ نے جو کہا کہ سب سے بہتر رنگ اللہ کا رنگ ہے۔ تو
اس سے بھی مراد کہ اللہ نے کوئی بھی سمجھانا چاہا تو رنگ میں سمجھانا چاہا۔ اور یہ بھی

اللہ کی محبت کا رنگ ہے اور جو اس کے محبوب ﷺ کا رنگ ہے۔ اگر میں دونوں کو
ٹلا کے بیان کروں تو اللہ کا رنگ اس کی محبت کا رنگ اور اس کی محبت حضور پر
نور ہے ہیں۔ گویا آقا علیہ السلام کا رنگ ہی سب رنگوں سے افضل ہے۔ اب
یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ پھر بھی اللہ نے ایک رنگ کا ذکر ضرور کیا، جیسا کہ
یہ آیت ہے۔ بہر طور ایک رنگ کا ذکر ضرور ہوا ہے، گرچہ اس رنگ کی مثال دینا
میں نہیں ملتی اور دنیا کے رنگ اس کو واضح بھی نہیں کر سکتے۔ رنگ باطن وہ رنگوں
حقیقت، وہ رنگِ عشق ہے، وہ رنگِ محمد ﷺ ہے۔ تو سمجھانے کے لیے پھر بھی
رنگ کا ذکر ہوا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں جنت کے باغوں کا ذکر ہے تو وہاں
ہر رنگ کے پھول ہیں، میوہ جات کا ذکر ہے تو ہر رنگ کا میوہ ہے، پھلوں کا ذکر
ہے تو ہر رنگ کا پھل ہے، شراب کا ذکر ہے تو مختلف اقسام کی شراب ہے اور ان
کے رنگ صاف ظاہر ہے مختلف ہی ہیں پھر جنت کی زمین کا ذکر ہے اس کا رنگ
بھی مخصوص ہے تو وہ بھی سرخِ خمل کی طرح ہے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ
آسمان ک ایک رنگ ہے نیلا۔ اس مٹی کے کئی رنگ ہیں پھر پہاڑوں کے کئی رنگ
ہیں، درختوں کا اپنا مخصوص رنگ ہے، اس کے باوجود کئی رنگ کے پتے ہیں اور
پھر درختوں کے پتوں کے رنگ ہیں، کئی قسم کے کئی رنگ کے پتے ہیں۔ ہر پھول
کا اپنا اپنا رنگ ہے۔ بے شمار مختلف انواع و اقسام کے رنگ ہیں۔ پانی کا اک



بات بہت سچی ہے کہ رنگ کی بات رنگ والے ہی جانتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی بات سچی ہے کہ رنگ والوں سے کسی رنگ میں بات کی جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ نے اپنی بات اپنے رنگ میں اپنے رنگ والے کو بتا دی۔

اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ دنیا میں جتنے بھی رنگ ہیں صرف ان رنگوں سے کوئی غرض نہیں جو شخص جو چاہے وہ رنگ پہن سکتا ہے۔

هر رنگ ہی اچھا ہے، ہم کسی رنگ کے خلاف نہیں، کیونکہ ہر رنگ اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ اور اللہ کی بنائی ہوئی ہر چیز پیاری اور خوبصورت ہے۔ ہمیں کسی رنگ سے نفرت نہیں۔ میں تاچیز خود مختلف رنگوں کے کپڑے پہنا کرتا ہوں اور عرس پر میرا مخصوص لباس بہرہ ہوتا ہے۔ جبکہ ٹوپی یاد تار ہمیشہ سرخ رہتی ہے۔ اور جمعہ والے دن مختلف رنگ کے رومال بھی سر پر لے لیتا ہوں اس طرح مجھے کسی رنگ سے نفرت نہیں۔ ہر رنگ ہی خوبصورت ہے اور ہر رنگ کو اللہ ہی نے بنایا ہے۔

اس وجہ سے مجھے ہر رنگ سے محبت ہے، تو کسی رنگ سے نفرت نہیں۔ مگر ایک بات ذہن نیشن رہنی چاہیے کہ صرف رنگوں سے غرض بھی نہیں ہونی چاہیے۔ جیسا کہ انسان ایک مخصوص رنگ کو اپنالے۔ اور صرف اس رنگ کی حد تک ہی ہو اور رنگ بطور رنگ ہی اپنائے رکھے۔ تو کچھ فائدہ نہ ہو گا بلکہ رنگ جو بھی کوئی اپناتا ہے شہیک ہے اپنائے مگر اس رنگ کی حقیقت میں پہنچ کر رنگ والے کے رنگ

میں رنگا جائے۔ یعنی جو اس رنگ کا خالق ہے اس خالق حقیقی تک قرب حاصل کر لے۔ تو رنگ پہننے کا مقدمہ میرے نزدیک یہ ہے کہ رنگ پہن کر اس رنگ کے خالق تک پہنچ کر اس رنگ ظاہری سے رنگ باطن حاصل کر لیا جائے تو توب رنگ کا فائدہ ہے۔ ویسے رنگ پہننا اور بات اور رنگ پہن کر دل کو رنگ لینا یہ اور بات ہے۔ پھر ایک اور بات یہ ہے کہ مختلف سلاسل کے رنگ اپنے اپنے سلسلے کو ظاہر کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ سلسلے کی نشانی ہیں جیسا کہ مختلف سلاسل میں کہیں پہلا ہے کہیں پہلا کہیں زرد پہلا کہیں سفید کہیں بزر اور کالا اور کہیں سرخ ہے۔

الغرض میں نے مختلف سلسلوں میں مختلف رنگ دیکھے ہیں تو یہ رنگ اپنے اپنے سلسلے کی نشانی بھی ہوا کرتا ہے تاکہ اس رنگ سے پہلے چل جائے کہ اس بندے کی نسبت کہاں ہے۔ اس طرح پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اگر کسی کے رنگ سے اس کا سلسلہ ظاہر ہو۔ اس سے پہلے چلتا ہے کہ یہ بندہ توبہ کر کے اللہ کی عبادت میں مشغول ہے کیونکہ یہ کسی سلسلے میں ہے۔ تو اس طرح اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جو جس سلسلے میں ہے وہ اس سلسلے کا رنگ پہننے اور پہن سکتا ہے اب یہ بات ہے کہ ہمہ وقت تو انسان نہیں پہن سکتا۔ جیسا کہ دفتروں میں کام کرنے والے ہیں، مختلف فورسز میں کام کرنے والے، مختلف اداروں میں کام کرنے والے، اس طرح اسکولوں کا لجھ، یونیورسٹی میں پڑھنے والے طلباء تو ایسے بندوں





میں آیا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ اس رنگ کے نہ پہنواں کی وجہ یہ تھی کہ اس شخص نے جو کپڑے رنگ کر دائے ہوئے تھے سرخ رنگ کے وہ دراصل کسم کے پھول سے رنگے ہوئے تھے۔ تو جناب نے فرمایا کہ اس پھول سے لیا ہوا رنگ مفسحت ہے، کہ اس پھول کا جو سرخ رنگ ہے یہ مفسحت ہے۔ تو آپ ﷺ نے سرخ رنگ سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس پھول سے حاصل شدہ جو سرخ رنگ تھا اس سے منع فرمایا ہے کہ یہ مفسحت ہے۔ اصل میں اس میں مصلحت تھی۔ تو کم فہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید آپ ﷺ نے اس رنگ سے منع فرمایا۔ اگر سرخ رنگ کی ممانعت ہوتی یا اس شخص کی صرف سرخ رنگ سے منع کیا گیا ہوتا تو خود سرکار دو عالم کا لئے ہرگز سرخ رنگ نہ پہنتے۔

اب ہم اس سرخ رنگ کے جواز میں احادیث اور دیگر دلائل پیش کر رہے ہیں جس کو دیکھ کو انشاء اللہ تعالیٰ جس بندے کے دل میں جو بھی ٹھکوں و ٹھیکھات ہیں وہ ذور ہو جائیں گے اور امید ہے کہ اللہ پاک کرم کرے گا۔ لیکن ایک بات ضروری ہے کہ اس کتاب کو جو بھی پڑھے تو وہ اپنے دل کو صاف کر کے پڑھے اور تحقیق کی غرض سے پڑھے اور علم حاصل کرنے کی غرض سے پڑھے تو پھر انشاء اللہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد سرخ رنگ کے متعلق اس پیارے بندے کے دل میں کوئی ٹھک و شہر نہیں رہے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اس پیارے

کے لیے ڈیوٹی کے دوران یہ رنگ پہننے کی پابندی ہمارے سلسلے کی طرف سے نہیں ہے۔ ہاں جب سرخ حانپنے کا وقت ہے جیسے جمعہ، عیدِ دین، عرس وغیرہ اس وقت اپنا ہی رنگ پہننا جائے ہمارے سلسلے میں یہ طریقہ راجح ہے۔

اب میں اپنے اس سرخ رنگ کی طرف آتا ہوں تو یہ سرخ رنگ دراصل قلندر یہ سلسلے کا رنگ ہے اور اگر دیکھا جائے تو دیگر سلاسل میں بھی یہ رنگ پایا جاتا ہے۔ جیسے سہرورد یہ سلسلے میں محمود جلال الدین ۃ بنیان انہوں نے بھی یہ رنگ پہننا۔ آگے چل کر اور بزرگوں کا ذکر بھی آئے گا۔ یہ رنگ قلندر یہ سلسلے میں بھی رانج ہے اور اسکے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی ہے اور یہ تاریخی کتب سے ثابت ہے جیسا کہ آگے چل کر بڑی واضح وضاحت ہو گی۔

لیکن اس سے پہلے میں ایک خاص بات اسکی بھی وضاحت کرتا چلوں کہ جس کو مد نظر رکھ کر کچھ لوگ اس سرخ پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں۔

”ایک شخص کسم میں رنگے سرخ کپڑے پہن کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا اور منع فرمایا کہ اس رنگ کے نہ پہن۔ (۱)

تو جو لوگ کہتے ہیں کہ ایک شخص اس رنگ کے کپڑے پہن کر سرکار ﷺ کی بارگاہ

(۱) فتاویٰ رہبیدیہ۔ ازمولالہ رہبیدا حمد گنگوہی



احادیث مبارکہ سے سرخ رنگ کا ثبوت

حضرت براء بن عازب رض سے مروی ہے:

عن أبي إسحاق سمیع البراء يقول: كان النبي
مربيعاً، وقدر ایتة في حلة حمرا، مارا ایت شيئاً
احسن منه۔ (۱)

”نبی کریم ﷺ میان قدتھے اور میں نے آپ ﷺ کو سرخ خلہ میں بلوں دیکھا
تو مجھے کوئی صورت آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین نظر نہ آئی۔“

یہ حدیث مبارکہ صحیحین میں مرقوم ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں
آقا ﷺ کا سرخ رنگ کے کپڑے پہننا ثابت ہے۔ ایک واضح حدیث ہے،
اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، اور کتب حدیث میں بخاری شریف کو سب سے زیادہ

(۱) بخاری الصحيح، ۵: ۲۱۹۸، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۱۰ باب: الفواب الا حمر

مسلم الصحيح، ۳: ۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷ باب فی صفة النبي

ترمذی الجامع الصحيح، ۳: ۲۱۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۳۳

ابوداؤد السنن، ۳: ۵۳۵۳، کتاب اللباس، رقم: ۷۴۲ باب: فی الرفقة ذالک

نسائی السنن، ۸: ۱۳۳، ۸: ۱۳۳ کتاب الزینہ، رقم: ۲۵۳۳، ۵۰۶۰، ۵۲۳۳

باب: تخلّز الجمعة

ابن ماجہ السنن، ۲: ۱۱۹، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۹۹

احمد بن حنبل، المسند ۳: ۲۹۵

ابن حبان فی الصحيح، قسطلانی فی المواهیۃ الدلیلیۃ صالحی فی سبل الهدی

والرشاد السنن الکبری، ابو علی فی المسند

بندے کے دل کے اندر اللہ پاک کی تلاش شروع ہو جائے گی۔ یہ میں بڑے
دو حق سے لکھ رہا ہوں۔ لیکن اس میں شرط بھی ہے کہ جو خلوص نیت سے پڑھے گا
پھر تو وہی ہو گا تو جو میں نے لکھ دیا ہے اور اگر ایسا نہیں کہ خدا نخواستہ دل میں کچھ
بغض وعداوت ہے پھر بھی میں ایسے بندے کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک اپنا
کرم کرے اور فہم فراست عطا کرے اور اوب کرنے والا بنا دے۔ کیونکہ مولا نا
روم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں:

”بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔“

بھر حال دعا ہے کہ جو بھی بندہ اس کتاب کو پڑھے۔ اللہ پاک اس کو اس
کا مفہوم سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔



اس دن آپ ﷺ کے حسن و جمال کا پتہ چلے گا۔ اور جو کفار اور مشرک آپ ﷺ میں سے ناکش نکلتے تھے یا ہر وہ شخص (معاذ اللہ) آپ ﷺ میں سے کسی شخص کا ملاشی ہے۔ اس دن بے انتہا شرمnde ہو گا اور بے انتہا ذمیل ہو گا۔ اور وہ دن ایسے گستاخوں کی بر بادی کا دن ہو گا۔ تو اس حدیث مبارکہ میں حضرت برائیں عازب ﷺ سے پتہ چلا اور بخاری و مسلم سے دیکھا۔ حضرت برائیں عازب ﷺ نے دیکھا کہ آپ ﷺ سرخ لباس میں ملبوس تھے۔ تو اس سے پتہ چلا کہ آقا ﷺ سرخ لباس پہنا کرتے تھے اور جو رنگ آپ ﷺ نے پہنا پھر وہ رنگ پہنا آپ کی سنت تھرا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اس کو پہنا۔ گویا آپ ﷺ نے اور جو کام آپ ﷺ نے خود کیا وہ ہی سب سے بہترین سنت ہے۔ تو قربان جاؤں اس سرخ کپڑے پر جو آقا ﷺ کے بدن اطہر کے ساتھ مس ہوا۔

حضرت جابر بن سرہ ﷺ فرماتے ہیں:

”چاندنی رات تھی اور حضور ﷺ خلد، حرامہ اوزھے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھا اور کبھی حضور ﷺ کے چہرہ انور کو فاذا ہوا حسن عندي من القمر۔ بالآخر میرا فیصلہ یہی تھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔“ (۱)

(۱) ترمذی، دارالمنی، مشکلۃ ۵۱۸

درجہ حاصل ہے اور پھر مسلم شریف کو درج ہے۔ اس لئے اس کو صحیحین کہتے ہیں کہ سب سے صحیح۔ اس میں یہ حدیث مبارکہ درج ہے۔ برائیں عازب ﷺ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ در میانہ قدیم میں اور آپ ﷺ کو سرخ رنگ میں ملبوس دیکھا تو مجھے آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی صورت حسین نظر نہ آئی۔

گویا آپ ﷺ سب سے حسین نظر آرہے ہیں۔ آپ ﷺ سے بڑھ کو کوئی صورت حسین نظر نہیں آ رہی تھی یعنی آقا ﷺ مقام محمود پر فائز ہوں گے اس حسن و جمال رکھتے ہیں، جب محشر میں آقا ﷺ مقام محمود پر فائز ہوں گے اس وقت آپ ﷺ کے حسن و جمال کا اندازہ ہو گا۔ اور آپ ﷺ کے سامنے لاکھوں حسن پیسف معدوم ہوں گے اور مشاق نظر آئیں گے اس وقت آپ ﷺ کی خوبصورتی آپ ﷺ کے حسن و جمال کا نظارہ واضح ہو گا اور اس وقت آپ ﷺ کو دیکھ کر ہر نبی کا امتی اور آپ ﷺ کا امتی آپ ﷺ کے حسن سے مت ہو جائے گا۔

بقول سعید بن جعفر:

آنکھ گلابی مت نظر ہے
الله ہی جانے کون بشر ہے

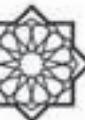


اس حدیث سے واضح ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے پیارے صحابی جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور یہ ان کے ساتھ اپنی ایک آپ بنتی ہے۔ ان کی ذات کے ساتھ اس واقعے کا تعلق ہے۔ حضور پر نور ﷺ کو انہوں نے سرخ رنگ کے جبے میں دیکھا، اتنا کش مختار کہ سرکار ﷺ جو کہ سراپا نور تھے اور وہ نور چاندنی کی رات میں اور ہمیچہ دمک دمک رہا تھا کہ اس کے اوپر جبہ، اس نے آپ ﷺ کے حسن کو اور دو بالا کر دیا۔ گرچہ آپ ﷺ ہر شے سے حسین ہیں مگر یہ بھی ضروری ہے کہ کسی حسین شے کے ساتھ جو نبی دوسری حسین شے مل جائے حسن میں بہت بڑا اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے آپ ﷺ کے حسن کو کمال بخشنا ہے اور دوام بخشنا ہے۔ ازل سے اب تک آپ ﷺ کا ثانی نہیں، کسی بھی صفت اور کسی بھی وصف میں۔ لیکن ان چیزوں کا ذکر بھی ضرور ہو گا، جب حسنِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر ہو گا تو ان چیزوں کا ذکر بھی ضرور ہو گا۔ جو اس عظیم صاحبِ حسن ہستی کے بدن اطہر پر ملبوس تھے، وہ کپڑے، وہ جوتے، وہ آپ ﷺ کی چادر، وہ آپ ﷺ کے جبے اور ہر اس چیز کو نسبت کافیقی ہے اور ہر اس چیز کو نسبت کی وجہ سے قدر ہے تو یہاں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ جو بھی چیز جس اطہر سے گلی تو اللہ نے اس کو شرف عطا کیا۔ اسی طرح اگر یہ سرخ رنگ آپ ﷺ نے پسند کیا اور اپنے بدن مبارک پر پہننا تو اس رنگ کو بھی ضرور شرف حاصل ہونا چاہیے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو



چیز بھی مس محبوب ﷺ حاصل کر سکتی ہے تو اس کو اللہ پاک دنیا و آخرت میں عظیم کروتا ہے۔ تو اگر ہر چیز نسبت میں عظمت حاصل کرتی ہے تو پھر سرخ رنگ کیوں نہیں عظمت حاصل کر سکتا؟ بالیقین سرخ رنگ کو سرکار دو جہاں ﷺ نے پسند فرمایا اور نہ صرف پسند فرمایا بلکہ زیب تن بھی فرمایا، تو اس کے پہنچے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس میں کچھ مبالغہ آرئی نہیں۔ یہ بات واضح اور دونوں ہے۔ اب اگر کسی کے ذہن میں سوال ہے تو وہ شیطانی و سوسہ ہو سکتا ہے، کوئی شیطانی فساد یا فتنہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہو گئی، انہوں نے دیے دیکھا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اور یہ جو جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے ایسے دیکھا۔ تو اب ان دونوں حدیثوں سے یہ بات بہت زیادہ واضح ہو چکی ہے کہ سرخ رنگ آقا ﷺ نے ملبوس فرمایا۔ اور آج جو بھی اس نسبت سے پہنچے کہ آقا ﷺ نے پہنچا اور سنت ہے، تو اس کے لیے میراوجдан کہتا ہے کہ اگر وہ اس نیت سے پہنچے گا تو ٹوپ بھی ہو گا اور اس پر ضرور میرے آقا ﷺ کی نظر بھی ہو گی۔ جیسا کہ دیگر بزرگانِ دین ایسے گزرے ہیں کہ جنہوں نے اس رنگ کو پسند کیا ہے۔

شاید ان بزرگوں کے دل کی آنکھ یہ دیکھ رہی تھی کہ حضور ﷺ نے پہنچا ہے۔ تو ہم اس نسبت سے اگر پہنچیں گے۔ سرکار کی سنت سمجھتے ہوئے پہنچیں گے تو



مقام ہے اور سرخ چادر لیے ہوئے ہیں اور جناب علی ﷺ آپ ﷺ کی باتوں کو اور لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔ آپ ﷺ تھوڑا آرام سے بول رہے ہوں گے اور اس کو اوپنجی آواز میں مولا علی ﷺ پہنچا رہے ہوں گے۔

اب ایک ایسا مقام کر مقام منی ایک افضل مقام ہے۔ پھر حضور ﷺ کا موجود ہونا پھر جناب مولا علی کرم اللہ علیہ وآلہ وس علیہ السلام کا موجود ہونا تو کتنی حسین یہ محفل بنتی ہے۔ حسین مقام حسین محفل اور حسین سنت۔ اور اس میں آپ نے سرخ چادر لی ہوئی ہے۔ کتنے پیارے مقام میں کتنے پیارے لوگوں میں آپ ﷺ نے کتنا پیار رنگ پہنچا ہوا ہے۔ تو آپ ﷺ کا یہ سرخ رنگ پہنچنا پھر ثابت ہوا۔ جب کوئی یہ سرخ رنگ استعمال کرنا چاہے وہ کر سکتے ہیں، جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ اب بھی کوئی شکوک و شبہات ہیں تو پھر صرف اس کی ذاتی اٹا ہے، جو اسلام میں منع ہے۔ اس کی کوئی بخشش نہیں ہے۔ صحابہؓؓ بھی موجود ہیں تو اتنی عظیم الشان محفل میں آپ ﷺ نے پسند فرمایا کہ سرخ چادر لی جائے۔ اور پھر آپ ﷺ کی باتوں کو مولا علی ﷺ دیگر لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔ اس طرح سرخ رنگ استعمال کرنے کی بہترین دلیل ہمارے سامنے روزِ روشن کی طرح ہے۔ اس سے ہمیں یہ درس حاصل کرنا چاہیے کہ بغیر تحقیق کے کسی کے متعلق کوئی بنده بات کہنے کا جواز نہیں رکھتا۔

ضرور ثواب ملے گا۔ اور ضرور اللہ کی بہتر عطا ہوگی۔

حضرت ہلال بن عامر ﷺ بیان کرتے ہیں:

رأیت رسول الله ﷺ يمنی يخطب على بخلة وعليه برد احر و على امامه يعبر و عنـه۔ (۱)

”میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو منی کے مقام پر ایک خچر پر سوار خطبہ دیتے دیکھا اور آپ ﷺ کے اوپر ایک سرخ چادر تھی اور حضرت علی ﷺ آپ ﷺ کے آگے کھڑے ہوئے آپ ﷺ کے الگاظ کو لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔“

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے سرخ رنگ کی چادر لی تو آپ چاہے سرخ رنگ کا کرتہ پہنچنی یا مکمل لباس پہنچنی یا خلہ یا جبہ لیں یا سرکی ٹوپی، رومال یا دستار کوئی بھی۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ آپ ﷺ نے اگر سرخ رنگ کا استعمال کیا ہے تو وہ بھی کوئی بھی استعمال کر سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر آپ ﷺ نے صرف چادر لی ہے تو صرف چادر ہی پہنچنی، بات یہ ہے کہ ہم سرخ قمیض یا پورا لباس استعمال کر سکتے ہیں۔ اب ایک جگہ خلہ یا جبہ ثابت ہے۔ اور ایک جگہ پر سرخ چادر اور ایک جگہ پر پورا سرخ لباس ثابت ہے۔ جس کا ہم پیچھے پورا ذکر کرچے ہیں۔ اس حدیث میں حضور پاک ﷺ خچر پر سوار منی کا

(۱) ابو داؤد فی السنن کتاب اللباس، باب: فی الرخصۃ ذلک ۵۳/۲ رقم: ۳۰۷۳
والبیهقی فی السنن الکبری، ۲۳/۱۳، الرقم: ۸۷۷۷



پسند کیں تو اس سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ نے اس رنگ کو پسند بھی کیا اور سنت سے بھی ثابت ہو گیا اور اس کو ترمذی، احمد بن حبیل، ابن سعد اور ابن کثیر نے بھی لکھا ہے۔

صحابی رسول حضرت طارق بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے:
رأیت رسول الله ﷺ بسوق ذي المجاز و عليه جبة الحمراء۔^(۱)

”میں نے حضور ﷺ کو سرخ جبہ زیب تن کیے ہوئے ذوالمجاز بازار میں دیکھا۔“
اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آقا ﷺ نے اس رنگ کو اتنی بار پہننا اور بار بار پہننا۔ پہلے حدیثوں کے راوی الگ ہیں اور اس حدیث کے راوی الگ ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس رنگ کو کثرت سے استعمال کیا ہے۔ یہ رنگ پہننا سنت بھی ہے اور آقا ﷺ نے پسند بھی فرمایا ہے۔ کبھی جبکہ، کبھی دونوں چادریں اور ایک چادر اور پر لینے کے حاب سے بھی۔ یعنی ہر طرح سے ثابت ہوا کہ اس رنگ کو پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جو اس نیت سے پہننے کہ یہ آپ ﷺ کی سنت ہے تو شوائبھی ہے اور اس کے لیے اس میں فوائد

(۱) صالحی، سبل الهدی والرشاد: ۲۹۷، رقم: ۲۹۷

ابن حبان، الصحيح، ۵۱۸، رقم: ۱۲، ۲۵۶۲

ابن خزیمہ، الصحيح، ۸۶، رقم: ۱، ۱۵۹

حاکم المستدرک، ۲۶۲۸، رقم: ۲: ۲۶۱۹

ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲: ۳۶، ۲: ۳۶

عون بن ابی جعیفہ ؓ نے اپنے والد سفیان ؓ سے روایت کیا ہے:
”میں نے حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے سرخ لباس پہننا ہوا تحاب بھی تصور میں آپ ﷺ کی دونوں نورانی پنڈیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ سفیان ؓ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں سرخ جوڑا (لباس) بردہ یمانی تھا۔“^(۱)

حضرت عون ؓ کے والد سفیان ؓ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی نورانی پنڈلیاں چمک رہی تھیں جیسے ان سے نور کل رہا تھا۔ جیسے آپ ﷺ سراپا نور ہیں، تو جو یہ دن کا حصہ ظاہر ہوا تو اس سے نور بھی ظاہر ہوا۔ تو آقا ﷺ نے جو سرخ جوڑا پہننا ہوا تھا وہ دراصل بردہ یمانی تھا۔ وہ یمن سے دو چادروں کا آپ ﷺ کو تخفہ ملا تھا۔ چونکہ آپ ﷺ احرام پہنے ہوئے تھے ایک چادر اوپر لی اور ایک تہبند کی طرح باندھا۔ تو اس سے بھی یہ چیز بہت اچھی طرح واضح ہو گئی کہ آقا ﷺ نے مکمل سرخ رنگ بھی استعمال کیا۔ ایک چادر اوپر ایک نیچے، مکمل احرام، لباس سرخ اور یقیناً وہ بہت خوبصورت لباس تھا، جس کو آقا ﷺ نے پسند کیا۔ تو اگر آپ ﷺ نے دونوں چادریں ایک ہی رنگ کی

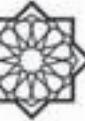
(۱) ترمذی، الشماائل محمدیہ، ۱: ۲۷، رقم: ۲۶

ترمذی، الجامع الصحيح، ۲: ۳۷۶، ۱: ۱، ابواب الصلۃ، رقم: ۱۹۷

المستدحمندین حبیل، ۳: ۳۰۸

ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۳۵۱

البدایع والنهایہ، ۵: ۱۹۸



مبارکہ میں حضرت بلال رض بھی موجود ہیں۔ اور سر کاری رض کا یہ فیض خود بھی حاصل کر رہے ہیں اور لوگوں تک بھی پہنچا رہے ہیں جو آپ کا استعمال شدہ پانی اور اس کو صحابہ رض لینے کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں۔ اس دن بھی آپ رض نے سرخ جوڑا پہنا ہوا ہے۔ اور سمیت سیٹ کر باہر جلوہ افروز ہو رہے ہیں اور پھر آپ رض نے دور کعات پڑھائی۔ اب اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ سرخ رنگ کا خیمه لگانا پسند فرمایا اور پھر اس میں سرخ رنگ کا لباس پہننے سمیت سیٹ کر آ رہے ہیں تاکہ زمین پر میلانہ ہو۔ کتنے پیار سے اس رنگ کا استعمال کیا اور بار بار کیا۔ اور مختلف انداز میں کبھی ایک چادر کبھی دو کبھی لباس اور کبھی خیمه۔ اب اس سے خود بخود ایک ذی شور شخص یہ سوچ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس رنگ سے کتنی محبت تھی۔ اور جو اس رنگ کی مخالفت کرے۔ وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاہت کی مخالفت کر رہا ہے۔ کیونکہ آپ رض نے اس رنگ کو چاہا اور پسند فرمایا۔ جو لوگ یہ جواز مانگنا چاہیں تو بخاری و مسلم دونوں مستند کرتا ہیں۔ قرآن کے بعد بخاری کا درجہ ہے پھر مسلم شریف اور پھر صحیحین کا۔ اس میں ابو جیفہ رض سے روایت موجود ہے۔ کہ آپ رض نے سرخ جوڑا پہنا اور سرخ خیمه میں تشریف فرمادیے۔ اب سرخ رنگ کے جواز میں اس سے بہتر کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

بھی موجود ہیں۔

حضرت ابو جیفہ رض سے روایت ہے:

”میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چڑے کے ایک سرخ خیمه میں دیکھا، اور حضرت بلال رض کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استعمال شدہ پانی لیتے دیکھا۔ اور میں نے لوگوں کو آپ رض کے استعمال شدہ پانی کی طرف لپٹتے ہوئے دیکھا اور میں نے لوگوں کو اس پانی کو اپنے اوپر لٹتے ہوئے دیکھا اور یہ اس میں سے ذرا بھی نہ ملا اس نے اپنی ساقی کے ہاتھ سے تری حاصل کی اور پھر میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رض نے نیزہ لیکر گاڑ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ لباس میں جوڑتے کو سینتے ہوئے باہر تشریف لائے اور نیزے کی طرف منہ کر کے لوگوں کو دور کھیتیں پڑھائیں اور میں نے دیکھا کہ نیزے سے آدمی اور جانور رہے ہیں۔“ (۱)

جیسا کہ گزشتہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ مختلف مقام پر سرخ لباس کا استعمال آپ رض نے کیا ہے۔ اسی طرح یہاں دیکھیں تو آپ رض جس خیمه میں تشریف فرمائیں وہ خیمہ بھی سرخ ہے۔ اور حضرت بلال رض بھی وہاں پر موجود ہیں اور آپ رض کا استعمال شدہ پانی حاصل کر رہے ہیں اور ان سے لوگ حاصل کر رہے ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آقا رض سے پانی لمس حاصل کیا تو وہ پانی بھی متبرک ہوا، اور باعث شفا نہیں۔ تو اس حدیث

(۱) صحیح بخاری ۱۸۵۱، کتاب الوجنور باب، استعمال فضل و حضورہ الناس صحیح مسلم: ۲۳۹۸، کتاب: فضائل الصحابة، باب: فضائل ابی موسیٰ۔



یہ عالم ہے کہ سرخ رنگ کا اونٹ بھی آپ ﷺ نے پسند کیا تو کپڑوں کے علاوہ سرخ رنگ کا خیمہ اور اونٹ بھی خریدتا یہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آقا ﷺ کے دل میں سرخ رنگ کی کتنی محبت تھی۔ آپ ﷺ نے کپڑوں کے علاوہ دیگر اشیاء میں بھی سرخ رنگ کو ہی پسند فرمایا۔

حضرت بریڈہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
فرماتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ ہم کو خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک حسن و حسین (رضی اللہ عنہم) آئے جن پر دو سرخ قیصیں تھیں۔ وہ چلتے تھے اور گرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر آئے۔ ان دونوں کو اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ فرمایا: ”انما اموالکم و اولادکم لست۔“ (۱) میں نے دونوں پیکوں کو دیکھا کہ چلتے گرتے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات ہند کر دی اور ان دونوں کو اٹھالیا۔ (۱)

آپ ﷺ مسجد میں ہیں اور منبر پر تشریف فرمائیں، منبر پر اس وقت آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے ہیں جس کو چھوڑنا ہی نامناسب ہے۔ خطبہ پڑھنا فرض ہے تو اس حالت میں آپ ﷺ نے خطبہ چھوڑا، اور کیوں چھوڑا کہ سامنے سے دونوں شہزادے (رضی اللہ عنہم) آرہے ہیں اگلی عمر کم ہیں اور کم سن کی وجہ سے

(۱) باب مناقب اهل بیت النبی ﷺ (فصل ثالثی)

ترمذی، ابو داؤد، نسائی

جامع بن شہداد فرماتے ہیں کہ:

”مجھ کو طارق بن عبداللہ نے بتایا۔ کہ ہم مدینہ منورہ کے باہر اترے ہوئے تھے کہ حضور ﷺ تحریف لے آئے اس وقت ہم آپ ﷺ کو جانتے نہیں تھے، ہمارے پاس ایک سرخ رنگ کا اونٹ تھا، آپ ﷺ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کیا تم اس کو بیچتے ہو؟ ہم نے کہا: پھر فرمایا کیا قیمت ہے؟ ہم نے قیمت بھجوروں کی مقدار بتائی، آپ ﷺ نے فرمایا مظہور ہے۔ اور اونٹ کی مہار پکڑ کر جمل پڑے۔ اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے۔

ہم نے آپ میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ ایک نادائق آدمی جس کو ہم جانتے نہیں، کون ہے، کہاں کا رہنے والا ہے۔ بلا قیمت وصول کیے اونٹ دے دیا۔ ایک گورت جو ہمارے ساتھ ہو دوچ میں بیٹھی ہوئی تھی، بوی! خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ اس کا چہرہ پڑھوں رات کے چاند کی حشی تھا تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں۔ کیونکہ مجھے قیمی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ہو کر نہیں کرے گا۔ جب شام کا وقت ہوا تو ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا تمہاری طرف آیا ہوں۔ یہ بھجوری ہیں ہیں، ان سے خوب پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کرو۔ تو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیں اور اپنی قیمت بھی پوری کر لی۔“ (۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آقا ﷺ کا اس سرخ رنگ سے محبت کا

(۱) المستدرک للحاکم، ۲:۶۱۲

ذرقالی، المواهب ۳:۳۹



لڑکھار ہے ہیں۔ اس وقت دونوں شہزادوں (علیہما السلام) نے سرخ قمیضیں پہنی ہوئی تھیں۔ اس وقت آپ ﷺ نے خطبہ چھوڑ کر دونوں کو اٹھا لیا۔ اس بات سے اندازہ لگائیں اتنا متبرک مقام کہ اللہ کا گھر پھر سب سے بزرگ زیدہ بندہ اس کائنات کے آقا ﷺ کی ذات اور وہ بھی منبر پر اور وہ بھی خطبہ دیتے ہوئے اور وہ بھی فرض اور اس کو چھوڑ کر شہزادوں (علیہما السلام) کی محبت میں آپ ﷺ آئے اور ان کو اٹھا لیا۔ تو یہاں سے فضیلت امام حسن عسکری اور امام حسین علیہما السلام بہت صاف اور واضح ہو گئی۔ ساتھ یہ بھی دیکھ لیں کہ ان شہزادوں (علیہما السلام) نے جو قمیضیں پہن کی تھیں وہ سرخ تھیں۔ تو اس سے پہلے چلا کہ آپ ﷺ نے سرخ رنگ کو پسند کیا تھا ہی تو شہزادوں (علیہما السلام) کو پہننا یا گیا اور اگر آپ ﷺ پسند نہ کرتے یا منع فرماتے تو کبھی نہ پہناتے۔ پھر وہ چونکہ آپ ﷺ کے گھر میں رہتے تھے آپ ﷺ کے سامنے وہ قمیضیں بنی شاید ممکن ہے آپ ﷺ نے ہی بنوائی ہوں۔ وہاں تو جو کچھ ہے سب سرکار ﷺ کی عطا ہے۔ تو یہ سرخ قمیضیں بھی تو آپ ﷺ کی ہی عطا ہیں۔

سے پہننا ہوا تھا۔ پھر جو انگی والدہ ماجدہ ہیں مالی صاحبہ خاتون جنت خاتون سلام اللہ علیہا تو انہوں نے اگر اس رنگ کی قمیضیں بنوائیں تو ان کو ساری کی ساری تعلیمات ہی سرکار دو جہاں ﷺ کی طرف سے ہیں انکا تو مکتب اور مدرسہ اور علم کی تمام تر دروس گاہ وہ تو سارے کے سارے سرکار ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ ہی معلم ہیں ان کے اور آپ سلام اللہ علیہما کے۔ آپ ﷺ کا گھر ہی انکے لئے عظیم درسگاہ تھا۔ آپ سلام اللہ علیہما نے جو کچھ علم سیکھا، یا جو حاصل کیا اور آپ سلام اللہ علیہما کی بہت عظمت ہے اور آپ سلام اللہ علیہما سے بڑھ کر کس کے پاس علم ہو گا، آپ سلام اللہ علیہما نے جب یہ قمیضیں بنوائیں تو آپ سلام اللہ علیہما نے سرخ بنوائیں۔ اس سے پہلے چلا کہ آپ سلام اللہ علیہما بھی سرخ رنگ کو پسند کرتی تھیں۔ اس طرح ثابت ہو گیا کہ رنگ آقا ﷺ نے بھی پسند کیا اور سیدہ کائنات سلام اللہ علیہما نے بھی پسند کیا۔ اور پھر دونوں شہزادوں (علیہما السلام) نے اس کو پہننا اور پسند کیا۔ اب باقی کوئی چیز پتھی نہیں ہے۔ اور مولانا علی ﷺ بھی وہیں موجود ہوتے تھے اور وہ بھی ساتھ ہی تھے چونکہ امام حسن عسکری اور حسین علیہما السلام کے وہ والد مکرم تھے وہ بھی اسی گھر میں موجود تھے۔ ان کے سامنے بھی رنگ پہننا گیا، اس سے پہلے چل گیا کہ یہ جو رنگ ہے آقا ﷺ کی بھی پسند کا ہے۔ مالی صاحبہ خاتون سلام اللہ علیہما کی بھی پسند کا ہے، مولانا علی کرم اللہ علیہما اور شہزادوں (علیہما السلام) کی بھی پسند کا ہے۔ کہ جنہوں نے اس کو پہننا ہوا ہے۔ اور جب یہ رنگ انہوں نے پہننا ہوا تھا تو آقا ﷺ نے ان



بھی ہے، لیکن آقا ﷺ کے بعد صحابہ کرام ﷺ بھی سرخ رنگ کا عمامہ باندھتے رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے جو عمل صحابہ ﷺ نے کیا آقا ﷺ کو دیکھ کر کیا۔ تو یہ صحابہ ﷺ مہاجرین اولین تھے، تو صاف ظاہر ہے ان کا جو بھی کام تھا وہ سرکار ﷺ کو دیکھ کر تھا۔ تو اس طرح صحابہ کرام ﷺ سے بھی ثابت ہوا کہ جہاں وہ اور رنگ کے عمامہ باندھتے تھے وہاں وہ سرخ رنگ کا بھی عمامہ باندھا کرتے تھے۔ اب سرخ رنگ کے حوالے سے کوئی شکوہ و شبہات نہ رہا۔ جو بھی سرخ رنگ کا عمامہ باندھے گا وہ یقیناً صحابہ ﷺ کی سنت پر عمل کرے گا۔ یہ سرخ رنگ کا عمامہ اور سرخ رنگ صحابہ کرام ﷺ سے بھی ثابت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر رض سے روایت ہے:

رأیت على النبي ﷺ ثوبين ومصبوغين بزعفران وردأو عمامه۔^(۱)

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر پر دو پڑیے، چادر اور عمامہ دیکھے جو سرخ مائل زعفران سے رنگے ہوئے تھے۔“

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آقا ﷺ نے سرک رنگ کا عمامہ شریف

(۱) حاکم المستدرک، ۳: ۶۵۶، رقم ۶۳۱۵
مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۱۳۸، رقم ۱۲۸

ہیشی، مجمع الزوائد، ۱۵: ۱۵۷، رقم ۲۱۰
ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۵۲
صالحی، سبل الهدی والرشاد، ۳: ۲۷۳، رقم ۱۵۵۶

شہزادوں کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا تو یوں سرخ رنگ آقا ﷺ کے سینہ مبارک سے لگا۔ تو اس سے آپ اندازہ کریں کہ آقا ﷺ کی اس رنگ سے محبت اور اس رنگ کو پسند فرماتا۔ اب کسی صورت اس کا کوئی جواہر نہیں کہ کوئی کہے کہ یہ رنگ پہننا منع ہے۔ اس سے بہتر اور کیا دلیل ہوگی جبکہ ساری دلیلیں واضح اور معتبر ہیں اور معتبر کتابوں سے لی گئی ہیں، صحیح روایات کے ساتھ۔ اب سرخ رنگ پہننے میں کوئی قباحت یا قنیت نہیں رہی بلکہ یہ میرے نزدیک توصیہ جبکہ برکات ہے۔

حضرت سلمان بن ابی عبد اللہ رض روایت کرتے ہیں:

ادركت المهاجرين الا ولین يعتمون بعثاثم كرابيس وسود وبیض و حمر و خضر و صفر ينفع احد هما العامة على راسه ويقع القلنسوة فوقها ثم العامة هكذا يعني على كورة۔^(۱)

”میں نے مہاجرین اولین کو دیکھا ہے کہ وہ سیاہ، سفید، سرخ، بزریا زرد رنگ کے کھردے کپڑوں کے عماے باندھے تھے۔ ان میں کوئی عمامہ سر پر رکھتا اور کوئی اس کے اوپر نوپی رکھتا پھر نوپی کے گرد اس طرح عماے کو لپیٹ دیتے تھے۔“

اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ جتنے بھی رنگ ہیں ان میں ایک رنگ سرخ

(۱) ابن ابی شہی، ۵: ۱۸۱، رقم ۲۳۹۸۷
ابن راہویہ نقی المسند، ۳: ۸۸۲، رقم ۱۵۵۶



کہ بیہاں بھی پہننا اور وہاں بھی پہنٹیں گے، اور وہ رنگ جس پر فخر کیا جائے۔ اس سے معنی یہ لکھا ہے کہ سرخ رنگ کو آپ ﷺ نے باعث فخر کیا۔ اب بھی اگر کسی کو فنک ہو تو اس کو چاہیے کہ اسلام کا مطالعہ کرے اور کسی کامل کی محبت اختیار کرے۔ پھر اس پر اس رنگ کے رنگ ظاہر ہو جائیں گے۔

حضرت گم رض سے روایت ہے:

حضرت گم رض آخری شخص تھے جو آپ ﷺ کی قبر انور سے باہر آئے۔ انہوں نے فرمایا کہ: ”آخری شخص جس نے حضور اکرم ﷺ کا روئے انور قبراطہ میں دیکھا، میں تھا۔ میں نے قبر میں دیکھا کہ حضور پاک ﷺ اپنے لب ہائے مبارک کو چینش فرمائے تھے۔ میں نے کانوں کو آپ ﷺ کے دہن مبارک کے قریب کیا۔ میں نے سن کہ آپ ﷺ فرمائے تھے ”رب امتی امتی“، بھریں کی سرخ فلی چادر جو خیر کے روز حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچی تھی اور اسے آپ ﷺ اور ہتھیں تھے، اسے قبر میں نیچے بچایا گیا۔“ (۱)

اب بیان ہوا کہ آپ ﷺ نے حیات ظاہری میں یہ رنگ پہننا پھر آپ ﷺ نے فرمایا محشر کے دن جو لباس دیا جائیگا وہ بھی سرخ اور پھر اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ قبراطہ میں بھی آپ ﷺ کو لانا یا گیا تو نیچے سرخ فلی چادر بچائی گئی۔ اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ آپ ﷺ نے ہر حال میں سرخ

(۱) مدارج النبوة، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بھی باندھا ہے۔ چاہے زعفران سے ہے، چاہے کسی اور سے۔ رنگ جو ظاہر ہو رہا ہے دہ سرخ ہے۔ اس طرح سرخ رنگ پہننا بھی ثابت ہے اور سنت ہے۔ اس کے پہنٹے میں اگر کوئی منع کرے تو وہ سنت منع کر رہا ہے، ایسے لوگوں سے پہنچا چاہیے۔

حضرت کعب بن مالک رض سے روایت ہے:

یکسونی ربی جل وعدۃ الحمراء۔ (۱)

”روزِ محشر میرا پر درودگار مجھے سرخ رنگ کا لباس فاخرہ پہنانے گا۔“

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ سرکار دو عالم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے روزِ محشر سرخ رنگ کا لباس فاخرہ پہنانی یا جائے گا۔ اب اس بات سے اندازہ کریں کہ آپ ﷺ کو یہ رنگ کتنا پسند تھا، آپ ﷺ نے یہ رنگ پہنانا اور ہر طرح سے پہنانا اور بار بار پہنانا۔ لیکن اس رنگ سے جو آپ ﷺ کی محبت تھی اس وجہ سے الشاد علیہ السلام کو یہ لباس پہنانے گا، لباس فاخرہ یعنی بہت خوبصورت بلکہ خوبصورت ترین کہ جس پر فخر کیا جائے تو وہ لباس یعنی سرخ رنگ کا لباس پہنانی یا جائے گا۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ کتنی محبت تھی آپ ﷺ کو اس رنگ سے

(۱) المعجم الكبير الطبراني، ۹، رقم ۱۳

صحیح ابن حیان: ۱۲، رقم ۳۹۹

مسند احمد بن حنبل، ۳: ۳۵۶

المصدر رک الحاکم

۲: ۲۹



رنگ کو پسند کیا۔ حیات ظاہر میں بھی بار بار پہننا اور محشر میں سرخ لباس فاخرہ کہ جس پر فخر کیا جاسکے اور پھر قبراطہر میں سرخ مغلی چادر پر آرام فرمائیں تو اس سے بڑھ کر سرخ رنگ کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ اپنی زمینوں کو صاف کر لیتا اور کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے کہ جس سے سرکار دو جہاں مغلیہ کی پسند پر اعتراض آئے۔ یقیناً جو اس رنگ کا استعمال کرے گا میں بار بار کہہ رہا ہوں اس کو بہت سارے فوائد حاصل ہوں گے۔ تو اگر دیکھا جائے تو ابھی بھی آپ مغلیہ اپنی قبراطہر میں اسی سرخ مغلی چادر پر تشریف فرمائیں یعنی آپ مغلیہ کے قریب ترین اگر کوئی رنگ ہے تو وہ سرخ رنگ ہے۔ وہ سرخ رنگ کی چادر میں جس پر آپ مغلیہ آرام فرمائیں وہ آپ مغلیہ کی خدمت میں ہمہ وقت موجود ہے۔ تو سرخ رنگ آپ مغلیہ کی حیات ظاہری میں بھی ساتھ رہا اور اب جب آپ مغلیہ نے پرده فرمایا تو قبراطہر کے اندر بھی سرخ رنگ آپ مغلیہ کے ساتھ ہے۔ اور آپ مغلیہ کی سُنگت میں ہے۔ اور سرخ رنگ قبراطہر میں آج بھی آپ مغلیہ سے فیض حاصل کر رہا ہے۔ ”شاعر محدث دہلوی محبوبیہ اس حدیث کو نقل کر رہے ہیں۔“

”معراج کی رات اللہ پاک نے آپ مغلیہ کو سرخ یاقوت کے محل میں
نشہرا یا۔“⁽¹⁾



اب اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب مغلیہ کو معراج کے وقت سرخ رنگ کے یا قوتی محل میں نشہرا یا۔ تو اللہ کو بھی یہ رنگ پسند ہے جو آپ مغلیہ کو پسند تھا۔ تو اللہ نے اپنے حبیب مغلیہ کی پسند کو منظر رکھا۔ اسی لئے آپ مغلیہ کو سرخ یا قوتی محل میں نشہرا یا۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ وہ وقت معراج ہے۔ کہ وہ محبوب آپس میں مل رہے ہیں اور اس سے قیمتی وقت محبت میں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ دو محبوبوں کی ملاقات کا وقت اور سب سے اہم ترین وقت سب سے خوبصورت وقت اور اس وقت میں آپ مغلیہ کی ملاقات اور اللہ کی ملاقات سرخ یا قوت واملے محل میں ہو رہی ہے۔ گویا کہ اس محل میں آپ مغلیہ ہیں اور اللہ پاک موجود ہے۔ اور یہ ساری کی ساری ملاقات کا نظارہ چاروں اطراف سے یا جیسا کہ اللہ نے چاہا دیا محل تعمیر کیا۔ تو اس محل میں ملاقات ہو رہی ہے۔ اور اس ملاقات محبت میں سرخ رنگ بھی ساتھ ساتھ موجود ہے۔ تو اللہ نے اس چیز کو پسند فرمایا کہ اس کی سب سے پیارے نبی اور رسول اور سب محبوبوں سے افضل محبوب اور مطلوب آقا مغلیہ سے ملاقات وہ بھی ایسے محل میں فرمائی کہ جو دنیا کا قیمتی ترین پتھر یا قوت ہے۔ کہ جس کی ایک رتی بھی بہت قیمتی ہے تو خود موجود لیں کہ وہ پورے کا پورا محل کتنا قیمتی ہو گا۔ تو دنیا میں کوئی اس کی قیمت اداہی نہیں کر سکتا، تو اتنے قیمتی محل میں ملاقافت اور پھر اس محل کا رنگ سرخ



تابوتِ سکینہ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِيٍّ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْثَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ وَمِنْ رَبِّكُمْ وَبِقِيَّةٍ قَعَا تَرَكَ الْأُلُّ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔^(۱)

”اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی ثانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسی اور معزز ہارون کے ترک کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتہ۔“

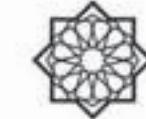
قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے واقعات، امتن محمد یہ کے لیے سبق آموز ہیں۔ کچھ باتیں اشارہ اہلی محبت کے سمجھنے کے لیے موجود ہوتی ہیں۔ یہاں تابوتِ سکینہ کا ذکر ہے۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی گئی ہے۔ سکینہ کا لفظ ”دلوں کا چین“ کے معنی میں آیا ہے۔ حضرت ابوکر صدیق رضی اللہ عنہ یا رفار جب کفار مکہ کے قدموں کی آہٹ سن کر پریشان ہوتے ہیں تو آقا مولانا محدث فرماتے ہیں:

لَا تَخْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعْنَى۔^(۲)
”غم نہ کھا یہ کافر احمد اے ساتھ ہے۔“

(۱) سورۃ البقرہ، ۲۳۸ آیت

(۲) سورۃ العوبہ، ۹ آیت

ہے۔ تو اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کی ملاقاتِ مراجع اور سرخ رنگ ساتھ ساتھ۔ اس بات سے اگر ذرا سا بھی شعور ہو تو بندہ خوند اندازہ کر سکتا ہے کہ اللہ نے خود اس رنگ کو پسند فرمایا اور نبی کریم ﷺ بھی اس رنگ کو پسند فرماتے تھے۔ قبہ اللہ نے اس رنگ کا محل آقا علیہ السلام کے لیے بنایا۔ تو اگر کوئی اس نیت سے سرخ رنگ کو پہنے کہ آقا علیہ السلام وقتِ مراجع اور وقتِ دیدارِ الہی اور وقتِ قربِ الہی اسی رنگ کے محل میں موجود تھے۔ اور اس نسبت سے میں پہنتا ہوں تو میرا وجдан کہتا ہے یقیناً اللہ پاک کی اس بندے پر محبت کی نظر کرے گا۔ کیونکہ مراجع کے وقت پر رنگِ محبت تھہرا۔ اور جو نسبتِ مصطفیٰ ﷺ کی غرض سے پہنچتا تو اس پر میرا وجدان کہتا ہے کہ ضرور اللہ پاک نظرِ محبت کرے گا۔ باقی ہر ایک کی اپنی اپنی سوچ ہے، کسی کو سوچ پر کوئی تالانیں لگا سکتا۔



کی دولت سرائے اقدس کی تصویر سرخ یا قوت میں تھی کہ حضور ﷺ کے
بحالت نماز قیام میں ہیں اور آپ ﷺ کے گرد آپ ﷺ کے
اصحاب۔ حضرت آدم ﷺ نے ان تمام تصویروں کو دیکھا۔ یہ صندوق
وراشنا خلیل ہوتے ہوئے حضرت موسیٰ ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپ ﷺ
اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی، چنانچہ اس
تایبود میں الواح توریت کے لکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ ﷺ کا
عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریفین اور ہارون ﷺ کا
عمامہ اور ان کی عصا اور تھوڑا سامن جو بھی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا،
حضرت موسیٰ ﷺ جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے
تھے۔ اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسلیم رہتی تھی۔ آپ ﷺ کے
بعد یہ تایبود بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا گیا۔ جب انہیں کوئی
مشکل درپیش ہوتی تو اس تایبود کو سامنے رکھ کر دعا یعنی کرتے اور
کامیاب ہوتے، دشمنوں کے مقابلے میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔
جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی تو ان بد عملی بہت بڑھ گئی اور اللہ
تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا۔ تو ان سے وہ تایبود کر لے کر چھین
گئے اور اس کو بخس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی
اور ان کی گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب
میں جلا ہوئے، ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہو گیں، اور انہیں تیقین ہوا کہ
تایبود کی اہانت ان کی بر بادی کا باعث ہے۔ تو انہوں نے تایبود

اس جملے کا بھی رحمت کی زبان اقدس سے ادا ہوتا تھا، اور سیدنا صدیق
اکبر ﷺ کے گوشہ مبارکہ سے باطن میں، دل میں اترنا تھا کہ سکینت چحا
گئی۔ ایک خوشی و سرست، اطمینان و سکون کا رنگ پورے مزاج و طبیعت، قلب و
روح پر چھا گیا۔ اس طرح غزوہ بدر کے موقع پر ۳۱۳ صحابہ ﷺ اپنے سے تین
گنازیادہ مسلح دشمن کے سامنے عزم واردے، محبت و ایقان، تقویٰ و طہارت کے
نور سے منور کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ پاک ان کے دلوں پر بھی ”سکینت“ نازل
فرما کر دائی سرست و توانائی، ابدی حیات و سکون عطا کرتا ہے۔ واللہ یہ شان اللہ
کے محبوب، وجہ کائنات، وجود کائنات، جان کائنات رسول اکرم ﷺ کی، کہ
ان کی نسبت، ان کا ذکر، ان کی غلامی سکینت عطا کرتی ہے۔ اور محبت مشن اسی
سکینت، ابدی سکون و اطمینان کی طرف محبت سے بلانے کا مشن ہے، اللہ تعالیٰ
اہل ایمان کو سکون و سرست عطا فرمائے۔

حضرت مولا نا سید نعیم الدین مراد آبادی ہبھی نے اس تایبود کا نہایت
جامع بیان کیا ہے:

”یہ تایبود شمشاد کی لکڑی کا زر انہوں صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ تھا
اور عرض دو ہاتھ تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ﷺ پر نازل فرمایا
تھا۔ اس میں تمام انبیاء ﷺ کی تصویریں تھیں ان کے مساکن و مکانات
کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید الانبیاء ﷺ کی اور حضور ﷺ



چھمن گیا تو ان کی حالت خراب ہوئی۔ جو لے کر گئے انہوں نے اس کی بے قدری کی، گندی جگہ پر رکھا تو وہ بر باد ہوتا شروع ہو گئے تو انہوں نے ڈر کے بیلوں پر رکھ دیا۔ جب تابوت وہاں پہنچا تو وہ طالوت کے لیے بادشاہی کی نشانی قرار پایا۔ تو اس سے بات واضح ہوتی ہے کہ تمربکات کی بے ادبی کرنے سے ذات اور تمربکات کا ادب کرنے سے عظمت نصیب ہوتی ہے۔ ایک یہ بات واضح ہو گئی دوسری جانب حضور پر نور ﷺ کی تصویر سرخ یا قوت میں جڑی ہوئی ہے۔ ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ معراج میں سرخ یا قوت کے محل میں آپ ﷺ کو ملاقات محبت نصیب ہوئی یعنی سرخ یا قوت کے محل میں معراج ہوئی۔ دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تصویر سرخ یا قوت میں جڑی ہوئی تھی، تو یہاں پر بھی سرخ یا قوت کو پسند کیا اپنے محبوب ﷺ کی شبیہ کے لیے۔ اس سے پھر ظاہر ہوا کہ اللہ کو یہ رنگ پسند ہے اور یہ رنگ رسول اللہ ﷺ کو پسند ہے۔ اس رنگ سے محبت محبت رسول ﷺ اور محبت اُمّتی کی علامت ہے۔

حضور غوث الاعظم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”پرہیز گاروں کا لباس ایسا ہونا چاہیے کہ جس کے پہننے سے نہ گلوق کی طرف سے مواخذہ ہونے شروع پر اس کا مطالبہ ہو۔ خواہ وہ محنت کا ہو یا صوف کا۔ نیلا، سفید، سرخ ہو یا کسی بھی رنگ کا۔“ (۱)

(۱) غنیۃ الطالبین، باب ۲، باب اللہامں توبہ طهارت قلب احلاص

ایک نیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا۔ اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے، اور اس تابوت کا آنائی اسرائیل کے لیے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل یہی دیکھ کر اس کی بادشاہی کے مقرر (اقرار کرنے والے) ہوئے اور بے ڈر نگ (فوراً) جہاد کے لیے آمادہ ہو گئے کیونکہ تابوت پا کر انہیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا، طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کیے جن میں داؤ دعائیہ بھی تھے (جلالین و جہل و خازن و مدارک وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تمربکات کا اعزاز و احترام لازم ہے۔ ان کی برکت سے دعا میں قبول ہوتیں اور حاجتیں روایتی ہیں، اور تمربکات کی بے حرمتی مگر اہوں کا طریقہ اور بر بادی کا سبب ہے۔ اس تابوت میں انبیاء ﷺ کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی تھیں، اللہ کی طرف سے آئی تھیں۔“ (۱)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تمربکات واقعیہ بڑی برکتوں کے حامل ہوتے ہیں، اور جو لوگ ان کی قدر کرتے ہیں ان پر برکات کا نزول ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس واقعے سے ثابت ہے۔ بنی اسرائیل اس کو سامنے رکھ کر اس کے توسل سے دعا میں مانگتے تھے تو قبول ہو جاتی تھیں۔ توجہ تک بھی بنی اسرائیل کے پاس رہا تو عظمت، رفت و پلندی اللہ کی طرف سے ان کو عطا ہوئی۔ اور جب

(۱) خزان العرفان، تفسیر سورۃ البقرۃ، ۲، آیت ۲۳۸



سیدی مرشدی سیدنا غوث اعظم ﷺ جو میرے روحانی مرشد ہمیں اپنی کتاب غدیۃ الاطالین میں فرمائے ہیں جیسا کہ آپ نے پڑھا اور بہت وضاحت سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ لباس کسی قسم کا کسی رنگ کا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ لباس میں انسان پا گلوں کی طرح نظر آ رہا ہو۔ یعنی قسم کانہ ہو جس پر دیگر انسان انگلیاں اٹھا رہے ہوں۔ دیکھو ایسا ہے تو اس سے غوث الاعظم ﷺ منع فرمائے ہیں جناب ﷺ نے البتہ اس بات کی بھی وضاحت فرمادی کہ کسی رنگ کی ممانعت نہیں ہر رنگ کا چاہے سفید، نیلا ہو یا سرخ ہو کوئی بھی ہو پہن سکتے ہو۔ کسی رنگ کی ممانعت نہیں ہے۔ ساتھ ہی جناب ﷺ نے فرمادی۔ صوف کا یا سوت کا پہنوا ایک ہی بات ہے۔ پہلے صوفیائے کرام صوف کا ہی پہنتا کرتے تھے۔ بعد میں ہو ایوں کہ غلط لوگوں نے صوف پہننا شروع کر دیا کہ جن کا لباس تو صوف کا تھا مگر وہ خود صوفی نہ تھے تو اس وجہ سے صوف کے لباس کی تخصیص بھی ختم ہو گئی۔ چونکہ صوف کا استعمال غلط آدمیوں نے بھی شروع کر دیا۔ جو اصل نہیں تھے بہر و پیے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی جناب ﷺ نے یہ دونوں مسئلے حل فرمائے کہ لباس جیسا بھی ہو پہن سکتے ہو۔ مگر ایسا نہ ہو کہ لوگ انگلیاں اٹھائیں تو دوسری بات رہی رنگ کی تو آپ ﷺ نے سرخ کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ یہ پہننا منع نہیں بلکہ یہ بھی پہننا جا سکتا ہے۔ تو میرے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے کہ

جناب ﷺ کے زبان مبارک سے سرخ رنگ کا ذکر ہوا۔ تو جب جناب ﷺ نے فرمادیا۔ تو اس رنگ کے پہننے میں میرے نزدیک اللہ نے ضرور برکتیں رکھ دی ہیں کیونکہ زبان غوث اعظم ﷺ کی تاثیر سے دنیا آشنا ہے۔ کہ جناب ﷺ نے جو کہا ہے ہوا۔ تو ویسے بھی فقراء کی زبان اللہ کی تکوار ہوتی ہے جو صاحب ایمان ہوتے ہیں اگلی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے بندوں سے پیار اور اللہ کے بندوں کی حلاش کرتے ہیں اور جب اللہ کے بندے مل جائیں تو اگلی اطاعت کرتے ہیں کہ اطاعت اولیاء اللہ میں قرب اللہ پوشیدہ ہے۔ اگر فقراء نے اس رنگ کو اختیار کیا تو یونہی نہیں کیا بلکہ اس کے پیچھے بہت ساری چیزوں موجود ہیں۔ ایک ہوتا ہے علم ظاہر ایک ہوتا ہے علم باطن۔ علم ظاہر کی ایک حد ہے اور علم باطن کی کوئی حد نہیں۔ تو فقراء صاحب علم باطن ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ اپنے مشاہدات میں دیکھتے ہیں اور اللہ پاک جب انہیں کشف عطا کرتا ہے تو اس کے ذریعے دیکھتے ہیں۔ عمل دیکھ کر کرنے والے ہوتے ہیں۔ سی سنائی بات اور ہوتی ہے، مشاہدہ اور ہوتا ہے۔ اتنے طویل مجاہدے کے بعد اللہ کا ولی صاحب مشاہدہ ہوتا ہے۔

یہ عام بات نہیں ہے اور نہ ہی کسی گھٹیاڑ ہن میں آنے والی بات ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے بہت بڑے علم کی ضرورت ہے اور عمل کی ضرورت ہے۔



سرخ رنگ اولیاء اللہ کی نظر میں

اس میں سب سے پہلے میں ذکر کرنا چاہوں گا۔ سلسلہ سہروردیہ کے عظیم الشان رہنما اور ہمارے سلسلہ مخدومیہ کے رہنما جناب سید مخدوم جلال الدین بخاری سرخ پوش صلی اللہ علیہ و آله و سلم کا۔ کہ جن کو قطب کمال بھی کہتے ہیں اور چاروں کونوں کا پیر کہتے ہیں۔ جو اُج شریف ضلع بہاولپور میں موجود ہیں اور انکا ہزار دن رات دکھوں اور پریشانیوں کا مدعا کر رہا ہے۔ اور جہاں ہر وقت طالبان حق محبت حق کے لئے مراقب ہوا کرتے ہیں۔ اودہ عظیم حقیقتی سید مخدوم جلال الدین بخاری سرخ پوش صلی اللہ علیہ و آله و سلم کی۔ عشق کے لئے آج بھی اپنے مزار قدس میں جلوہ افروز ہے اور عاشقوں کو وہاں سے دل کی روشنی عطا ہو رہی ہے۔ یہ پوری دنیا میں مشہور شخصیت ہیں کوئی ذکری چھپی بات نہیں ہے۔ آج بھی جہاں مسلمان ہستے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے نام سے آگاہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم میں بھی یکتا تھے اور اور تمام علوم و فنون سے واقف تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم ایک عظیم مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم سے بڑھ کر کون قرآن و حدیث اور فقہ کو سمجھ سکتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم روحانیت میں بادشاہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کے فیض و کرم کی بے شمار داستانیں موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم کی بے شمار

اور پھر اس سے بڑھ کر کسی مرد قلندر کی صحبت کی ضرورت ہے۔ تب جا کے یہ یا تمیں سمجھ میں آتی ہیں تو اس طرح ہم دیکھتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ بہت سارے فقراء نے سرخ رنگ کا استعمال کیا جیسا کہ آگے آئے گا۔





کرامات موجود ہیں۔ بلکہ میں یوں کہوں کہ مخدوم جلال الدین بخاری سرخ پوش ﷺ کے فضل کا چشمہ ہیں تو اس میں کوئی تحریر نہ ہوگا۔ الفرض آپ ﷺ کے درسے بہت سارے لوگوں نے ظاہری و باطنی شفایاں یا آج بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آج بھی کوئی بھی آپ ﷺ کے در پر جائے تو اللہ کا کرم اس کے اپنے دامن میں گھیر لیتا ہے۔ آپ ﷺ علم اور روحانیت کی دنیا میں ایک عظیم شاہ کار ہیں۔

تو آپ ﷺ کا جو مشہور زمانہ لقب ہے۔ وہ ہے سرخ پوش کہ "سرخ رنگ کے کپڑے پہننے والا" آپ ﷺ ہمیشہ سرخ رنگ کے کپڑے پہننے تھے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کو سرخ پوش کہا جاتا ہے۔ یعنی آپ کی دستار سرخ گرتیا یا قمیض بھی سرخ، شلوار یا تہبند بھی سرخ۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ سرخ رنگ کے کپڑے پہننے اسی لئے آپ ﷺ کو سرخ پوش کہا گیا۔ ایک بات بہت قابل غور ہے کہ اگر سرخ رنگ کو آقائلی کرنے منع کیا ہوتا یا اس کی ممانعت آئی ہوتی یا حرام یا مکروہ ہوتا یا یہ غلط ہوتا تو کم از کم مخدوم جلال الدین بخاری سرخ پوش ﷺ جیسی عظیم البرکت شخصیت بھی اس رنگ کے کپڑے نہ پہننی، بلکہ اور لوگوں کو بھی منع کرتے۔ کیونکہ میں نے جیسا کہ پہلے کہا کہ آپ ﷺ طیعت میں بھی بہت بلند پایہ شخصیت تھے۔ قرآن، حدیث اور فقہ کو اچھی طرح سمجھنے والے تھے۔ اگر کہیں



بھی قرآن، حدیث یا فقہ میں سرخ رنگ کا پہننا منع ہوتا تو کم از کم آپ ﷺ جیسی عظیم علمی اور روحانی شخصیت کبھی بھی سرخ رنگ کو نہ پسند کرتی اور نہ پہنتی۔

اس سے ثابت ہوا کہ کہیں بھی قرآن، حدیث اور فقہ میں سرخ رنگ کی ممانعت نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو سید مخدوم جلال الدین بخاری سرخ پوش ﷺ اس سے دور رہتے اور اپنے خلفاء و مریدین اور اپنے متولیین کو اس رنگ سے دور رہتے کی تلقین کرتے۔ لیکن کہیں بھی آپ ﷺ نے اس رنگ سے منع نہ کیا۔ بلکہ خود بھی پہننا اور مسلسل پہننا اور اسی لئے آپ ﷺ کو ہر کوئی سرخ پوش کہتا تھا۔ پھر آپ کا باطنی وہ مقام تھا کہ آپ ﷺ صاحب مشاہدہ، صاحب کشف تھے تو اگر روحانی دنیا میں کہیں بھی اس رنگ کی ممانعت ہوتی تو آپ ﷺ پھر اس رنگ سے کنارہ کش ہو جاتے۔ اور اپنے مریدین کو بھی منع فرماتے۔ لیکن ایسا کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ آپ ﷺ نے رنگ پہننا اور آپ ﷺ کے مانے والے آج بھی یہ رنگ پہننے ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ نہ علم ظاہری میں اس رنگ کی ممانعت ہے اور نہ علم باطنی میں اس رنگ کی ممانعت ہے۔ اور نہ ہی کوئی صاحب مشاہدہ شخص اس رنگ سے منع کرتا ہے۔ بلکہ صاحب علم اور صاحب مشاہدہ اور اولیاء اللہ نے خود بھی پہننے ہیں اور انے خلفاء نے بھی پہننا اور آج تک پہننا اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے کہ قیامت تک یہ جاری ساری رہے گا۔ کیونکہ یہ اللہ کے پیاروں کا رنگ ہے۔ اور



رنگ پسند تھا اس لیے آقا ملکہ نے منع نہیں کیا۔ بلکہ آقا ملکہ اس رنگ پر خوش ہوتے تھے اسی لئے دوبارہ آپ مسٹلہ کو کچھری میں بلا لیتے تھے۔ آقا ملکہ اس بس کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اسی لئے سید محمد وہ جلال الدین بخاری سرخ پوش مسٹلہ نے اس کو مسلسل پہننا۔

فقراء کا آقا ملکہ کی کچھری میں حاضر ہوتا یہ فقراء کا مشاہدہ ہوتا ہے اور مراتبے کی شکل میں حضور ملکہ کی کچھری میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ الغرض بعض فقراء کے مختلف مقامات ہوا کرتے ہیں اور ان کا طریقہ اپنا اپنا ہوا کرتا ہے۔ بہر حال یہ ایک حقیقی بات ہے کہ اللہ کے ولی بارگاہ مصطفیٰ مسٹلہ میں یعنی آقا ملکہ کی کچھری میں حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ کمال قادری مسٹلہ

آپ مسٹلہ کے القابات میں آپ کو امام العارفین بھی کہا جاتا ہے۔ کہ آپ مسٹلہ کے امام میں اور یہ خطاب صرف لکھنے کی غرض سے نہیں ہے۔ فی الحقيقة آپ کا یہ مقام تھا۔ پھر آپ کا لقب سلطان الاولاد ہے۔ اوتادولیوں کی ایک جماعت کا نام ہے یا ولایت میں ایک درجہ کا نام ہے۔ جتنے بھی اوتاد ہیں آپ مسٹلہ ان کے سلطان ہیں۔ بہت بلند پایہ آپ مسٹلہ کا یہ مقام ہے۔ یعنی

اویاء اللہ نے اس پہنکن کر اس رنگ کی اہمیت پر مہربثت کر دی ہے۔ اب اگر آج کل کا کوئی پڑھا لکھا جس کے پاس تو علم بھی پورا نہیں ہوتا اور عمل نام کی کوئی چیز بھی نہیں ہوتی وہ انھوں کر اس رنگ کی مخالفت کرے اس کو چاہیے کہ وہ پہلے حدیث کا مطالعہ کرے اور اس کے بعد پھر کوئی بات کرے۔ اور اگر کوئی حدیث اور اویاء اللہ کے مطالعے کے بعد بھی ایسی بات کرے تو پھر یقیناً اس بندے کے اندر بغرض ہے، حد ہے، تکبیر ہے۔ اور یہ تینوں چیزیں ذلالت کی نشانہ ہی کرتی ہیں۔ جناب سید محمد وہ جلال الدین بخاری سرخ پوش مسٹلہ قطبِ کمال اور چاروں کونوں کے پیر ہیں اور باطن میں جو آپ مسٹلہ کو اعلیٰ درجات عطا ہوئے ان سے اہل علم و نظر آگاہ ہیں اور صاحب فقر لوگ خوب جانتے ہیں ان کا ایک ایک لمحہ اللہ کے قرب میں گذرنا اور اللہ کے محبوب کے قرب میں گذرنا اور آپ مسٹلہ کو محبت مصطفیٰ حاصل تھی۔ یعنی آپ مسٹلہ آقا ملکہ کی کچھری میں بیٹھنے والوں میں سے تھے۔ اور کمال درجے کے تھے تو یہاں یہ ایک بات بہت خاص ہے۔ کہ جب آپ مسٹلہ آقا ملکہ کی کچھری میں تشریف لے جاتے تھے عالم باطن میں، تو اس وقت بھی آپ مسٹلہ نے سرخ لباس ہی پہننا ہوا ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ مسٹلہ تو تھے ہی سرخ پوش۔ اس وقت آقا ملکہ جب آپ مسٹلہ کو دیکھتے ہوں تو اگر یہ رنگ منع ہوتا تو آقا ملکہ منع کر دیتے اور آپ مسٹلہ نہ پہننے۔ اس سے پہلے چلا کہ آقا ملکہ کو یہ



اتی نوازشات الہیہ آپ ﷺ پر ہیں۔ اللہ نے ہر طرح سے آپ ﷺ کو سر بلند فرمایا ہوا ہے۔ اور ان مقامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ پاک آپ سے کتنا زیادہ پیار کرتا ہے۔ آپ سیدی غوث الاعظم ﷺ کے ۳۲۳ سال بعد اس عالم ظہور میں تشریف لائے۔ حضرت مجدد الف ثانی ﷺ فرماتے ہیں جب ہم کو خاندان قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو ہمیں حضرت غوث اعلیٰ ﷺ کے بعد حضرت شاہ کمال قادری ﷺ جیسا بزرگ نظر نہیں آتا اور جس طرح آسمان کے ستاروں کا گرنا محال ہے اسی طرح حضرت شاہ کمال قادری ﷺ کی کرامات کا شمار محال ہے۔ یعنی ان گنت اللہ پاک نے آپ ﷺ کو کرامات عطا کر کھی تھیں۔ اتنے اللہ کے محبوب بندوں میں سے آپ ﷺ میں۔ یہ سب اللہ کے پیار کی علامات ہوتی ہیں آپ ﷺ ظاہری علم میں بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے اور باطنی علم میں بھی۔ اور ولایت کے اعلیٰ درجے فرقاً تھے۔ کیمیلی آپ ﷺ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی محل شہر کے رہنے والے تھے جو بھلی سے ۱۲۳ میل کے فاصلے پر شمال کی جانب واقع ہے۔ آپ ﷺ سرخ لباس پہننے تھے۔ اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا میں یہ سرخ لباس اللہ کی رضا کے مطابق پہنتا ہوں یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ میں سرخ لباس پہنوں جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ اگر فقراء نے سرخ رنگ پہننا ہے تو اللہ کی چاہت کے مطابق پہنا

ہے۔ از خود فقراء میں سے کوئی نہیں پہننا نہ ہی انکو پہننے کا شوق ہوتا ہے۔ جو اللہ پاک انکو پہننا تا ہے وہ ہی پہن کرتے ہیں۔ اس میں کسی کو تھک نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں جس کے اندر حسد و بغض ہے اس بندے کی بات اور ہے۔ اور یقیناً یہ حسد و بغض کسی بھی بندے کی آخرت کو تباہ کر دیتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو یہ سرخ رنگ اللہ کی رضا کے مطابق پہنتا ہوں پھر فرمایا:

”میں تو ایک میت ہوں، جس کو اللہ تعالیٰ حرکت دے رہا ہے۔ یہ وہ جانے کے میرے لئے سرخ لباس کو کیوں مخصوص کیا گیا ہے۔“ (۱)

یہاں اس بات سے ثابت ہو رہا ہے کہ سرخ لباس آپ ﷺ کے لئے مخصوص کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ ہمسو وقت یہی لباس پہن کرتے تھے۔ اللہ کی طرف سے مخصوص یعنی عطا کر دیا گیا۔ اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ آپ سیدی غوث الاعظم ﷺ کی اولاد میں سے ہیں۔

”آپ ﷺ غوث الاعظم ﷺ کی مانند صلب الاحوال تھے، یعنی آپ ﷺ کے گرد تو اس میں دس بارہ بارہ میل تک کوئی ولی یا صاحب کشف بغیر اجازت چلنے پھرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔“ (۲)

جو ان ﷺ کے جد غوث الاعظم ﷺ تھے انکا یہ حال تھا کہ دس بارہ میل

(۱) جدید تذکرہ الاولیاء عرفان الہی

(۲) جدید تذکرہ الاولیاء عرفان الہی



تو اولیاء اللہ کے ساتھ دینی اللہ کے ساتھ لڑنے کے مترادف ہے۔ اور کون ہے جو اللہ کے ساتھ لڑ سکے گا تو صاف ظاہر ہے۔ دنیا بھی ایسے بندوں کی تباہ ہوتی ہے اور آخرت بھی ایسے بندوں کی تباہ ہوتی ہے۔ تو چاہیے کہ انسان تو پہ کر کے اللہ کے بندوں کی محبت میں شامل ہو جائے اور اللہ کے بندوں پر ہر قسم کی طعنہ و تشنیع سے دور رہے۔ ورنہ دنیا و آخرت بر باد ہو گی۔ اور پھر شاہِ کمال یہ مقام کہ وہ بارہ میل تک اگر کوئی ولی اللہ حرکت کرتا تو اس کی ولایت صلب ہو جاتی۔ ولایت اللہ کی دوستی کا نام ہے۔ اللہ کی دوستی اگر کوئی صلب کر سکتا ہے۔ اس سے اندازہ کریں کہ وہ خود اللہ کے کتنے قریب ہو گا۔ اور خود کتنا بڑا اللہ کا دوست ہو گا۔ تو ایسا اللہ کا دوست جو اور اللہ کے دوستوں کی دوستی اڑا کے رکھ دیتا ہے تو اس کے لئے سرخ رنگ مخصوص کر دیا گیا۔ تو ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ یہ سرخ رنگ اللہ کے ولیوں کے لئے اللہ نے کیوں پسند فرمایا؟ اس کی وجہ تو جانا بہت مشتمل بات ہے۔ لیکن ایک ظاہر و جنظر آتی ہے۔ کہ سرخ رنگ چونکہ رنگِ محبت ہے۔ تو ایسے فقراء جو اللہ کی محبت میں قادر فتا ہو جاتے ہیں اور مقام بقا حاصل کر لیتے ہیں اور اس کے بعد بقایا اللہ کے مقام پر فائز ہوتے ہیں تو ان کی محبت عروج پر ہوتی ہے اور ان کو سرخ رنگ بطور اللہ پاک بطور رنگِ محبت عطا کرتا ہے باقی (والله میں بالصواب) اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جو بات میرے وجود ان میں آئی وہ اس بندہ ناجیز

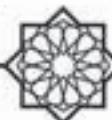
کے اردو گرد کوئی بھی ولی حرکت نہیں کرتا تھا۔ اگر کرتا تھا تو ولایت صلب ہو جاتی تھی۔ ان بھائی کو بھی یہی کمال اللہ پاک نے دیا ہوا تھا۔ اس سے اندازہ کریں کہ شاہِ کمال قادری بھائی کتنے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اور کتنے اعلیٰ درجے کے ولی اللہ میں انکاشا ہوتا ہے۔ تو اس درجے کے حامل ہونے کے باوجود غوث اعظم بھائی کی اولاد ہونے کے باوجود اور اہل علم ہونے کے باوجود اور تمام تر مقامات ہونے کے باوجود اللہ نے انکے لئے سرخ رنگ مخصوص کر دیا۔ اور اللہ کی رضا کے مطابق سرخ رنگ پہننا کرتے تھے۔ اگر سرخ رنگ پہننا غلط ہوتا یا اس میں شریعت کی ممانعت ہوتی تو حضرت سید کمال قادری بھائی جیسا عظیم المرتب شخص کیونکہ یہ سرخ لباس پہنتا۔ اس سے پہنچا کہ یہ شریعت میں بھی جائز ہے اور صاحب روحانیت فقراء میں سے بعض فقراء کو اللہ پاک کی طرف سے یہ امر ہوتا ہے تو بہ وہ پہنچتے ہیں اور فقراء پر اعتراض کرنے والے اور ان کے ساتھ بعض رکھنے والا دنیا و آخرت کے گھائٹے میں ہے۔ جیسا کہ حضور پاک ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔ (۱)

”رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ جو میرے کسی ولی کے ساتھ لکھتا ہے میں اسکے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔“



تodel رتا میرا سے مراد میرا دل سرخ ہے۔ الف اللہ سے مراد اللہ کی محبت بابا بلحے شاہ محبلا نہ کا دل اس قدر غرق ہے کہ اس کو دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں۔ جیسا کہ بلحے شاہ محبلا نے کہا ”مینوں ب دی خبر نہ کائی“۔ یعنی مجھے حرف الف سے غرض ہے۔ اس کے علاوہ حتیٰ کہ ب تک نہیں جانتا کہ ب کیا ہے؟ میں صرف اور صرف الف یعنی اللہ کی محبت میں مستقر ہوں اور جہاں دیکھتا ہوں اسی کا نور نظر آتا ہے۔ اللہ کی محبت میں میرا دل رتا یعنی سرخ ہو گیا ہے۔ تو بلحے شاہ محبلا نے راتا کا لفظ یعنی سرخ لفظ لگایا ہے، محبت میں دل سرخ ہو گیا ہے کیونکہ محبت کا رنگ سرخ ہے۔ تو اللہ کی محبت کا جو رنگ چڑھا تو میرے دل کا رنگ سرخ ہو گیا۔ تو یہاں ہر بابا بلحے شاہ محبلا نے صرف سرخ رنگ کی تعریف ہی نہیں کی بلکہ اپنے دل کا رنگ بھی بتا دیا کہ اگر میں عشق الہی میں فنا ہوں۔ اگر مقام ولایت پر فائز ہوں تو میرے دل کو دیکھ لو، میرے دل کا رنگ سرخ ہو چکا ہے۔ یعنی اللہ کی محبت میں میرے دل کا رنگ سرخ ہو گیا ہے۔ اس سے پڑھتا ہے کہ اللہ کے ولیوں نے سرخ رنگ سے کتنی محبت کی ہے۔ اور آج بھی جو صحیح معنوں میں اہل علم ہیں اور اہل محبت میں وہ سرخ رنگ سے پیار ہی کرتے ہیں نفرت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔



نے لکھ دی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ: شاہ کمال قادری کھنڈلی محبلا چونکہ ہر وقت بھی سرخ رنگ پہناتا کرتے تھے تو ایک دفعہ کسی نے سفید رنگ کے کپڑے پہنادیے تو جو نبی وہ کپڑے پہنائے گئے تو وہ خود بخود سرخ ہو گئے۔

تو اس بات سے بھی کچھ عقل شعور ہو تو بندہ سوچ لے کہ سفید رنگ خود بخود کیوں سرخ رنگ میں تبدیل ہو گیا تو وہی بات ہے جو میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ”اللہ سے اکلی محبت عروج پر ہوتی ہے تو اللہ سرخ رنگ بطور رنگ محبت عطا کر دیتا ہے۔“

حضرت بابا بلحے شاہ محبلا

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں بابا بلحے شاہ محبلا جن کا مزار قصور میں ہے۔ کئی دفعہ اس ناجیز کو دہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک عظیم نور کا عالم دیکھا اور بہت ہی کثیر تعداد میں لوگ دہاں حاضری دیتے ہیں اور اپنے من کی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

الف اللہ رتا دل میرا
مینوں ب دی خبر نہ کائی



لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ

ای طرح ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عثیان مر وندی المعروف لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جو کرتا تھا تعارف نہیں، پوری دنیا ان کو جاتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قلندر ہیں اور آپ کا نام پوری دنیا میں روشن ہے۔ اور سندھ کے علاقے سہون میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ اور اس جگہ پر آپ نے بے شمار غیر مسلموں کو مسلمان کیا، اور شیع اسلام کو روشن کیا اور تو اسلام کو عام کیا۔ اور بے شمار کرامات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور ہیں اور تاریخ میں رقم ہیں۔ جن کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ کے بہت بڑے ولی تھے۔

حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم نے خواب میں دیکھا:

”ایک کم من بچہ سرخ لیفیں پہننے ہوئے جنت میں کھڑا ہے اور کھدہ ہائے مجھے یہاں سے کا لو جب انہوں نے یہ خواب کسی درویش کو سنائی تو انہوں نے حکم فرمایا کہ جلدی سے شادی کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شادی کی اور چند سال بعد حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی۔ اس عمر میں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سرخ رنگ کی لیفیں پہنی تب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کو یاد آیا جو سرخ رنگ پہننے جنت میں کھڑا میرے خواب میں آیا کرتا تھا۔“ (۱)

اس بات سے بھی سرخ رنگ کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مقام قلندریہ حاصل تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم و فنون سے بھی آگاہ تھے اور باطنی علوم کے ساتھ ساتھ باطنی اعلیٰ درجے پر بھی فائز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لال شہباز قلندر کہا بھی اس لیے جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ لال رنگ کے کپڑے پہنا کرتے تھے، جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے۔ کوئی بھی مشہور تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، وہاں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حوالہ ملتا ہے۔ گویا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سرخ رنگ پہنا اور پھر یقیناً آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے اللہ نے اسی رنگ کا انتخاب کیا۔ اور یقیناً آپ رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کی کچھری میں جانے والوں میں سے تھے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو صحت مصطفیٰ کریم ﷺ در باطن حاصل تھی۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سرخ رنگ کے ساتھ آقا رحمۃ اللہ علیہ کی کچھری میں موجود ہوتے تھے۔ اور یقیناً آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس رنگ کو پسند فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سرخ رنگ کے کپڑے پہننے تھے اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو لال شہباز قلندر کہا جاتا ہے۔ اب اس بات میں بھی کسی تھک و شے کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ پاک ہمیں اولیاء اللہ کو سمجھنے کی توفیق بخشدے۔ اور جو کہ میں نے پہلے کہا کہ سرخ رنگ رنگِ محبت ہے تو اس سرخ رنگ کو سمجھنے کی اللہ پاک توفیق بخشدے (آمین)۔





”مجھی ڈلھے ٹو“ کیونکہ مجھ کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ تو سلطان با ہو ہمیں نے بھی مجیھی رنگ یعنی سرخ رنگ کو عشق کا رنگ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ محبت کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔

تو اس سے پتہ چلا کہ سلطان العارفین ہمیں نے بھی عشق کے رنگ کو سرخ رنگ کہا ہے۔ اور یہ عشق کا رنگ سلطان با ہو ہمیں کو بھی حاصل تھا۔ چونکہ آپ ہمیں بھی عاشق الہی تھے۔ گویا آپ ہمیں پر بھی یہ عشق کا سرخ رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اور ہر ولی پر عشق کا سرخ رنگ چڑھا ہوا ہے۔ تو اس رنگ سے بھی بغاوت نہیں ہو سکتی جو اس رنگ سے نفرت کرے وہ عشق سے بے بہرہ ہے وہ بے عشق ہے اور عشق سے دور ہے۔ جس پر اللہ کا کرم ہوتا ہے۔ الشاس کو اپنا عشق عطا کرتا ہے اور جس پر عشق کا رنگ چڑھتا ہے تو وہ رنگ سرخ ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی ہمیں

اب ہم سرخ رنگ کے متعلق سید الاقریاء شہنشاہ ولایت حضرت خواجہ عثمان ہارونی ہمیں کے فرمودات بیان کرتے ہیں اور آپ ہمیں کے فرمودات کی روشنی میں اس سرخ رنگ کی اہمیت اور افادیت کو واضح کر دیتے ہیں۔ آگے پھر اپنی اپنی قسمت اور نصیب کی بات ہے کہ کون ان پر عمل کرتا ہے۔ اس پوری

حضرت سلطان با ہو ہمیں میں سرخ رنگ کے متعلق سلطان العارفین حضرت سلطان با ہو ہمیں کا ایک بیت جس میں انہوں نے سرخ رنگ کے متعلق ذکر کیا ہے۔ اس کی تھوڑی وضاحت کروں:

بیت

ہر دم شرم دی تند ٹروڑے جاں ایہ چھوڑ گئے ہو
کھڑک بالاں عقل دا دلوا ہر بیوں اہمیری چھلے ہو
اجڑ گنیاں دے بھیت نیارے لعل جواہر ہلے ہو
دھوئیاں داع نہ لہنداے باپو ہنگ مجیھی ڈلے ہو

(عشق تو شرم و حیا کے سارے رشتے ناطے توڑ دیتا ہے۔ جب اندر کی آگ عروج پر آتی ہے۔ میں بھلا کب بک عقل دوانش کا دیا جلا سکتا ہوں۔ خاص طور پر جب اس حالت میں جب اردو گرد بھر کی سخت آندھی جل رہی ہو۔ جو لوگ عشق کی راہ میں مال و دولت، عزت و حرمت بلکہ اپنے آپ کو مٹا دیتے ہیں وہ انوکھی شان کے ماگ ہوتے ہیں۔ ہم نے لاکوں جو ہر بر باد ہوتے دیکھتے ہیں۔ باہم عشق کا سرخ رنگ اس قدر پکا ہے کہ بار بار دکھونے کے باوجود اس کی رنگ پھیل کر نہیں پڑتی)۔

اب اس بیت میں سرخ رنگ کا ایک طرح سے ذکر کیا ہے بلکہ بہت واضح طور پر کہا کہ سرخ رنگ اس قدر پکا ہے کہ اس کی رنگت پھیل کر نہیں پڑتی۔



کتاب میں ہم نے بھی کوشش کی ہے کہ اپنی طرف سے اچھے طریقے سے سرخ رنگ کے متعلق جو معلومات ہیں وہ فراہم کر دی جائیں۔ تاکہ دیگر مسلمان بھی استفادہ کر سکیں۔ تو خواجہ عثمان ہارونیؒ کے مفہومات انہیں الارواح میں ہے، یہ انہیں الارواح حضرت خواجہ خاوجا گان ہند الولی خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ نے مرتب کی تھی۔ کیونکہ خواجہ عثمان ہارونیؒ ان کے مرشد تھے، تو انہوں نے اپنے مرشد کے مفہومات کو مرتب کیا، اور ان کا نام انہیں الارواح رکھ دیا کہ روحوں سے محبت کرنے والی۔ تو خواجہ خواجہ خاوجا گان چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان کے مرشد یعنی خواجہ عثمان ہارونیؒ نے ایک دفعہ فرمایا:

”یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کھانا آیا تو آپؒ نے فرمایا: کہ کھانا دسترخوان پر لاوٹا کہ اس کے اوپر رکھ کر کھائیں۔ گور رسول خدا ﷺ نے دسترخوان پر طعام نہیں کھایا لیکن دسترخوان پر کھانے کو منع بھی نہیں فرمایا اگر کھالیں تو جائز ہے لیکن آوس بل کر کھائیں اور ایسا کریں جیسا کہ حضرت میسیٰ ﷺ نے کیا۔ پھر فرمایا کہ حضرت میسیٰ ﷺ کے دسترخوان کا رنگ سرخ تھا۔ جو آسمان سے اترتا ہے اور اس میں سات روئیاں اور پانچ سیر نمک ہوتا تھا۔ پس جو شخص دسترخوان پر روندی نمک کے ساتھ کھائے ہر لمحے کے ساتھ ۱۰۰ نیکیاں ۱۰۰ ادریج بکھشت میں زیادہ کرتے ہیں اور بہشت میں حضرت میسیٰ ﷺ کے ہمراہ ہوتا ہے اور جو شخص



سرخ دسترخوان پر نمک کے ساتھ روٹی کھاتا ہے اسے بہشت میں ایک شہر ملتا ہے اور جب روٹی کھانے سے قارغ ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر فرمایا خواجہ مودود حسنؒ کی زبانی سناتا ہے۔ جو شخص سرخ دسترخوان پر روٹی کھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسے نظرِ حمت سے دیکھتا ہے۔“

یہ وہ عبارت ہے کہ جو انہیں الارواح میں مرقوم ہے اور من و عن اس کو ہم نے یہاں تحریر کر دیا ہے۔ اب اس پر اگر تھوڑی سی نظر ڈالیں تو بات واضح ہو گئی کہ سرخ رنگ کی اہمیت اور افادیت کیا ہے۔ اور اگر سرخ رنگ کا دسترخوان بھی ہے تو پھر کیا ہی نور علیٰ نور بات ہے۔ حضرت میسیٰ ﷺ کی اور رنگ کا بھی انتخاب کر سکتے تھے۔ اللہ کے نبی اور رسول ﷺ تھے۔ اس طرح حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا پھر اس سرخ رنگ کے دسترخوان کو بیان کرنا یہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ تو اگر سرخ رنگ کے دسترخوان پر کھا گیں تو یہ درجات عطا ہوتے ہیں۔ جو مندرجہ بالا ہم تحریر کر چکے ہیں۔ اللہ پاکؐ میں سرخ رنگ کی شناسائی عطا فرمائے۔ ہمارا کام ہے اچھی بات کو آگے پہنچا دینا، جو عمل کرے گا بہت بڑا منافع کمائے گا۔ (الحمد لله رب العالمين).



”یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے سرخ اور بزرگ پڑے پہننا بلا کراہت جائز ہے۔“

حضرت عون بن ابی حمیف رض نے اپنے والد سفیان رض سے روایت کیا ہے: ”میں نے حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ سرخ جوڑا پہنے ہوئے تھے اب بھی (تصور) میں آپ ﷺ کی نورانی پہنچ لیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ سفیان رض فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں سرخ جوڑا بردہ نیماں تھا۔“ (۱)

اس حوالے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سرخ رنگ کی کہیں بھی ممانعت نہیں۔ جیسا کہ مفتی دہلوی صاحب نے پوری وضاحت کے ساتھ اس سوال کا جواب دیا ہے۔

(۱) شمائل ترمذی

کفایت المفتی جلد نہم میں مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب پر سوال ہوتا ہے کہ: سوال: سرخ رنگ کے پڑے پہننا مرد کے لئے کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ ازروئے حنفی مذهب با استدلال آئندہ فقہ حنفیہ جواب مرحمت فرمائیے۔ (یہ سوال سید رحمن علی صاحب نے ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ میں ۱۳ جون ۱۹۳۹ء میں کرتے ہیں)۔

جواب: مفتی کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں سرخ رنگ کا کپڑا جبکہ زعفران اور کسم کا نہ ہو پہننا مباح ہے۔

جیسا کہ انہوں نے لکھا:

وَعَنْ أَبِي حِيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَنْهَاكَ بَأْسَ بِالصِّبَغِ الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ كَذَافِيِ
الْمَقْطُطِ۔ (۱)

وَكَرِهَ لِبِسِ الْمَعْصَفِ وَالْمَزْعُفِ لِلرَّجُلِ وَلَا بَأْسَ بِسَائِرِ
الْأَلْوَانِ۔ (۲)

”یعنی کسم اور زعفران کا رنگ ہوا کپڑا مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ باقی تمام
رنگ مباح ہیں۔“

قال صاحب الروضۃ بجوز للرجال والنساء لبس الثواب
الاحمر والاخضر بلا کراہمة۔ (۳)

(۱) فتاویٰ عالمگیری

(۲) تنویر الابصار

(۳) رد المحتار



میں نے دیکھا کہ حسین احمد مدنی صاحب دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں
ناتا جان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت پر پیغمبر کے تاثر ہو کر مجھ پر طرح طرح کے
الزام لگاتی ہے اور ہر طرح کی گالیاں دیتی ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے آبدیدہ
ہو کر فرمایا کیا حال ہو گا میری امت کا ایک حسین (صلی اللہ علیہ وسلم) کو در بار میں شہید کیا اور
دوسرے حسین کو ہندوستان میں ذلیل کر رہے ہیں۔ پھر خواب میں دیکھتا ہوں کہ
سرک پر سرخ بُرُش مسلمان مدح صحابہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتے جا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے
نے ان کو بلا یا اور ان سب کی پیشائیوں کو چوہما۔ میں بھی دوڑا کہ حضور ﷺ کی قدم
بھی کروں گر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسکو دربار سے ٹکال دو۔ جن سے میں بیار
کرتا ہوں یہ ان کو گالیاں دیتا ہے۔ اور میرے اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں اور جو
میرے اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے متعلق اشارہ کر کے
فرمایا یہ اگئی تعریف کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ جو دوز انوں پہنچے ہوئے
تھے اور درود وسلام پڑھ رہے تھے کہ ”ان کی عزت میری عزت ہے“۔^(۱)

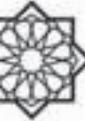
اس واقعے کے پیش نظر اگر ہم دیکھیں تو اس کو دیوبندی حضرات نے اپنی
کتاب ”اویاء اللہ کی امانت کے وباں“ میں درج کیا ہے۔ لیکن اس میں خاص
بات جو میں نے دیکھی وہ سرخ رنگ کے حوالے سے تھی۔ کہ حضور ﷺ موجود
ہیں آپ ﷺ بزر بُرُش ہیں، آپ ﷺ کے ارد گرد لوگ پہنچے ہوئے ہیں اور
آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھ رہے ہیں اور اسی اثناء میں سرخ بُرُش گزرتے ہیں

(۱) حیات و کارنامے، صفحہ نمبر 432 بحوالہ: الجمیعہ دہلی، یکم اپریل 1939ء

سرخ رنگ کا دلچسپ واقعہ

یہ واقعہ کتاب ”اویاء اللہ کی امانت کا وباں“ میں ذکر ہے۔ اور اس کو
مرتب کیا ہے ڈاکٹر محمد اسماعیل حسین مدنی صاحب نے جو کہ خلیفہ مجاز ہیں شیخ مولانا
محمد ذکر کریا صاحب کے۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳ پر حسین مدنی صاحب لکھتے
ہیں کہ:

۱۹۳۰ء کی تحریک مدح صحابہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھنؤ میں حسین احمد مدنی صاحب جو کہ
دیوبند کے اکابرین میں سے ہیں انہوں نے اس میں قائدانہ حصہ لیا تھا۔ پر جو شیخ
جال ثار رضا کار قربانیاں پیش کر رہے تھے۔ اسی علاقے کے صوفی محمد ادیس اس
تحریک کے خلاف تھے۔ ایک دن وہ اس حال میں مسجد میں آئے کہ بدن پر سرخ
پکڑے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور پاکار پاکار کر کہ رہے تھے بھائیوں
مجھے معاف کرو میں نے ہیش آپ لوگوں کی خلافت کی ہے، لیکن آج مجھے یقین
ہو گیا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے چہیتے اور دلالتے ہو۔ یہ کہتے کہتے روتے
ہوئے پچیاں بندھ گئیں اور اردو گردوں جمع ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگے:
میں حسب معمول دن بھر احرار کے خلاف پر پیغمبر کا تھخت بچھا ہوا ہے۔ اور ایک بزر بُرُش
دیکھتا ہوں کہ ولی کے ایک مزار میں ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ اور ایک بزر بُرُش
بزرگ ہیں جن کا چہرہ آفتاب کی مانند چمک رہا ہے اور چہرہ مبارک روشن ہے ان
کے ارد گرد ہزاروں نورانی چھروں والے پیٹھے درود وسلام پڑھ رہے ہیں، اتنے میں



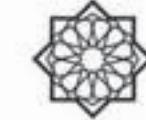
جسٹ ریسٹارڈ مفتی تقی عثمانی اپنی کتاب لباس کے شرعی اصول میں لکھتے ہیں

”مولانا اشرف علی تھانوی کی دو بیویاں تھیں ایک بڑی اور ایک چھوٹی۔ بڑی والی ابیہ نے عید کے موقع پر ان کو سرخ اچکن بنوا کر دی۔ جس کو عین کرانہوں نے عید پڑھائی اور بعد میں اپنے کسی مرید کو دے دی، پھر وہ پہننا کرتا تھا۔“

تو اس سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے خود بھی سرخ رنگ کی اچکن پہنی اور پھر اس میں باقاعدہ تماز عید پڑھائی اور بعد میں کسی طالب علم، مرید یا کسی چاہنے والے کو دے دی تاکہ وہ بھی پہنے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر یہ رنگ غلط تھا تو مولانا صاحب علم فقہ کو تو اچھی طرح سمجھتے تھے وہ نہ خود پہنئے اور نہ ہی کسی اور کو پہنئے کے لئے دیتے۔

جنہوں نے سرخ لباس پہنے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ صحابہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح پڑھ رہے ہوتے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بلا کران کی پیشانیوں کو چوتھے ہیں۔ اب اس جگہ پر ذرا سا بھی شعور ہو تو بندہ سوچ لے۔ جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما وہ مدح صحابہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ رہے ہیں، اور ان کے کپڑے سرخ تھے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کونہ پسند کرتے تو سرخ پوشوں کی پیشانیوں کو نہ چوتھے۔ بس اس سے سارا معاملہ واضح ہو گیا ہے۔ آگے جس کو اللہ نے جتنی عقل دی ہے وہ خود سوچ اور سمجھ سکتا ہے۔ اب اس سے زیادہ میں کیا وضاحت کروں۔ اور پھر وہ جو صوفی محمد اور میں صاحب ہیں انہوں نے بھی سرخ کپڑے پہن لیے۔ اور عاصف ظاہر ہے کہ انہوں نے سرخ کپڑے اس لئے پہنے کہ انہوں نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سرخ پوشوں کو دیکھ دے بھی سرخ پوش بن گئے۔ تو اس طرح سرخ رنگ پہننا منع نہیں ہے بلکہ باعث برکت ہے۔ اب کسی کی سوچ پر پابندی نہیں، بے حکم جو کوئی جیسا چاہے سوچتا رہے۔ لیکن جو اصل بات تھی وہ میں نے واضح لکھ دی ہے۔ اللہ پاک ہمیں سمجھ اور بوجدد عطا فرمائے۔ (آمین)۔





شخصیت اگر آپ ﷺ کے سامنے آتی تھی تو جیسے بالکل ایک آدمی بے بس ہو جاتا ہے، یہ یکفیت نظر آتی تھی۔ کئی لوگ میں نے دیکھے جناب ﷺ کے سامنے آئے ان کے قلب جاری تھے مگر بعد میں جب ان کو دیکھا گیا تو ان کو قلب بھی بھول گیا۔ بالکل جناب ﷺ کے آگے سرگوں ہو جاتے تھے۔ الغرض جو بھی ایسی روحاںی شخصیت جناب ﷺ کے سامنے آتی تھی بالکل بے بس نظر آتی تھی۔ اس طرح کئی مہذوبین آتے تھے۔ وہ بھی جناب ﷺ کے آگے پاٹھ جوڑ دیتے تھے۔ اور دوران سفر بھی میں نے دیکھا، اب سب کا نام لیکر لکھنا میں ضروری نہیں سمجھتا۔ بہت سارے مہذوبین دوران سفر میں تو جناب ﷺ کو جمک کر سلام کیا اور پاٹھ جوڑ کر ایک طرف ہو گئے۔ جناب ﷺ کا اپنا ایک خاص باطنی نظام ہے۔ جس کی وضاحت کے لئے کافی وقت و وقت درکار ہے۔ چونکہ اس جگہ سرخ رنگ کی اہمیت اور افادیت بیان ہو رہی ہے۔ صرف اتنا ہی میں نے مناسب سمجھا اور لکھ دیا ہے۔ باقی سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ پاک سب کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)۔

تو آپ ﷺ کا سرخ رنگ کو پسند کرنا بھی کسی خاص بات پر دلالت کرتا ہے۔ اگر یہ رنگ غلط ہوتا تو کبھی آپ ﷺ نہ اس کو پہننے اور نہ پہننے کا حکم دیتے کیونکہ باطنی طور پر اللہ نے آپ ﷺ کو بہت نواز رکھا تھا۔ اور آقا ﷺ کی

حضرت سید رسول شاہ خاکی حَمْدُ اللّٰهِ

اب آخر میں اپنے والد مکرم جناب پیر سید رسول شاہ خاکی حَمْدُ اللّٰهِ کے بارے میں تحریر کر رہا ہوں۔ کہ آپ حَمْدُ اللّٰهِ نے سرخ رنگ کا جوڑا بھی پہنتا، اور ٹوپی ہمیشہ سرخ رنگ کی ہی رکھتے تھے۔ اور آپ حَمْدُ اللّٰهِ نے بزر، سفید اور مختلف رنگوں کے بھی کپڑے پہننے لیکن آپ حَمْدُ اللّٰهِ نے سرخ بھی پہنتا۔ آپ حَمْدُ اللّٰهِ کی دستار اور ٹوپی سرخ تھی اس کے علاوہ دیگر رنگوں کی بھی دستار اور ٹوپی پہنی ہے۔ لیکن آخر وقت میں آپ حَمْدُ اللّٰهِ کی دستار یا ٹوپی سرخ تھی اور جوڑا بزر تھا۔ جس چوڑے میں آپ حَمْدُ اللّٰهِ کا دصال ہوا۔ تو آپ حَمْدُ اللّٰهِ کا یہ معمول میں نے دیکھا ہے کہ آپ حَمْدُ اللّٰهِ بھی کوئی کام اگر کرتے تھے تو اس سے پہلے آپ حَمْدُ اللّٰهِ کو باطنی طور پر اس کام کے متعلق آگاہ کیا جاتا تھا۔ تو جب آپ حَمْدُ اللّٰهِ نے سرخ دستار یا ٹوپی اور جوڑا پہنتا تو یقیناً اس کا بھی روحاںی طور پر امر تھا۔ اور جناب حَمْدُ اللّٰهِ کی روحاںی بصیرت کے متعلق میں اگر زیادہ لکھوں گا تو یہ سمجھا جائے گا کہ میاپنے والد مکرم حَمْدُ اللّٰهِ کی تعریف میں لکھ دی گئی ہے۔ لیکن میں اس کو ایک بحیثیت روحاںی معلم کے بیان کر رہا ہوں۔ کہ آپ حَمْدُ اللّٰهِ کے سامنے میں نے کئی صاحب روحاںیت اشخاص کو دیکھا اور یہ بات بڑی خاص قابل ذکر ہے کہ کوئی بھی روحاںی



سرخ دسترخوان

ای طرح مشہور کتاب ”انیں الارواح“⁽¹⁾ میں سرخ دسترخوان کے متعلق لکھا گیا ہے۔

جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

- ① سرخ دسترخوان ہر کھانا کھانا سر کار دو عالم علیہ السلام کی سنت ہے۔
- ② سرخ دسترخوان پر مہمان کو کھانا کھلانا یہ بھی سنت ہے سرکار علیہ السلام خوب جھی سرخ دسترخوان پر کھاتے تھے اور آنے والے کو بھی سرخ دسترخوان پر کھلاتے تھے۔
- ③ سرخ دسترخوان پر کھانا کھانا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے۔
- ④ حضرت صیلی علیہ السلام پر جو آسمان سے دسترخوان نازل ہوا تھا وہ بھی سرخ رنگ کا تھا۔
- ⑤ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابی شہ سرخ دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے تھے۔
- ⑥ ہمیشہ سرخ دسترخوان پر کھانا کھانے والے کو بروز قیامت سیدنا جبرائیل علیہ السلام جنتی لباس پہنا کر برآق پر سوار ہو کر جنت میں لے جائیں گے۔
- ⑦ جو سرخ دسترخوان پر کھانا کھائے گا اس کو ایک عمرہ اور ایک ہزار بھوکوں کو کھانا کھانے کا ثواب ملے گا۔

(1) ملنفوظات خواجہ علام حاروی رحمۃ اللہ علیہ مرتب: خواجہ معین الدین چشتی احمدیری رحمۃ اللہ علیہ

زیر نظر رہتے تھے اور فتنی الغوث الاعظم ہنگامہ تھے۔ توجہ آپ ﷺ نے سرخ رنگ کو پسند کیا تو اس میں ضرور کوئی حکمت تھی۔ اللہ پاک ہمیں انعام یافتگان کا راستہ عطا کرے اور ان کی مکمل اطاعت کرنے کی توفیق بخشنے۔ آمين۔
(الحمد للہ ذکر).





پیغاماتِ قلندر

طالبانِ حق کے شادِ قلندر کا پیغام

اے حق کے متلاشیو اور شرابِ معرفت کے پیاسو!

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ان گنت شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب،
جباب محمد مصطفیٰ کریم ﷺ کا امتی بنایا، کیونکہ اگر وہ چاہتا تو ہمیں پیدا ہی نہ کرتا، یا
پیدا کرتا تو کسی پتھر کی شکل میں پیدا کرتا، یا کسی درخت کی شکل میں پیدا کرتا، یا
کسی حیوان کی شکل میں پیدا کرتا، مثلاً چوہا، بلاء، کتا، مگر از حد شکر کہ انسان بنایا اور
کسی اور نبی اور رسول کی امت میں پیدا نہ کیا بلکہ اس نبی اور رسول کی ﷺ کی
امت میں پیدا کیا، جس پر چند، درند، پرند، جباتات، حیوانات، انسان، ملائکہ
رٹک کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا رٹک کرنا تو درکار خود اللہ پاک ہر وقت لا تحداد
درود وسلام کے تحفے اور اپنی پرمہک برکات، اپنے محبوب پر چھاور کر رہا ہے اور
اللہ پاک کا ایک بار درود وسلام بھیجنا ایسا ہے کہ اگر اس کا راز کھل جائے تو اس
چنان سیست سارے چہانوں میں انوار و تجلیات رب کا اس قدر نزول ہو کہ پھر
سب چہانوں کا چپے چپے رحمتِ الہی کی آغوش میں نظر آئے اور ان چہانوں کے

⑥ جو سرخ دستر خوان پر کھانا کھاتا ہے اس کو ہر لمحے کے بد لے ۱۰۰ انیکیاں ملتی ہیں، جنت میں درجات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پڑوی ہو گا۔

⑦ کسی کو سرخ دستر خوان پر کھانا کھلانا بڑا اٹواب ہے۔ اور کھانے والے سارے گناہ بخشن دیے جاتے ہیں۔

⑧ جو شخص مہمان کو سرخ دستر خوان پر کھانا کھلائے گا۔ میزبان کو ہر دانے کے بد لے ۱۰۰۰ انیکیاں ملیں گی۔

⑨ حضرت سیدنا عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کے لیے سفید دستر خوان پچھوایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سرخ دستر خوان لا اوس پر کھانا سانت ہے۔

⑩ جو شخص سرخ دستر خوان پر کھانا کھائے یا کھلائے۔ اللہ اس کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور اس کے لئے ایک ہزار درجات بلند کرتا ہے۔

یہ بارہ مدنی پھول پڑھ کر مجھے یقین ہے کہ کسی کے ذہن میں اگر کوئی سرخ رنگ کے متعلق سوال ہو گا تو وہ صاف ہو گیا ہو گا۔ اور ان بارہ مندی پھولوں میں سرخ رنگ کے متعلق ہر قسم کے سوال کا جواب موجود ہے۔ ان کو بغور پڑھنے سے سرخ رنگ کے متعلق ہر سوال دور ہو جائے گا۔



ٹکل میں ہمیں آج بھی دستیاب ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اگر ہم صحیح راستہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم آج سے کئی سو سال پہلے گزرے ہوئے اللہ کے پیاروں کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

”اور قلندر یہ بات ڈوق سے کہتا ہے کہ اللہ والوں کی کتابوں سے اللہ کا شکار ہے۔ نئے نئے دین ایجاد ہو رہے ہیں، غلط ممالک ایجاد ہو چکے ہیں۔“

ہمیں آج کل کے نئے نئے مذہبوں سے، نئے نئے مسلکوں سے اور نئے نئے عقیدوں سے، جھوٹے روحانی دعویداروں سے پچتا چاہیے۔ اور ان لوگوں نے جو نئی راہیں اپنی طرف سے نکالی ہوئی ہیں اور اپنی طرف سے جو غلط قسم کا لشیخ پر شائع کیا ہوا ہے اس سے پچتا چاہیے، اور ان غلط کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے کہ اس سے ایمان چلا جائے گا۔

اے متلاشیاں حق! یہ دور پر فتن ہے۔ ہم قیامت صفری سے گزر رہے ہیں۔ اس دور میں ہر طرف خرابی یعنی خرابی ہے، فاشی ہے، عریانی ہے، جھوٹ ہے، فرب ہے، ادب ختم ہو چکا ہے، محبت المحمدی ہے، بد عقیدگی عام ہے، لباس فقر میں بے شمار راہر م موجود ہیں۔ جبکہ دستار کا جادو چلتا ہے۔ ظاہر میں چمک ہے، باطن سیاہ ہے، طریقت کے درس سے نا آشنا پیر طریقت ہیں، شریعت کی روح کو نہ سمجھنے والے رہبر شریعت ہیں، بے عمل حکمران ہیں، قلم کا بازار گرم ہے،

باہی اپنے دل میں چمک نوری ذات کو پا کر مست در شرابِ عشق ہو جائیں۔

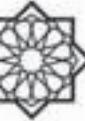
اے حق کی علاش کرنے والا واردِ حق کے عاشقوا

آج امتِ مسلمہ کا بڑا عجیب حال ہے اور یہ امت ظاہری اور باطنی زوال کا شکار ہے۔ نئے نئے دین ایجاد ہو رہے ہیں، غلط ممالک ایجاد ہو چکے ہیں۔

بد عقیدگی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ نبوت و مہدیت کے کئی جھوٹے دعویدار بن چکے ہیں۔ اور مستقبل میں کئی اور بن جائیں گے، کیونکہ پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ نے جو علامات قیامت بتائی تھیں، یہ سب کچھ اس کے مطابق ہو رہا ہے اور بزرگانِ دین اولیائے کرام نے اپنے اپنے وقت میں جو کچھ فرمایا تھا، آخر زمانے کے متعلق، بالکل آج اسی طرح ہو رہا ہے۔

اہلِ دل کے لئے یہ تمام خرافات جو آج کل رونما ہو رہے ہیں یا ہوں گے، یہی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اہلِ دل آقائے نامدار ﷺ کے فرمودات سے آگاہ ہیں اور اولیائے کرام کے درس سے فیض حاصل کئے ہوئے ہیں۔

آج ہمیں اس امر کی ضرورت ہے کہ جو کچھ ہمارے اسلاف یعنی بزرگانِ دین اور اولیائے امت فرمائے گئے ہیں، ہم اس کی پیروی کریں اور ان کے فرمودات اور اقوالی زریں فقط ہمارے لئے صحیح راستہ فراہم کر سکتے ہیں۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ اللہ کے ولیوں کی زبان سے نکلے ہوئے ارشادات مختلف کتب کی



مجت مشن

مجت مشن دعوت ذکر اللہ و ذکر رسول ﷺ دینا ہے اسلام کی مجت کے لئے کوشش ہے، روحانیت کے فروع کے لئے روای دواں ہے۔ اسی سلسلے میں خواتین میں بھی کام اللہ کے فضل و کرم سے اور حضور ﷺ کی نظرِ رحمت سے شروع کیا گیا ہے جس میں کامیابیوں کو دیکھ کر ہر ذی شور حیرت زدہ ہے۔ یہ سب اللہ کی مدد سے ہوا ہے اور اس مشن مجت کا خود اللہ ہی مددگار ہے۔ محفلِ میلاد کے جو پروگرام گھر گھر شروع کئے گئے ہیں ان سب کا مقصد اسلام اور روحانیت کا فروع ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنا ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ جن گھروں میں پیاریاں، مصیتیں، جادو، جنات، نظر بد، مشکلات، بے چیدیاں، آپس میں لا رائیاں، رزق کی کمی، پیسے میں بے برکتی، دین سے دوری اور اولاد کی نافرمانی یہ تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں وہاں پر اگر سرکار دو جہاں ﷺ کی محفلِ میلاد کا انعقاد کیا گیا ہے تو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے بتدریج یہ برائیاں ختم ہوتی چلی گئیں اور وہ گھر امن و سکون کا گھوارہ بن گئے اس میں حیرت کی کوئی بات اس لئے نہیں کہ یہ محفل پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کی ہے اور سرکار ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین، یعنی تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا

عدل و انصاف ختم ہے۔ کوئی پرسان حال نہیں، رحم اور ترس نام کی چیز نہیں، دین سے دوری ہے، آقا نے نامدار بیانات سے دوری ہے۔

تو میرے پیارو! ایسے حالات میں ایمان کو بچانا بڑا مشکل ہے اور ایسے حالات میں جس نے فقط ایمان بچالیا، وہ سمجھو کر اس دور میں ولی ہے۔ تو قارمولا قلندر نے آپ کو بتا دیا ہے۔ اب اس پر عمل کرنا آپ کا کام ہے۔ یقیناً جو عمل کریں گے، وہ اس پر فتن دوڑ کے قتوں سے فتح جائیں گے اور جو عمل نہ کر سکا، وہ اپنے کے کا خود ذمہ دار ہو گا۔ جو ہمارا کام تھا وہ ہم نے اللہ کے فضل و کرم سے اور پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کی رحمت سے پورا کیا اور یقیناً قلندر کا یہ پیغام متلاشیاں حق، حق کو ڈھونڈنے والے اور شرابِ معرفت کے پیاسوں کے لئے خاص رازِ رب تعالیٰ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس پیغام حق کو بخشنے کی توفیق عطا فرمائے اور سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمين!



کریم ﷺ خوش ہوں اس کا گھر ہر قسم کی مصیبتوں سے پاک ہو کر خوشیوں کا محل
ہن جاتا ہے۔ محبت مشن دراصل یہی ہے کہ ہر گھر میں محبت ہی محبت ہو اور محبت
ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سے ہی ہر گھر کوں سکتی ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر گھر میں
محفلِ میلاد کو رواج دیں۔



کر بھیجا ہے تو جب سرکار ﷺ کا ذکر جس گھر میں ہو گا وہاں پر رحمت ضرور ہوگی
کیونکہ سرکار ﷺ رحمتِ دو عالم ہیں اور یہ مشاہدے سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی
حصن میں ایک ایمان افروز واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ جس سے ہر مسلمان کا
ایمان تازہ ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ ﷺ کے والد کریم حضرت شاہ
عبدالرحیم ﷺ بیان فرماتے ہیں کہ:

”ایک دفعہ محفلِ میلاد میں میرے پاس تھوڑے پتے تھے تو میں نے
وہی رکھ کر محفلِ میلاد کا ختم دلوایا اور اس کے بعد میرے دل میں یہ کھلا
تھا کہ آیا یہ قبول ہوا ہے یا نہیں۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ وہی پتے
سرکار ﷺ کے سامنے پڑے ہیں اور سرکار ﷺ مسکرا رہے ہیں تو اس
طریقے سے ان کے دل کا کھلا دور ہو گیا دل کو طمانتیت ملی اور روح کو
خوشی ملی۔“

اس سے ثابت ہوا کہ محفلِ میلاد ہر گھر میں کتنی ضروری ہے۔ ہم مسلمانوں کے
اکابرین اپنے گھروں میں محفلِ میلاد کروانا لازمی سمجھتے تھے اور جب شاہ ولی
الله ﷺ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم ﷺ یہ اعلیٰ بزرگان دینِ محفلِ میلاد
کرواتے ہیں تو ہم سب مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے بزرگان دین کی ہیروی
کرتے ہوئے لازمی طور پر اپنے گھروں میں محفلِ میلاد کا اہتمام کیا کریں
کہ اسی میں اللہ کے محبوب ﷺ خوش ہوتے ہیں اور جس انتی پر رسول



شاہ قلندر کا پیغامِ امتِ مسلمہ کے نام

سب تعریفیں اللہ پاک کی جواندazے سے باہر کرم کرنے والا ہے اور ازحدور و دوسلام پیارِ مصطفیٰ کریم ﷺ کے نام جواندazے سے باہر رحمت کرنے والے ہیں۔

بِرَادِ رَانِ اسلام خواتین و حضرات! بندہ ناجیز نے سوچا کہ اس کنجماش کے دور میں جب ہر طرف لا دینیت چھائی ہوئی ہے اور بد عقیدگی کی فضاعام ہے اور نفس پر فخر کیا جا رہا ہے۔ اگر کوئی دنیا دار ہے تو دنیا کے کسی شعبے میں خلوص نیت سے کام نہیں کرتا۔ اگر کسی کو علم کا دعویٰ ہے تو عمل سے دامن صاف ہے۔ اگر کوئی روحانیت کا دعویٰ کرتا ہے تو شرائط طریقت سے نابلدہ ہے۔ اگر کوئی دھکی انسانیت کی خدمت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کو دکھ کا اندازہ ہی نہیں۔ الغرض ہر شعبہ چاہے اس کا تعلق دنیا سے ہو چاہے دین سے ہو، چاہے روحانیت سے، الجھا ہوا ہے اور اپنے اصل مقاصد کو چکا ہے۔ فرقہ واریت کا دور دورہ ہے اور اس طرح اسلام و شمن عناصر اپنے گندے عزائم میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ فرقہ واریت کے ذریعے تمام مسلمان جو آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کو جدا جدا کر دیا گیا ہے۔ وہ مسلمان جو دوسرے مسلمان کے لئے اتنا در درستھے تھے کہ اگر ایک

مسلمان ایک وقت مسجد میں نہیں جاتا تھا تو سب مل کر اس کو پوچھنے چلے جاتے تھے، آیا کہ وہ بیمار ہے یا کوئی اور مسئلہ ہے۔ لیکن اب صورتِ حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ بغرض و عناد اور نفرت کی آگ جل رہی ہے۔ یہ سب کچھ اغیار کا تماشہ ہے۔ ان تین حالت میں ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک چیز کا اپنا نا انتہائی ضروری ہے اور اس کا نام ہے محبت! یہ ایک ایسا نام ہے کہ تمام مسلمانوں کو اکٹھا کرنا اس کا کام ہے۔ ورنہ سب کچھ کرنے کے باوجود ہر انسان بے نام ہے۔

اس اعلیٰ مقصد کے لئے بندہ ناجیز (پیر مستوار قلندر) نے ایک مشن شروع کیا ہے جو کہ سیاست اور فرقہ واریت سے پاک ہے جس کا مقصد تمام انسانوں کا آپس میں محبت کرنا اور اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کرنا ہے۔ اس مشن میں شامل تمام مرد اور عورتیں خلوص نیت سے کام کریں اور بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیں اور اس مشن کے سلسلہ میں منعقد ہونے والی مخالف میں شرکت کریں۔

مرد اور خواتین جب تک جذبہ ایمانی کے ساتھ کام نہیں کریں گے، تب تک منزل کو پانا دشوار ہے۔ ہمارا مقصد تمام انسانوں کا آپس میں محبت کرنا اور راہنماء کے تصور میں چلتے ہوئے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت میں مست ہوتا ہے۔





محفل میلاد النبی ﷺ

بے حد و لاتعداً تعریف اس پیارے ماں کی جس نے جسدِ خاکی کو اپنی بیاری روح سے شاندار بنادیا اور فہم و فراست سے نواز کر اس بات کی طلب قلوب و اذہان میں روشن کر دی کہ ایسی پیاری مخلوق کے خالق کی حلاش کی جائے اور پھر خود ہی اس کا سامان مہیا کر دیا۔ انبیاء و رسول بھیج کر اپنی محبت کے گھستان کو جگھا تارہا اور بے شمار گلشنِ محبت پروردگار عالم میں نغماتِ محبت گنگنا نے والے خوش آواز اور خوش دل انسان اپنی اپنی داستانِ محبت رقم کرتے رہے۔ انبیاء و رسل کے بعد اللہ کے چاہئے والے موجود رہے۔ جن کی ڈیوٹی انبیاء جیسی ہے، کیونکہ آقا ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ بند ہے اور سرکار ﷺ کی تعلیمات مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ساتھ ساتھ مدعاوئے غم انسانیت بھی ہیں۔ بیاروں کو شفایا ب ہونے کے ساتھ ساتھ مریض دل بھی نہ کسیر حاصل کر سکتا ہے۔ سرکار ﷺ نے فرمایا:

اولیائی تھت قبائی۔ (۱)

”میرے دوست میری چادر کے نیچے ہیں۔“

(۱) مشکلۃ شریف۔ (حدیث قدسی)۔

ایک سوال اکثر ہنوں میں گردش کر رہا ہے اور متعدد بار اس بندہ تاجیز سے پوچھا جبھی گیا ہے کہ آئندہ آپ کوئی سیاسی جماعت بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں، یا سیاست میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو اس کے متعلق میں نے واضح طور پر پہلے بھی لکھ دیا ہے اور بعض تقاریر میں بھی بیان کر چکا ہوں کہ آئندہ ہمارا کوئی سیاسی جماعت بنانے کا ارادہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی سیاست سے غرض ہے۔ مجھے یہ علم ہے کہ لوگ اس قسم کا سوال کیوں اٹھاتے ہیں۔ اس کی وجہ پورے ملک میں سلسلہ اور مشن کا کام ہے۔ چونکہ دن رات اللہ کے فضل و کرم سے سلسلہ اور مشن کا کام تیزی سے پھیل رہا ہے، بلکہ ملک کے کونے کونے تک پیغام قلندر رکھنے چکا ہے۔ تو اس کے پیشی نظر بہت سارے لوگوں کے ذہنوں میں آتا ہے کہ شاید آئندہ یہ کوئی سیاسی جماعت بنانے کا عزم رکھتے ہیں۔ لیکن ہمارا سیاست اور فرقہ داریت سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم صرف پیغامِ محبت تمام انسانوں تک پہنچا رہے ہیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تمام انسانوں کو آپس میں محبت عطا فرمائے۔

آمين!

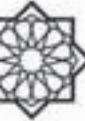


تصویر شیخ روحانیت میں اسمِ اعظم کا سا اثر رکھتا ہے، جس طالب حق نے اپنے مرشد کا تصور پکا کر لیا، اس پر شیطان کا کوئی داؤ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ روحانیت کی ابتداء اور انتہاء تصور ہے۔

اس مشن سے وابستگان کو چاہیے کہ وہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے یہ دھیان رکھیں کہ ان کا مرشدان کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح وہ مکمل باطنی طور پر رابطہ شیخ میں رہیں گے اور جس کا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ افعال بد سے ذور رہیں گے اور بری خصلتوں کو چھوڑنے کا نام ہی تصوف ہے۔ جب تک ان کی بری عادات دور نہیں ہو سکتیں، اس وقت پاک صفات نہیں آ سکتیں اور جب تک پاک صفات نہ آ سکیں، کوئی بھی شخص کا علم معرفت میں سے واقعی رموزِ ذات نہیں ہو سکتا کہ ہزاروں لوگ اس راستے پر چلتے ہیں اور اکثر بھٹک جاتے ہیں۔ منزل صاحب مرشد کا مقدر ہوا کرتی ہے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ فی زمانہ مریدِ مخلص اور مرہدِ کامل خال خال ہے۔ چند ایک لوگ جتنا ہے حال نظر آتے ہیں مگر صاحب حال کوئی نظر نہیں آتا۔ علم معرفت کو تصوف کی کتابوں سے پڑھ کر بیان کرنا اور مصدرِ علم معرفت ہونا اور بات ہے۔ چھوٹا بترن ہمیشہ حاصل ہونے والی چیز کو ایک حد کے بعد ضائع کرنے لگتا ہے اور بڑے بترن میں کثیر مال اکٹھا ہو جاتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ جو کچھ بترن میں ہوتا ہے، وہی اس سے باہر نکلتا ہے۔ اب

سرکار ملک اللہ عزیز کے دوست سرکار ملک اللہ عزیز کے زمانے میں بھی تھے اور سرکار ملک اللہ عزیز کے ظاہری دنیا سے پرده فرمائے کے بعد بھی دوست موجود ہیں۔ دوست اس وقت بھی سرکار ملک اللہ عزیز کی چادر کے نیچے تھے اور دوست آج بھی شفقت رسول ملک اللہ عزیز کے نیچے پرداں چڑھ رہے ہیں۔ اس طرح دین کو قائم رکھنا، دین کو عام کرنا اور تمام انسانیت کے قلوب کو اللہ کے ذکر سے مزین کرنا، کردار کی اصلاح کے ساتھ ساتھ نفس کی تعمیر و ترقی کرنا، دل کی دنیاوں کو علوم مافوق الفطرت سے پر کرنا، بے چین روحوں کو ابدی طہانیت بخشنا، یہ کام اُس مرقدِ قلندر کا ہوتا ہے جو تابعداری مصطفیٰ کریم ملک اللہ عزیز میں اپنے مشن کو لے کر چل رہا ہوا اور ان خصوصیات کا حامل ہی مرشدِ کامل ہوا کرتا ہے۔

اب جو لوگ ایسے رہنماء کے ساتھ وابستہ ہو چکے ہوں، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکمل اطاعتِ مرشد میں اپنی خواہشات کو چھوڑ دیں اور شیخ کامل کی مرضی کو علاش کریں۔ یہ ایک بہت بڑا نقطہ ہے۔ کسی بھی طالب حق کو حق تک پہنچنے کے لئے سب سے پہلے اس نقطہ پر دھیان دینا ہو گا۔ مریدِ مخلص کے لئے ضروری ہے کہ مکمل تابعداریِ مرشد میں رہے اور استقامت کا اس قدر مظاہرہ کرے کہ اسی تابعداری میں چلتے چلتے ایک دن وہ تابعداری نبی کریم ملک اللہ عزیز میں جا پہنچے۔



ان مردو خواتین کے لئے یہ سخت حکم ہے کہ وہ:

- (۱) نماز کی پابندی کریں
- (۲) وظائف کی پابندی کریں
- (۳) تصویر شیخ کی پابندی کریں

کہ ان کی نجات اور ان کی منزل اور ان کا مقصد انہی تین نکات میں چھپا ہوا ہے۔ اثناء اللہ جو ہمارے ساتھ اس سفرِ محبت میں ہم سفر ہوگا، یقیناً تسلیم سے معمور اس کا جگہ ہوگا اور اس کی تمام ظاہری و باطنی حاجات خود اللہ پاک حضور اکرم ﷺ کی رحمت کے باعث پوری کرے گا۔ اگر کوئی مریض ہے تو میخانہ غوثِ اعظم ﷺ سے اس کا علاج ہوگا اور اگر نادار و کمزور ہے تو قوتِ حیدرؑ سے خیرات ملے گی۔ اگر کوئی اس قدر غریب ہے کہ اس کا گھر تک نہیں ہے تو اس کو سایہِ رحمت اللعالمین ﷺ میں گھر ملے گا۔ اگر کوئی مظلوم ہے تو اس کے لئے حضور غوثِ اعظم ﷺ نے فرمادیا ہے کہ:

”میرے مرید تو فکر مت کر، میں تیرے دشمن کو قتل کر دوں گا۔“

یعنی مظلوم کا ہاتھ دستگیر کامل کے ہاتھ میں ہوگا۔

الغرض اس مشن میں جو کوئی حاجات لے کر چلے گا، وہ اللہ پاک اپنے محوب ﷺ کے صدقے پوری فرمادے گا۔ مگر طالبان حق کو چاہیے کہ وہ اپنا

saf ظاہر ہے کہ جتنا برتن میں ہوگا، اتنا ہی نکلے گا۔

بعض چند لوگوں کو طالب بنا لیتے ہیں اور آخر میں استعداد باطن نہ ہونے کی بنا پر ان کے سامنے عاجز نظر آتے ہیں اور اس طرح ایسے لوگوں کے طالبین توہہات و خطرات میں پڑ کر اپنے ظاہر و باطن سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ ہمارا مشن دور حاضر میں روحانیت کی تعلیم عام کرتا ہے اور جو روحانیت کا معنی تھا یعنی کہ ”محبت“ اس کو عام کرنا ہے۔ بدسمتی سے آج کے دور میں روحانیت کی شکل بگاڑ دی گئی ہے اور اس کے بہت سارے نمونے منظر عام پر ہیں۔ اب سادہ لوح درویش ان من گھرست سلسلوں میں داخل ہو کر اپنے قلب کو روشن کرنے کی بجائے سیاہ کرتے ہیں۔ ہمارا مشن اصل روحانیت کی تعلیمات کو طالبان حق تک پہنچانا ہے۔ یا یوں کہیے کہ عشقِ اللہ اور عشقِ مصطفیٰ اکرم ﷺ کے چراغوں کو ہر دل میں جلانا ہے۔ اس لئے ہم نے یہ مشن شروع کیا ہے اور اس میں شامل مردا اور خواتین دونوں ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے خواتین میں بھی روحانیت کے اس عظیم مشن کا آغاز ہو چکا ہے اور اس کے نتائج خواتین میں بھی زبردست ہیں۔

یہ مشن بے لوث ہے اور اس کا مقصد اللہ اور رسول ﷺ کی رضا کو تلاش کرتا ہے۔ جو بھی اللہ اور رسول ﷺ کی خاطر آئے گا، دنیا و آخرت کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا۔ یقیناً اس میں شرط ہے۔ اس مشن سے جو بھی وابستگان ہیں،



دعائیں ہر فرد کے لیے

و ظائف وہ ہوتے ہیں جو مقررہ تعداد، مقررہ اوقات اور کسی بھی مقصد کے لئے بطور خاص باقاعدگی سے کیے جاتے ہیں۔ ان کے ثبت اور منفی اثرات بھی ہو سکتے ہیں اگر کسی مرشد کامل کی اجازت اور رہنمائی و سرپرستی کے بغیر کیے جائیں، اسی لئے ہمیشہ مرشد کامل کی اجازت سے اور رہنمائی سے ہی وظیفہ کرنا چاہیے۔ صرف کتابوں سے پڑھ کرنے سے نقصان ہوتا ہے۔ ذیل میں شادقلندر پر مستوار کی عوامِ الناس اور مریدین کے لئے وہ دعائیں دیے گئی ہیں جن کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں۔ جو صرف ثبت اور اچھے اثرات ہی دیتی ہیں۔

۱۔ درود پاک

یہ وہ عبادت ہے جو قطعی القبول ہے۔ کوئی بھی پڑھنے قول کیا جاتا ہے۔ درود پاک جو بھی پڑھاجائے برکات کا حاصل ہوتا ہے۔ کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ رہنمائی کے لئے ایک درود پاک دیا جا رہا ہے۔ ہر روز ایک تسبیح لازم کر لیں گے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَى حَبِيبِهِ حُمَيْدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

مقصد اور اپنی منزل اور اپنی حاجت فقط عشق اللہ اور عشقِ مصطفیٰ کریم ﷺ ہی رکھیں کہ اس حاجت کے حاصل ہونے سے دگر تمام دنیاوی اور باطنی حاجات از خود پوری ہو جاتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سفرِ عشق میں رحمت اللہ علی ہم رفتی عطا فرمائے۔ آمين!

سلطانی پنج تن کے در سے ملی ہے
ٹوکت دنیا و دین انہی کے گھر سے ملی ہے
تو حمد و رسالت کی شناخت بھی عمود
بے شک فاطمہؓ کے اس گوہر سے ملی ہے



اس کا ذائقہ خود وہ کام کر کے محسوس کرتے ہیں۔ نوافل جس قدر ممکن ہوں وہ پڑھنے چاہئیں۔

سیدہ مخصوصہ کائنات خاتونِ جنت، مددیہ کے نام پر ہر روز بعد نمازِمغرب یا عشاء دو رکعت نفل ادا کرنا باعثِ خیر و برکت ہے۔ اس کے علاوہ تہجد کے نوافل بھی باقاعدگی سے ادا کرنے چاہئیں۔

۳۔ قرآن پاک

قرآن پاک کی حلاوت، اس کو سمجھنا، اس پر عمل ہونا اور اس کے فہم کو دوسروں تک پہنچانا افضل کام ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر کم من تعلم القرآن و علمه۔ (۱)

”تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سمجھے اور سمجھائے۔“

جس قدر ہو سکے ہر روز قرآن پاک کی حلاوت باقاعدگی سے کرنی چاہئے۔ محبت اور انہاک سے پڑھنا چاہئے۔ اور یہ خواہش اور دعا ہو کہ اللہ پاک معرفت و حقیقت کے راز جو اس قرآن میں پوشیدہ ہیں۔ ان سے آگاہ فرمائے۔ اور عملی زندگی میں قرآن نافذ العمل ہو جائے۔

(۱) صحیح بخاری: ۷۰۲

۲۔ استغفار

اپنے گناہوں پر احساسِ ندامت کے بعد تو پرستاً ب ہونا اور اللہ پاک، سرکار دو عالم حضور ﷺ کی بارگاہ و عالیہ میں جا کر معافی مانگنا بندوں کو گناہوں سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے منوع اور حرام چیزوں کے قریب جانا، فرائض سے غفلت اور کوئی ہی کرنا باعثِ ندامت ہے۔ مومنین کے لئے سنتوں، متحبات اور نفلی کاموں میں بھی کمی بیشی باعثِ توبہ بنتی ہے۔ اولیاء کرام، صوفیاء، قلندر اگر ایک لمحے کے لئے بھی غافل ہو جائیں تو ندامت کے آنسو بھاتے چلے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے سیکل اور تقویٰ کا معیار مختلف ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی بات اور عام شخص کی بات میں زمین آسمان جتنا فرق ہوتا ہے۔ کثرت سے استغفار کرنا چاہیے۔

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ۔ (۱)

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ رَبِّيْ وَمِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ۔ (۲)

۳۔ نوافل

تہجد کے وقت قیام، رکوع و سجود کی لذت و حلاوت وہی سمجھ سکتے ہیں۔ جو

(۱) میں مفترض طلب کرتا ہوں اللہ مولیٰ سے جس کے سوا کوئی مجبوری نہیں وہ زندگی ہے قائم رکھنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں تو پرستا ہوں۔

(۲) میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں جو میرا پر درگار ہے، ہر گناہ سے اور میں اس کی بارگاہ میں تو پرستا ہوں۔



شریف چلے جائیں اگر ایسا ممکن نہ ہو تو مقررہ اوقات میں درج ذیل نمبر پر فون کریں۔

فون نمبر: 03335006899 اوقات: رات ساڑھے دس (10:30) تا
گیارہ (11:00)

● بذریعہ خطرابطہ کرنے کے لئے آستانہ عالیہ کا پتہ
بیرونی مستوار قلندر

آستانہ عالیہ مخدوم پور شریف (مرید)۔ ضلع چکوال

اس کے علاوہ فیس بک پر آفیشل ہیچ سے محبت مشن کی تازہ سرگرمیوں
کے متعلق معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

www.facebook.com/MuhabbatMissionOfficial

۵۔ فاتحہ خوانی - شجرہ طریقت قادریہ قلندریہ

اپنے اسلاف، اولیاء اللہ، تمام موسین اور مومنات کے لئے فاتحہ خوانی،
اول آخر درود پاک، سورہ فاتحہ، قل شریف پڑھ کر ایصال ثواب کرنا ان اولیاء
کرام کے فیوضات و توجہ کے بہت اچھے روحاںی اثرات عطا کرتا ہے۔ اس لئے
اگر ممکن ہو تو ہر روز، ورنہ بھتے میں ایک بار ضرور فاتحہ خوانی کرنی چاہیے اور شجرہ
شریف باقاعدگی سے پڑھنا چاہئے۔

۶۔ بیماری

● اگر بخار، درد یا تکلیف ہو تو آیت کریمہ:

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ
اکتا لیس (۲۱) بار الحمد شریف (سورہ فاتحہ) بھی اکتا لیس (۲۱) بار،
مریض خود پڑھے، شفا ہوگی۔

● بیماری میں سورۃ اخلاص دو سو (۲۰۰) بار پڑھے صحت یا ب ہو گا۔

● آیت کریمہ ایک سو گیارہ (۱۱۱) مرتبہ اول آخر تین بار درود شریف کے ساتھ
ہر روز پڑھئے۔ جب تک بیماری دور نہ ہو جائے۔ بیماری دور ہو جائے تو
چھوڑ دے۔

● اگر کوئی اور مسئلہ ہو تو شادقلندر بیرونی مستوار سے رجوع کریں۔ مخدوم پور



کی تیاری کے لیے دربار شریف مخدوم پور کے نزدیک جامعۃ المستوار کے نام سے یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔ جس کا افتتاح (فروری 2018ء میں) عرس مبارک پیر سید رسول شاہ خاکی صلی اللہ علیہ وسالم کے موقع پر کیا جا رہا ہے۔ بہت جلد کلاسز کا آغاز ہو جائے گا۔

مدرسہ سیدۃ النساء سلام علیہا

خواتین کی تعلیم و تربیت کی اہمیت کے پیش نظر ایک عظیم الشان ادارہ ”مدرسہ سیدۃ النساء سلام علیہا“ کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔ تاکہ خواتین باپروہ ماحول میں علم دین حاصل کر سکیں۔ مدرسہ سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا میں کلاسز کا آغاز ہو چکا ہے۔ اور قابل اساتذہ کا تقرر کیا گیا ہے تاکہ طالبات علم دین سے منور ہو کر اپنے خاندان و معاشرے کا مفید رکن بن سکیں۔ یہاں طالبات کے لیے علم دین کے ساتھ شعبۃ تحفیظ القرآن اور بورڈنگ کا بھی انظام کیا گیا ہے۔

دروڑ مستواریہ

محبت مشن کے زیر اہتمام دنیا بھر میں مخالف دروڑ مستواریہ کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ یہ ہفتہ وار مخالف لگلی گلی، گاؤں گاؤں، شہر شہر شروع کی گئی ہے۔ جس کا دورانیہ صرف دیڑھ گھنٹے کا ہوتا ہے۔ شرکاء مخالف دروڑ خضری نہایت ادب اور



تعلیمی اداروں کا قیام

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسالم کا فرمان مبارک:
انها بعثت معلما۔ (۱)
”بھجے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔“

اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسالم کی حیات مبارکہ میں علم کی ترویج کے لیے جو کاوشیں کی گئیں، غزوہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ دس لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا، مسجدِ نبوی شریف میں اصحاب صفا کا قیام، آپ صلی اللہ علیہ وسالم کا ذکر کی مجلس پر علم کی مجلس و ترجیح دینا اور ایسے بے شمار واقعات علم کی اہمیت و فضیلت کو اجاگر کر رہے ہیں۔ صوفیاء، اولیاء حقیقی طور پر کاری ثبوت کے امین و وارث ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسالم خاتم الانبیاء ہیں۔ اب نظام و ولایت محافظہ ہے شریعت و طریقت اور معرفت و حقیقت کا۔ اسی لیے پیر مستوار قلندر نے ہمیشہ علماء کی، اچھی کتابوں کی، اچھے اداروں کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی۔ مخدوم پور شریف میں حصول علم دین کے لیے مندرجہ ذیل ادارے کام کر رہے ہیں۔

جامعۃ المستوار

شعبۃ تحفیظ القرآن، ناظرة قرآن اور درس نظامی کے ذریعے علمائے حق



شجرہ شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شجرہ شریف حالیہ قادریہ امامیہ جالالیہ

یا لہ العالیین حمد و شاکر کے واسطے رحم کر مجھ پر نبی خیر الورثیؐ کے واسطے
بہر بیکرؓ و عمرؓ و ملٹانؓ و علیؓ اصحابِ غلیلِ الہمیت حسنیؑ حضرت مصطفیؐ کے واسطے
داروئے امر ارش زین العابدین باقر امام جعفرؓ و کاظم علیؓ، موسیٰ رضاؑ کے واسطے
خواجہ معروف کرنیؓ اور سری سقطیؑ کے طفیل حضرت جنیدؓ و خواجہ شبلیؓ رہمنا کے واسطے
ابوالفضل عبد الواحدؓ اور قرشی بیانؓ رحم فرمایہ مبارکؓ با صفا کے واسطے
حضرت محبوب سجان عبد القادرؓ شاہ دین عبد الرزاقؓ "ضمیر اولیاء" کے واسطے
حضرت خواجہ شہاب الدین کے طفیل شاہ بہاؤ الدین زکریاؓ مقتدا کے واسطے
خواجہ صدر الدین عارفؓ شاہ رکن عالمؓ کے طفیل حضرت سید جلال الدین تھوڑ جہانیاںؓ کے واسطے
شاہ اجملؓ سید برصن عبد الواحدؓ کے طفیل حضرت شیخ احمد محمد والفقیانیؓ باخدار کے واسطے
شاہ جمال الدین محبوب العالم خروم ہنزاؓ کے طفیل حضرت شاہ داؤد خاکیؓ شاہ الباجنؓ کے واسطے
شاہ محمد صالحؓ "بیگ بختون شاہ" کے طفیل حضرت بیگ اسد اللہ شاہ شرفؓ کے واسطے
بیگ عزۃ شاہؓ اور عبد القائل شاہؓ کے واسطے شاہ مجیدؓ و شاہ عبد اللہؓ مقبول دعا کے واسطے
خوش دنیا سے یہ دل پاک ہو حضرت بیگ موسیٰ شاہ اہل بنا کے واسطے
دل کو ہو صدق و اخلاص نصیب شہنشاہ اولیاء بیگ خاکی شاہؓ کے واسطے
چکھہ دیلہ ہیش کرتا ہوں سفارش کے لیے فضل کر یا رب محمد مصطفیؐ کے واسطے
جس قدر ہیں اہل جملہ خاندان قادری کر منور سب کے دل بددالدیجیؓ کے واسطے

خشوع و خضوع سے پڑھتے ہیں۔ اور اس کے بعد نعمتیہ کلام اور دعا کروی جاتی ہے۔ اس درود پاک کو مجع کر کے ریق الاول کی محفل میں مرشدِ کریم مستوار قلندر خود آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں سب کی جانب سے پیش کرتے ہیں۔ انفرادی بھی درود پاک بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے اور مجع کیا جاتا ہے۔ اس مہم کے ذریعے قلندری ہیچ، جوان، بیوڑھے، خواتین سب لوگ ذوق و شوق سے اپنے آقا و مولا رحمتو عالم نور مجسم علیہ السلام کو بکثرت یاد کرتے ہیں اور درود پاک کی برکات حاصل کرتے ہیں۔





کھلتی گلیاں ان کا تبسم
 پسیاں بھرا ہے ان کا تکلم
 درس ہے ان کا موجِ حکایم
 ذکرِ نبی میں رہتے ہیں گم
 غوثِ العظیم کے جلووں کے
 ہاں دیکھو مٹھر خاکی شاہ

 دم مسْت قلندر خاکی شاہ
 دم مسْت قلندر خاکی شاہ
 اللہ ہی اللہ ان کی صدائیں
 مقبول رب ان کی دعائیں
 اللہ کی ضرب لائیں
 فیض و کرم کے در محل جائیں
 اک جام تھدا پینے کو
 آیا ہے کوڑ خاکی شاہ

 دم مسْت قلندر خاکی شاہ
 دم مسْت قلندر خاکی شاہ
 کوڑ بریلوئی



ترانہ



دم مسْت قلندر خاکی شاہ
 دم مسْت قلندر خاکی شاہ
 حینہ کے ہیں دل جبانی
 شیدا نے حیدر خاکی شاہ

 دم مسْت قلندر خاکی شاہ
 دم مسْت قلندر خاکی شاہ

دل میں ان کے مکہ مدینہ
 نور خدا سے روشن ہیسنہ
 زہد و تقویٰ ان کا قریسنہ
 ولیوں میں ناکی ہیں شنگیسنہ
 یہ کامل بھی ہیں عامل بھی
 عرقان کے سمندر خاکی شاہ

دم مسْت قلندر خاکی شاہ
 دم مسْت قلندر خاکی شاہ